عقیدۃ
ختم النبوۃ

أنا خاتم النبیین لا نبي بعدی
عقیدہ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقیدۃ
ختم النبوۃ
جلد ہفتم
الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

قصیدہ بُردہ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام **محمد شرف الدین** بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک ومولیٰ درود وسلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا وآخرت کے اور جن وانس کے اور عرب وعجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن واخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم وکرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْٓ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دو جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّآ اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجدد دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے مشکور وممنون ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

الادارة لتحفظ العقائد الاسلامية

نام کتاب	عقیدة ختم النبوة
ترتیب وتحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ
جلد	ہفتم
سن اشاعت	2009ء / ۱۴۳۰ھ
قیمت	325/-

ناشر

الادارة لتحفظ العقائد الاسلامية

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com

www.khatmenabuwat.net

فہرست

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

- ○ حالاتِ زندگی
- ○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

راولپنڈی سے پشاور جانے والی سڑک پر کامرہ موڑ سے چار میل کے فاصلے پر ضلع اٹک کی حدود میں ایک قصبہ شمس آباد نام سے آباد ہے۔ قاضی غلام جیلانی بن قاضی نادر بن قاضی جنگ باز اراسی قصبہ میں ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد قاضی نادر دین صاحب علم اور رئیس القلم تھے۔ شمس آباد کے عوام نے ان ہی سے نوشت وخواند سیکھی تھی۔ ہندکو زبان کے صوفی بزرگ شاعر تھے اور ان کی علمی یادگار ''پند نامہ بطرز سی حرفی'' موجود ہے۔

قاضی غلام جیلانی نے ابتدائی کتب اپنے علاقے کے جید علماء سے پڑھیں۔ پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہوئے اور مولانا محمد طیب، مولانا منور علی محدث رامپوری اور مولانا سلامت اللہ رامپوری سے استفادہ کیا۔ مدرسہ عالیہ سے سند فضیلت حاصل کی اور اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔

محی الدین حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں بھائی مولانا قاضی غلام سبحانی اور حکیم مولانا قاضی غلام ربانی شمس آبادی بھی جید علماء میں سے تھے۔

قاضی صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۳۳ھ سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے مرید وخلیفہ تھے۔

بعد ازاں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر حضرت مولانا غلام جیلانی نے دھوراجی کاٹھیاوار کے مدرسہ فخر عالم میں مدرس کے فرائض انجام دینے شروع کئے۔ اس

مدرسہ میں آپ کے فرزند حضرت مولانا قاضی عبد السلام شمس آبادی بھی طلباء میں شامل تھے۔ کچھ عرصہ تدریس کے بعد مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تبلیغ وارشاد سے وابستہ ہوکر بنگال تشریف لے گئے۔ بعد میں آپ کئی بار تبلیغی دوروں پر بنگال گئے اور وہاں کئی مساجد اور عیدگاہیں تعمیر کرائیں۔ بنگال میں آپ کے مریدین اور خلفاء کی کثیر تعداد تھی۔ جب تبلیغی دوروں سے واپس تشریف لاتے تو دھلی میں اور پھر لاہور میں قیام فرماتے اور لاہور کے مکتبوں سے نئی کتب خرید فرما کر گھر تشریف لے جاتے۔

امام احمد رضا سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور آپ بار بار بریلی شریف تشریف لے گئے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک موقعہ پر جب ایک وفد علماء ندوۃ سے بات چیت کے لئے لکھنؤ بھیجا تو اس میں حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی بھی شامل تھے۔

اعلیٰ حضرت سے اظہار نسبت کے لئے مولانا غلام جیلانی اپنے نام کے ساتھ ''الرضوی'' تحریر فرماتے تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان مراسلت سے تعلقات کی گہرائی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ مولانا غلام جیلانی اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

''بحضور لامع النور موفور السرور قامع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا ......''

ایک اور مکتوب کا آغاز یوں ہے:

''بجناب مستطاب حضرت عالم اہل سنت و جماعت مجدد مائۃ حاضرۃ زید فضلہم بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ ......''

ایک استفتاء کا آغاز اس طرح فرمایا:

الاستفتاء فی حضرۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والعز والاکرام ......''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا غلام جیلانی کے ایک استفتاء کے جواب کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

''بملاحظہ مولانا المکرم والفضل الاتم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالیٰ ......''

آخری دور میں آپ نے اپنے قصبے شمس آباد کی مٹھی مسجد میں مدرسہ قائم کیا جس میں آپ خود پڑھاتے تھے۔ اس مدرسہ میں آپ کے پاس دور دور سے حتی کہ بخارا تک کے طلباء پڑھنے آتے تھے۔ آپ کو بنگالی، فارسی، عربی، گجراتی، پشتو، اردو اور پنجابی زبانوں پر مکمل عبور تھا۔

مبلغ، مدرس، مناظر اور پیر طریقت ہونے کے علاوہ آپ اپنے دور کے کثیر التصانیف علماء اہل سنت میں سے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں آپ نے تصنیف وتالیف کا کام انجام دیا۔ آپ کی چند کتب آپ کی حیات مبارکہ میں چھپ کر شائع ہوئیں اور باقی غیر مطبوعہ ہیں جن میں سے اکثر کے مسودات ضائع ہوچکے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست تا حال مرتب نہیں ہوئی۔ تلاش وجستجو کے بعد آپ کی باون کتب کے نام معلوم ہوسکے جن میں سے چند کے نام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

- جامع التحریر فی حرمۃ الغناء والمزامیر (مطبوعہ اردو)
- عذاب شریعت بر عامل رسالہ آداب طریقت۔
- بدیع الکلام فی لزوم الظھر والجمعۃ علی الانام۔

☆ حق الایضاح فی شرطیة الکفو للنکاح (فارسی عربی، مطبوعہ)

☆ فضائل سادات (اردو مطبوعہ)

☆ خیر الماعون فی جواز الدعاء لرفع الطاعون (فارسی، غیر مطبوعہ)

☆ آداب الدعاء و اسباب رد و قبول دعا (فارسی، غیر مطبوعہ)

☆ تتمة المقالات فی جواز اخذ الدراهم علی الختمات (اردو)

☆ نفحة الازهار فی معنی مسجد الضرار (اردو، غیر مطبوعہ)

☆ عقائد وہابیہ (غیر مطبوعہ)

☆ الفیض التام فی تقبیل الابهام (غیر مطبوعہ)

☆ رفیق العلماء فی طریق القضاء وغیرہ

رد قادیانیت:

ردقادیانیت پرحضرت علامہ قاضی غلام گیلانی صاحب کی تین کتابیں دستیاب ہوئیں ہیں جو اس سلسلہ ختم نبوت میں شامل کی گئی ہیں:

۱...... تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی

۲...... جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی

۳...... رسالہ بیان مقبول وردقادیانی مجہول

۲۴ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ/۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو ۶۳ سال کی عمر میں حضرت علامہ قاضی غلام جیلانی نے وصال فرمایا۔ شمس آباد، ضلع اٹک، پاکستان کے بڑے قبرستان میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔

تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی

(سنِ تصنیف: 1911ء / ۱۳۳۰ھ)

تصنیفِ لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوۃ و السلام

علی رسولہ محمد و الہ و اصحبہ اجمعین ط

اَمَّا بَعْدُ فقیر حقیر پروردگار عالم کی مغفرت کا امیدوار بخشے پروردگار اس کو اور اس کے آباء و اجداد مشائخ و تلامذہ احباب و کل مومنین مومنات کو قاضی غلام گیلانی حنفی المذہب نقشبندی المشرب پنجاب ضلع کامل پور علاقہ چھچھ موضع شمس آباد کا رہنے والا بخدمت اہل اسلام گزارش رسان ہے کہ پنجاب ضلع گورداسپور موضع قادیان میں مرزا غلام احمد ایک شخص قوم کا کشت کار پیدا ہوا تھا کچھ فارسی، اردو سیکھ کر دنیا کمینی کے شوق میں آ کر ابتدا میں بزرگ بنا۔ مداریوں اور جوگیوں کے شعبدے اور ہاتھ کی صفائیاں دکھا کر بعض بدنصیبوں کو کرامت کا دھوکا دیکر حرام کا روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ علمائے کرام وقتاً فوقتاً اس کی اصلاح فرماتے رہے۔ رفتہ رفتہ مرزا نے دعوی کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور آسمان پر جانا انکا اور پھر زمین پر قریب قیامت کے آنا یہ کذب اور لغو ہے اور مہدی بھی اور کوئی نہیں میں ہی مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے میں پیدا ہوا اور ان دونوں کے اوصاف میرے اندر موجود ہیں مجھ کو جو نہ مانے گا وہ گمراہ اور کافر ہے۔ اور دجال کوئی خاص شخص نہیں اور نہ خر دجال کوئی خاص جانور ہے بلکہ دجال سے مراد یہ پادری لوگ ہیں اور گدھا دجال کا یہ ریل ہے اور یہ جو لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو "لُدّ" کے دروازے پر قتل کریں گے۔ سو لُدّ مخفف ہے، لدھیانہ کا۔ میں نے پادری کو بحث میں لدھیانہ میں زیر کر دیا یہی مراد قتل دجال سے ہے۔

غرض کہ اس قسم کی بیہودہ بکواس بہت بکی پھر عجب اس پر کہ دعویٰ تو یہ کہ مثیل عیسیٰ ہوں اور جس کی مثل بنا اسی کو فحش گالیاں، پروردگار پر بہتان، قرآن شریف پر اعتراض، باقی انبیاء کو

بھی اشارے کنائے میں جو دل میں آیا بک دیا۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام اور موجودہ زمانے کے علمائے عظام کو سخت گالیاں بکیں جو اس کی پلید کتابوں میں سے قدرے مسلمانوں کو اس کا حال ظاہر کرنے کے لئے مع نشان صفحات کے بقید تحریر لاتا ہوں ناظرین خود جان لیں گے کہ مرزا مسلمان تھا یا کون؟ اور اس پر اعتقاد اور اس کی متابعت کرنے والا بھی مسلمان ہے یا تابع شیطان اور مغضوب رحمٰن ہے؟

کتاب میں لفظ اقول کے بعد مقولہ اس فقیر کا ہوگا۔

مرزا کی طرف سے پیغمبری کا دعوی

مرزا کی کتاب کے الہاموں کی تعداد پر ہند سے لکھے گئے:

۱......الہام ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ'' ''اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری تابعداری کرو''۔ (بلفظہ صفحہ ۲۳۹، براہین احمدیہ تصنیف مرزا)

اقول: علم کی یہ لیاقت ہے کہ قرآن شریف کی آیت جو رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی اس کو اپنے اوپر جڑ کر الہام ظاہر کر دیا۔ عربی بنا لینا فکر میں نہ آیا ورنہ ضرور ایک آیت عربی کی بنا لیتا۔

۲......اس امیں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لیے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا

۱ لا الہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایہا المسلمون۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حدیث آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قد کان فی مامضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منہم احد فانہ عمر بن الخطاب. اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ و الہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہیں رضی اللہ عنہ (رواہ احمد و البخاری عن ابی ہریرۃ، و احمد، و مسلم، و الترمذی، و النسائی عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فاروق اعظم نے تو نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف یہ ارشاد آیا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب. اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا۔ (رواہ احمد و الترمذی و الحاکم عن عقبۃ بن عامر و الطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے (جاری)

ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ (بلفظہ توضیح مرام صفحہ ۱۸، مرزا کی کتاب)

۳......مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی۔

(بلفظہ ابتدا صفحہ ٹائٹل پیج ازالہ اوہام)

اقول: اگر کوئی کہے کہ میں پیغمبر ہوں یا رسول اللہ ہوں اور ارادہ اسکا خدا کے رسول ہونے کا ہے تو کافر ہوگا۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۱۲۶)

ناظرین! بانصاف خود جان لیں کہ مرزا پیغمبری کا دعویٰ کرنے سے کون ہوا مسلمان ہوا یا کافر؟

۴......مجھ کو قادیان والوں نے نہایت تنگ کیا ہے جس سے کہ میں یہاں سے ہجرت کروں گا۔ میرے روحانی بھائی مسیح (یعنی عیسیٰ) کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ (بلفظہ، صفحہ ابتدائی ج، مرزا کا شحنۂ حق)

فقیر صاحب تیغ کہتا ہے کہ ہجرت کے بارے میں پیشگوئی تو کر بیٹھے مگر کہیں ہجرت نصیب نہ ہوئی بلکہ باوجود ہزارہا روپیہ کے حج کو بھی نہ گیا اور اتنا بڑا فرض ترک کر کے قبر میں جا بسا۔ جس کی نسبت رب العزۃ نے فرمایا کہ اس گھر کا حج ہر استطاعت والے پر فرض ہے ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے''۔

اور حدیث میں فرمایا جو باوصف استطاعت حج نہ کرے فیمت ان شاء

(بقیہ) نہ محدث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہو گیا۔ الا لعنۃ اللہ علی الکذبین. منہ عفی عنہ ناقلا عن بعض تصنیفات عالم اہل السنۃ و الجماعۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ مولانا البریلوی الشیخ احمد رضا خان رضی عنہ الرب السبحان۔

یھودیا وان شاء نصرانیا. وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔ معلوم نہیں کہ اس حدیث کے حکم سے مرزا یہودی ہو کر مرا یا نصرانی ہو کر؟ ظاہر اول ہے کہ مسیح علیہ السلام کو گالیاں دینا یہود کا کام ہے۔ جب جھوٹے دعاوی پیغمبری اور طرح طرح کے مکر و فریب کر کے پختہ دالان بنایا تھا تو خود تو ہجرت کر کے جانا درکنار تھا اگر کوئی باندھ کر نکالتا جب بھی نہ نکلتا یہ بھی ایک مکر کی بات تھی کہ میں ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔

۵.....خداتعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۵۲۳، ازالۂ اوہام، مرزا کی کتاب)

اقول: اس سے معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ جو مرزا کی تصنیف ہے وہ خدا کا کلام ہے (نعوذ باللہ) اور یہ کہ مرزا نبی ہے (معاذ اللہ)۔

۶.....ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۵۶۹، ازالۂ اوہام)

اقول: پس مرزا نبی مرسل بنا مگر ناقص نبی دم کٹا ابتر۔ انبیاء میں ناقص آج ہی سنا۔ طرفہ یہ کہ نبوت میں ناقص اور رسول پورا ہے۔ حالانکہ رسول نبی سے مساوی یا اعلیٰ ہوتا ہے۔

۷.....خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا اور مثیل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا، پھر مثیل موسیٰ کہا، پھر مثیل ابرہیم کہا، پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔

(بلفظہ صفحہ ۲۵۳، ازالۂ اوہام، مرزا کی کتاب)

فقیر کہتا ہے کہ مشہور تو یہ کیا ہوا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور اب تو شوق میں آکر سب پیغمبروں کے مثیل بن گئے اور احمد بننے میں مثیل کی بھی قید نہ رہی خود احمد ہو گئے الا لعنة الله علی الکذبین۔

۸.....پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خداتعالیٰ کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (بلفظہ صفحہ ۴۱۳۔۴۱۴، ازالۂ اوہام)

فقیر کہتا ہے کہ کیا نشانی پائی گئی خاک بھی نہیں بلکہ جب سے دعویٰ پیغمبری کا شروع کیا الٹا طاعون اور روز بروز تباہی ہی ہوتی گئی۔

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

پس مرزا کاذب ہے۔

۹.....چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے اس لیے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔

(بلفظہ صفحہ ۴۵۶، ازالۂ اوہام)

اقول: مسیح اور آدم علیہما السلام میں تو یہ مماثلت پائی گئی کہ آدم علیہ السلام بے ماں باپ دونوں کے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام سے مرزا کو کیا مماثلت ہے۔ جن جن کے مثیل بنے ان کے ساتھ مثلیت کی وجہ قلب شریف ہی میں رکھی رہ گئی اور پھر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مرزا کی مماثلت کیا؟ ان دونوں حضرات کے باپ نہ تھے اور مرزا کا باپ تھا۔ دونوں کے معجزات بینات تھے مرزا کا کیا معجزہ ہے؟ البتہ طلسمات کی کتابوں میں سے کوئی شعبدہ سیکھ کر گاؤں والوں کو فریب دے دینا (نعوذ باللہ ایسی مماثلت ہے)۔

۱۰.....ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا) نامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۱۸۷، ازالۂ اوہام)

اقول: سبحان اللہ! آپ کا گروہ سعید ہے فقط جو دو چار اردو خواں اور چند سبزی فروش اور

چند جوگی جولا ہے اور چند تیلی اور چند کشت کار ہیں اور باقی تمام روئے زمین کے مسلمان عرب عجم ہندوستان، پنجاب، بنگالہ وغیرہ وغیرہ ملکوں کے علماء فضلاء بزرگان دین سب کے سب بد بخت اور شقی ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

۱۱......میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (بلفظ صفحہ ۶۳۴، ازالۂ اوہام)

فقیر کہتا ہے کہ یہ الہام تو مرزا کا برعکس ہوا۔ جا بجا لوگ برا ہی کہتے ہیں۔ جہاں تک کوئی نام مرزا کا سنتا ہے سوائے گالی اور برے کے ذکر خیر کوئی مسلمان نہیں کرتا۔

۱۲......احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے:
''ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' (بلفظ صفحہ ۶۷۳۔ ازالۂ اوہام)

فقیر کہتا ہے پروردگار نے ایسا اندھا کیا کہ جو آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھی مرزا نے اپنے اوپر لگا دی اور اتنا خیال نہ کیا کہ میرا نام تو غلام احمد ہے، احمد تو نہیں۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سناتا جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے ﷺ۔ ازالہ کے قول ملعون میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی خوشخبری دی گئی ہے وہ (معاذ اللہ) مرزا قادیانی ہے، یہ صاف کفر ہے۔

۱۳......اور یہ آیت: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (بلفظ ۶۷۵)

فقیر کہتا ہے کہ خیال کرو اے مسلمانو! کہ مرزا کذاب نے یہ آیت جو محمد ﷺ

کی شان اور تعریف میں ہے اپنے حق میں بنالی ایسی بناوٹ پر لعنت پڑے اور پڑگئی۔

۱۴......وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز (یعنی مرزا) ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کسی نے کبھی نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس (۱۰) برس سے شائع ہو رہا ہے۔

(بلفظ صفحہ ۶۹۵، ازالۂ اوہام، طبع ۱۳۰۸ھ)

اقول: اگر نیا دعویٰ ہونا دلیل حقانیت ہو تو ابلیس سے پہلے انا خیر منہ کا دعویٰ کسی نے نہ کیا تھا اور اس کا یہ دعویٰ ہزاروں برس سے شائع ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شریک ہونے کا دعویٰ مسیلمہ ملعون سے پہلے کسی نے نہ کیا اور برسوں یہ دعویٰ شائع رہا۔

۱۵......ہر ایک شخص روشنیٔ روحانی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دیکر ایک شخص دنیا میں بھیجا۔ وہ کون ہے؟ یہی ہے جو بول رہا ہے۔ (بلفظ صفحہ ۶۸، ۶۹، ۷، ازالۂ اوہام)

فقیر کہتا ہے کہ ہاں اسی کا نام روشنی ہے جو سیکڑوں علمائے عرب و عجم کو کافر کہہ دیا اور بعض کو اپنا مرید بنا کر ان کو اسلام سے گمراہ کر کے ان کی نمازیں اور روزے سارے برباد کر دیئے۔ تف ایسی روشنی پر۔ ایسے کفر اور ظلمت کو روحانی روشنی کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا کفر بر کفر ہے۔

۱۶......حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام

(بلفظ صفحہ ۶۵ رسالہ آریہ دھرم کا اخیر نوٹس مؤلفہ مرزا قادیانی)

ع اپنے منہ آپ ہی میاں مٹھو

شعر کون سنتا ہے کہانی تیری پھر وہ بھی زبانی تیری

اب مرزا کے رسالہ ''انجام آتھم'' میں جو واہیات اور کفریات ہیں ناظرین بانصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اپنے دل جاہل کی تراشیدہ باتوں کو پروردگار کے الہام کہتا ہے۔

۱۷......اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔ (بلفظہ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ جو کہے کہ پروردگار کا نام پورا اور کامل نہیں ہوا کافر ہے۔ اور اللہ کے نام کے پورا ہونے سے پہلے میرا نام پورا ہوگا یہ بھی کفر ہے۔ پروردگار مستجمع جمیع صفات کمال نہ رہا۔ (معاذ اللہ)

۱۸......تیری شان عجیب ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۲، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے بے شک عجیب ہے جو روپیہ کمانے کے لئے دغابازی اور کذب اور فریب بازی کو پیشہ بنائے پھر ان ناپاکیوں پر نبی و رسول بنے۔

۱۹......میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ (صفحہ ۵۲ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کیا چن لے گا جس کی باتیں اللہ تعالیٰ کے خلاف ہوں اللہ کے رسولوں کو گالیاں دیتا ہو۔

۲۰......پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (بلفظہ صفحہ ۵۳، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کو معراج کا انکار تھا مگر اب چونکہ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا﴾ آخر تک یہ آیت دوبارہ مرزا کے حق میں نازل ہوئی ہے لہٰذا معراج کا شوق ہوا۔ بیچارے کا حافظہ بڑا نکما ہے آگے کی بات یاد نہیں رہتی کہ میں نے پہلے اس سے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

۲۱......تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ (صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ جھوٹا الہام ہے اگر پروردگار کے ساتھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن شریف پر اعتراض نہ کرتا، اللہ تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام کو برا نہ کہتا، شریعت نبوی پر ثابت قدم رہتا، ہاں بایں معنی مراد کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے پیدا ہوا ابلیس بھی

ہے اور مرزا بھی۔

۲۲......میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا (صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

اقول: دوسرا بھائی ان سے بھی بڑھ کر بھنگیوں چوہڑیوں کا امام اور پیغمبر بنے۔

۲۳......تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔

(صفحہ ۵۹، انجام آتھم)

اقول: لعنة الله على الكذبين۔

۲۴......ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا) پر سلام۔ (صفحہ ۶۰، انجام آتھم)

اقول: اب پھر ابراہیم علیہ السلام بن بیٹھا بننے کا شوق چرایا۔

۲۵......اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔ (صفحہ ۶۱، انجام آتھم)

اقول: اب نوح پیغمبر بنا۔

۲۶......جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہے۔ (صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

اقول: خدا سے اگر مراد شیطان ہے جو مرزا کو وحی بھیجتا ہے تو ضرور سچ ہے بے شک اس سے بیعت کرنیوالے کے ہاتھ پر شیطان کا ہاتھ ہے۔

۲۷......وما ارسلنک الا رحمة للعلمین "تجھ کو تمام جہاں کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔" (صفحہ ۷۸، انجام آتھم)

اقول: رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو آیت تھی اپنے اوپر جمالی۔ اللہ کی لعنت کہہ کر نہیں آتی۔ لطف یہ ہے کہ مرزا کو آیت کے اپنے اوپر انزال کا تو بہت شوق ہے اور بیچارے کو عربی کی لیاقت نہیں لہٰذا قرآن شریف سے کوئی نہ کوئی آیت لیکر کہہ دیتا ہے کہ مجھ کو الہام ہوا ہے۔

۲۸......انی مرسلک الی قوم المفسدین. ''میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔'' (صفحہ ۷۹، انجام آتھم)

اقول: سب روئے زمین کے لوگ مرزا کے آنے سے پہلے مفسد اور فتنہ باز اور گمراہ تھے۔

(نعوذ باللہ من ذلک القول)

۲۹......مجھ کو خدا نے قائم کیا، مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔ (صفحہ ۱۱۳، انجام آتھم)

اقول: اس کا جواب قرآن مجید دے چکا ہے کہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۝﴾ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا کہا مجھے وحی ہوئی حالانکہ اسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی اور جس نے کہا اب میں اتارتا ہوں جیسا اللہ نے اتارا اور کہیں تم دیکھو جب یہ ظالم موت کی بیہوشیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ان سے کہہ رہے ہیں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا ذلت کا عذاب سزا اس کی کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور اس کی نشانیوں سے تکبر کرتے تھے''۔

اس آیت کریمہ کا جملہ جملہ قادیانی پر صادق ہے اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اس نے مجھے نبی کیا اور میرا یہ نام رکھا اور میرے حق میں یہ یہ کہا اور اس نے وحی کا ادعا کیا حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ آئی۔ اور اس نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کو اللہ کا کلام بتایا تو اللہ کے اتارے کے مثل اتارنے کا مدعی ہوا۔ اور اس نے اللہ کی نشانیوں سے جو اس نے اپنے

بلند ہے اور سچے رسول عیسیٰ مسیح کو عطا فرمائیں تکبر کیا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو عیسیٰ سے کم نہ رہتا تو بتصریح قرآن وہ کافر ہوا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

۳۰......خدا کی روح میرے میں باتیں کرتی ہے (صفحہ ۱۶۷، انجام آتھم)

اقول: سبحان اللہ! کیا کہنا جب مسیح روح اللہ کے مثیل ہوئے تو خدا کی روح مرزا میں کیسے باتیں نہ کرے گی۔ یہ وہی کفر ہے۔

۳۱......جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

(صفحہ ۳۶، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ سوا مرزا کے مریدوں کے جس قدر مسلمان روئے زمین کے ہیں مرزا کو بے عزتی سے دیکھتے ہیں اور قبول نہیں کرتے تو مرزا اور اس کے مریدوں کے نزدیک معاذ اللہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو بے عزت کیا اور قبول نہ کیا اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں پس سارے مسلمان کافر ہوئے (معاذ اللہ)۔ اور یہ مسئلہ علم عقائد کا ہے کہ جو شخص ساری امت مرحومہ کو کافر جانے وہ خود کافر ہے تو مرزا اور اس کے مرید سب کافر ہوئے۔

۳۲......خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں پس ضرور ہے کہ بموجب آیت کریمہ ''کتب اللہ لاغلبن ورسلی'' میری فتح ہو۔

(بلفظہ صفحہ ۵۸، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ (الحمد للہ) بالکل برعکس ہوا۔ مرزا کو خود لاہور لدھیانہ وغیرہ مباحث کی قرارداد جگہوں سے مشہور شکست ہوئی، اعتراضوں کے جوابات نہ دے سکا اور شرمندہ ہو کا ہاں ایسی فتوحات مرزا کو ضرور ہوئیں، جیسے مشہور ہے کہ ماہ رمضان میں ایک بار

مرزا امرتسر کو گیا وعظ کے وقت تمام ہندو و مسلمان وغیرہ مذاہب کے لوگ جمع ہوئے مرزا نے دن میں شربت کا گلاس پی لیا۔ لوگوں نے گالیاں دینا اور تالیاں بجانا اور کلوخ مارنا شروع کیا۔ مرزا بڑی دقت سے بگھی میں سوار ہو کر بھاگا۔ سواری کے جانور اور بگھی کو بھی نقصان پہنچا اور اس قدر جوتے برسے کہ بگھی کے اندر تمام جوتے ہی تھے پس اب وہ ضرور لا ضرور ہو گیا اگر اللہ کا رسول ہوتا تو بے شک غالب ہوتا اور فتح پاتا مگر کذاب تھا لہٰذا مردود و مطرود ہی رہا۔

۳۳...... میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

(بلفظہ صفحہ ۵۷ و ۲۲، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ خدا کا نشان تو کوئی دیکھا نہ گیا البتہ شیطان کے نشان مرزا پر ہمیشہ جھڑتے رہے۔

۳۴...... ''دافع البلاء'' صفحہ ۶، سطر ۱۹ میں مرزا لکھتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انت منی بمنزلة اولادی. انت منی وانا منک ''تو اے غلام احمد میری اولاد کی جگہ ہے۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔

اقول: اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔ یہ کیسا ملعون کلام ہے :

کلام کنب ازول بافدو میخواند الہامش ہم ابن اللہ شدست وہم رہ حق می نہدنامش
خود او گمراہ شدہ ست و خلق را ہم میکند گمراہ کسی کو پیروش باشد نہ بینم نیک انجامش

۳۵...... تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۵، انجام)

اقول: پانی اور آگ ہر چیز اللہ کی ہے۔ یوں تو تمام جاندار اللہ ہی کے پانی سے ہیں ﴿مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾، اس میں تو کوئی تعریف نہ تھی۔ ظاہراً مرزا نے پانی سے نطفہ مراد

لیا۔ کیونکہ مثیل عیسیٰ بنا تو خدا کا بیٹا بھی بننا ضرور ہوا اور مرزا اپنا الہام بتا ہی چکا ہے کہ تو بمنزلہ میری اولاد کے ہے اب یہ نصرانیت سے بھی لاکھوں درجے بدتر کفر ہے۔ نصرانی بھی خدا کا بیٹا یوں نہیں مانتے۔

۳۶...... خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۵، انجام آتھم)

اقول: ہاں دیکھو نا کیسی تعریف کی جس کا بیان ابھی نمبر ۲۹ میں گزرا۔ مرزا کے کفریات اس کے رسالہ ''دافع البلاء'' سے مسلمان لوگ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷...... چار سال ہوئے کہ میں نے پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنیوالی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

(بلفظہ ملتقطا صفحہ ۵، معیار)

فقیر کہتا ہے کہ اس وقت قادیان میں طاعون نہ تھا۔ مرزا کو اس کے ابلیس نے دھوکا دیا دعوی کر بیٹھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا اللہ واحد قہار نے مرزا کذاب کا کذب ظاہر کیا قادیان میں طاعون آیا۔ اس وقت مرزا بات کو پھیر کر کہنے لگا کہ میری مراد یہ تھی کہ طاعون جارف نہ آئے گا جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ مرزا کا قاعدہ تھا کہ غیب کی باتیں اور کفریات بکتا تھا جب اس کے خلاف ثابت ہونے پر لوگ گرفت کرتے تو جھوٹی تاویل سے کام لیتا۔

اعلان: مرزا کو نیچے حصے کے بدن میں بیماری ذیابیطس یعنی پیشاب کے جاری ہونے کی اور اسہال کی بیماری تھی اور اوپر کے بدن میں دوران سر تھا۔ دعوی عیسویت کا اور خود مرضوں میں

ایسا جتلارہ کر اسفل اور اعلیٰ کے ہزار ہا مکروہات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی میں جا ملے۔

ع ''مژدہ باد ای مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہیں''

۳۸......اے عیسائی مشنریو! اب ''ربنا المسیح'' مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۱۳، معیار)

اقول: دیکھو مسلمانو انصاف کرو کہ پروردگار کے اولوالعزم پیغمبر سے اپنے آپ کو بڑھ کر کہتا ہے۔ جو ماوشما ہو کر پیغمبر سے بڑا ہونا چاہتا ہے وہ کیسا مسلمان ہے؟ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجے کو کبھی نہیں پہنچتا۔ یہ صاف کفر ہے۔ اس مضمون پر بیسیوں علمائے عرب وعجم نے کفر کے فتوے مرزا پر دیے ہیں۔

۳۹......خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۱۴، معیار)

اقول: پیغمبر سے اپنے آپ کو اعلیٰ جاننا صاف کفر ہے۔

۴۰......نصاریٰ کو خطاب کر کے کہتا ہے ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح بن مریم کو در حقیقت سچا شفیع اور منجی قرار دیتے ہیں تو قادیان کے مقابل میں آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے شہروں میں سے نام لے دیں کہ فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہے گا۔ (بلفظہ ۱۴، معیار)

اقول: اول تو اپنی نجاست گاہ کا مامون ہونا اس بنا پر کہا تھا کہ وہ رسول کی تخت گاہ ہے تو اس کے مقابل نصاریٰ سے پنجاب کے کسی شہر کی حفاظت چاہنا کیسی بیہودہ وبے معنی بات ہے۔ مرزا کے گمان باطل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے شفیع نہ تھے بلکہ جھوٹا سفارشی تھا یہ پیغمبر کو عیب لگانا ہے اور اسی کو سب اور شتم کہتے ہیں جو باتفاق علماء کفر ہے۔ اور پیغمبروں کو گالی دینے والے، عیب لگانے والوں کی توبہ ہی قبول نہیں نزدیک اکثر فقہاء کے۔

(درمختار، بزازیہ، بحرالرائق وغیرہ)

۴۱......اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہاں میں کیونکر شفاعت کرے گا۔ (بلفظہ صفحہ ۱۴، معیار)

اقول: عقل کا اندھا تھا بھلا اگر نصاریٰ کی کوئی دعا قبول نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام بروز قیامت سفارش نہ کریں گے۔ دیکھو پیغمبر خدا کو کیسا نکما اور بے قدر جانتا ہے کہ بروز حشر صالح عالم بھی شفاعت کریں گے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مولویوں سے بھی گزر گئے جو سفارش ہی نہ کر سکیں گے۔ (نعوذ باللہ من ذلک الکفر)

۴۲......اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلے کے لیے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے تا کہ کسی طرح حضرت مسیح بن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنا دیں۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: اس ملعون تحریر سے یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے وہ مشرک اور کافر ہیں۔ یہ حکم سارے علمائے دین بلکہ تابعین، بلکہ صحابہ بلکہ خود رسول ﷺ پر بھی ہو گیا، کیونکہ اگر حدیث شریف میں نہ ہوتا اور صحابہ وغیرہ علمائے متقدمین روایت نہ کرتے تو ہم کیسے جانتے۔ اب خود جان لوگے کہ مرزا کون تھا؟ اور

خاتم الانبیاء بنانے کا بہتان علماء پر لگا دیا اس کا کون قائل ہے؟ یہ محض افتراء اس مفتری کذاب کا ہے۔

۴۳...... بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جس کو خدا بنا کر قریباً پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں دوبارہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہی مقولہ تھا کہ ''پیران نمی پرند مریدان می پرانند'' اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہوگا؟ کیا اسلام دنیا میں ہوگا؟ لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ (بلفظ الخبیث، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: یہ قول ملعون اسکا صاف حدیث صحیح کے مخالف ہے حضرت ﷺ کی فرمائش میں عیب نکال کر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کے دن کو نحس دن کہنا اور پچاس کروڑ مسلمان کا اس دن مشرک ہونا اور اسلام کا اس دن تباہ ہونا، حدیث شریف کی تکذیب ہے اور لعنۃ اللہ علی الکذبین میں صحابہ کرام اور عام مسلمان کہ آج تک بلکہ اس روز تک نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل اور معتقد ہیں داخل ہو گئے بلکہ لعنتی کو یہ لعنت خود حدیث تک بڑھی الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور ظاہر ہو کہ حدیث صحیح کی رو سے مسلمان سچے ہیں تو مرزا اور مرزائی کاذب ہوئے اور انہیں کے مونھ سے لعنت اللہ تعالیٰ کی انہیں پر آئی۔

۴۴...... جو شخص کشمیر سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ (بلفظ الخبیث، صفحہ ۱۵، معیار)

اقول: یہ تیرے منہ کا ناحق اور ظلم تو جناب رسول ﷺ نے کیا ہے۔ واہ رے مرزا کا اسلام

کہ رسول اللہ ﷺ کو ظالم اور ناحق کہنے والا کہہ دیا۔

اب تحقیق اس امر کی کہ کشمیر میں قبر کس شخص کی ہے اور مرزا نے بے ایمانی کر کے اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی بتایا۔ مصنف رسالہ ''کلمہ فضل رحمانی'' نے جمیع معتبروں کے خطوط جمع کیے ہیں۔ میں بعینہا وہی نقل کر دیتا ہوں۔

منہا خط خواجہ سعید الدین ابن خواجہ ثناء اللہ مرحوم کشمیری ازینجا شروع می شود :

السلام علیکم !

مکاتبہ مسرت طراز بخصوص دریافت کردن کیفیت اصلیت مقبرہ یوز آسف مطابق تواریخ کشمیر در کوچہ خان یار حسب تحریر مرزا کادیانی در زمان سعید رسید باعث خوش وقتی شد آنکہ واضح شد اطلاع میکنم مقبرہ روضہ بل یعنی کوچہ خان یار بلا شک بوقت آمدن از راہ مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبرہ بملاحظہ تاریخ کشمیر نسخہ اصل خواجہ اعظم صاحب دیدہ مرد کہ ہم صاحب کشف وکرامات محقق بودند مقبرہ سید نصیر الدین (قدس سرہ) می باشد۔ وبملاحظہ تاریخ کشمیر معلوم نمی شود کہ آں مقبرہ بمقبرہ یوز آسف مشہور ست۔ چنانچہ مرزا قادیانی نوشتہ بلی ایں قدر معلوم می شود کہ در مقبرہ حضرت سنگ قبری واقع ست آنرا قبر یوز آسف ننوشتہ است بلکہ تحریر فرمودہ اند کہ در محلہ "انزمرہ" مقبرہ یوزاصف واقع ست ای بلفظہ

صاد نه بسین۔ واین محله بوقت آمدن از راه مسجد جامع طرف
راست ست طرف چپ نیست درمیان "آنزمره" وروضه بل یعنی
کوچه خان یار مسافت واقع ست بلکه ناله مار هم درمیان حائل ست
پس فرق بدو وجه معلوم می شود هم فرق لفظی که این نام بصاد ست
وهم فرق معنوی که یوزاسف که مرزا نوشته که در محله خان یار ست
این در محله انزمره است وتغایر مکان بر تغایر مکیں دلالت میکند که
یك شخص در دو جا مدفون بودن ممکن نیست۔ وعبارت تاریخ
خواجه اعظم صاحب این ست حضرت سید نصیر الدین خانیاری از
سادات عالی شان۔ست در زمره مستوری بود بتقریبی ظهور نمود
مقبره میر (قدس سره) در محله خان یار مهبط فیوض وانوار ست ودر
جوار ایشان سنگ قبری واقع شده در عوام مشهور ست که آنجا
پیغمبری آسوده است که در زمان سابقه در کشمیر مبعوث شده بود۔
این مکان بمقام آن پیغمبر معروف ست در کتابی از تواریخ دیده ام
که بعد قضیه دور ودراز حکایتی می نویسد که یکی از سلاطین زادها
براه زهد وتقوی آمده ریاضت وعبادت بسیار کرد وبرسالت مردم
کشمیر مبعوث شده در کشمیر آمده بدعوت خلائق مشغول شده
وبعد رحلت در محله انزمره آسود دران کتاب نام آن پیغمبر
یوزآصف نوشته۔ ازیں عبارت معلوم شد که یوزاصف در محله
انزمره مدفون ست نه در محله کوچه خان یار واین یوزاصف از

سلاطین زادها بوده است۔ واین عبارت مناقض تحریر مرزا کادیانی
ست زیرا که یسوع خود را بکسی از سلاطین منسوب نکرده فقط
والسلام ۱۵ذی قعده ۱۳۱٤ھ۔

دوسرا خط: سید حسن شاہ صاحب کشمیری کا قوله: اطلاع باد چون ارقام کرده
بودید که در شهر سری نگر در ضلع خانیار پیغمبری آسوده است
معلوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شهر
رفته همیں تحقیق شده که پیشتر از دو صد سال شاعری معتبر
وصاحب کشف بوده است۔ نام آن خواجه اعظم یك تاریخ از تصانیف
خود نموده است که دریں شهر درین وقت بسیار معتبر ست۔ دران
همیں عبارت تصنیف ساخته است که در ضلع خان یار میگویند که
پیغمبری آسوده است یوزاصف نام داشته وقبر دوم دران جا ست
از اولاد زین العابدین ؓ سید نصیرالدین خانیاری ست۔ وقدم
رسول درانجاهم موجود ست اکنون درانجا بسیار مرجع اهل تشیع
دارد بهر حال سوائی تاریخ خواجه اعظم صاحب موصوف دیگر
سندی صحیح ندارد والله اعلم۔ انتهی کلامه ۲۲ذی الحجه ۱۳۱٤ھ۔

اور ''غایۃ المقصود'' کا مصنف بعد تحقیق کے لکھتا ہے:

فقیر حقیر هم اکنون در هیچ تاریخی ندیده که قبر حضرت
عیسی در کشمیر نوشته باشند و نه از کدام باشنده معتبر کشمیر این
قول شنیده۔ بلکه تمامی فضلا ورؤسای معتبرین وعوام النا س ملك

کشمیر حلفاً وقسمیه میگویند که حاشا و کلا در کشمیر قبر حضرت
عیسٰی نمی باشد وعلاوه ازین دو خط گز شته بسیار دستخط
ومواهیر بر نبودن قبر حضرت عیسٰی علیه السلام در کشمیر موجودند
چنانچه انجمن نصرة السنة امرتسر در رساله عقائد مرزا درج کرده
در اینجا بعینها درج میکنم اصل شهادت این ست از باشندگان
کشمیر شهر سری نگر که مرزا قادیانی در دعوائ خود که قبر
حضرت عیسٰی علیه السلام در کشمیر ست کاذب ومفری ست ......الخ۔

مفتی واعظ رسول ونعمت اللہ ومحمد شاہ مفتی کوٹھی وارروضہ بل خانیار ومفتی محمد دلاور
شاہ سکنہ خانیار ومفتی محمد شریف ایضا وغلام محمد احمد قادری وغلام مصطفیٰ خانیاری وغلام یٰسین حسن
قادری ومیر یوسف قادری ومفتی یوسف شاہ صاحب ومفتی جلال الدین صاحب ومفتی سعد
الدین صاحب ومفتی سیف الدین صاحب ومفتی ومولوی صدرالدین صاحب ومفتی ضیاء
الدین صاحب واحمد شاہ صاحب ومحمد یوسف شاہ صاحب وغلام محمد صاحب وپیر قمر الدین
صاحب سجادہ نشین وسید کبیر صاحب سجادہ نشین واحسن صاحب بشانی وپیر غلام مصطفیٰ
صاحب تارہ بلی وغلام محمد عاصم صاحب عالیکدلی وپیر علی شاہ صاحب۔

مواہیر خادمان خانقاہ معلی محمد یوسف صاحب وغلام رسول صاحب ہمدانی وسید علی
شاہ صاحب ہمدانی وخلیل بابا صاحب وبابا عبدالکبیر صاحب ہمدانی وسید احمد شاہ صاحب
ہمدانی وسید محی الدین صاحب وعلی بابا صاحب موذن وی اح م د وعبدالمجید صاحب واحمد
صاحب فراش درگاہ ونورالدین نعمت خان صاحب ویوسف ہمدانی سجادہ نشین خانقاہ معلی
ومولوی حسن صاحب تقی خانیاری وسید محی الدین صاحب قادری وغلام علی صاحب ہمدانی۔

مواہیر خادمان مسجد جامع سری نگر کشمیر۔ احمد بابا صاحب خادم مسجد جامع وعبداللہ
بابا صاحب خادم وسید حسن صاحب خادم وعبدالصمد صاحب خادم وغلام رسول صاحب خادم
وسید سکندر صاحب خادم ومولوی سلام الدین صاحب امام مسجد جامع مواہیر خادمان آستان
حضرت مخدوم صاحب شہر سری نگر وغلام الدین صاحب مخدومی ونورالدین صاحب مخدومی
واحمد بابا صاحب مخدومی واسداللہ صاحب مخدومی ونورالدین صاحب مخدومی واحسن اللہ
صاحب مخدومی ومحمد شاہ صاحب مخدومی ومحمد بابا صاحب مخدومی وحفیظ اللہ صاحب مخدومی و
میرک شاہ صاحب مخدومی وصدیق اللہ صاحب مخدومی۔

مواہیر حضرت خاندان رفیقیہ سہروردیہ نقشبندیہ سری نگر۔ نظام الدین صاحب
محمد بن محمود صاحب رفیقی وغلام حسین صاحب رفیقی وغلام حمزہ صاحب رفیقی وعبدالسلام
صاحب رفیقی وسیف الدین صاحب رفیقی وعبداللہ صاحب رفیقی ونورالدین صاحب
وشریف الدین صاحب رفیقی وغلام نبی رفیقی ومحمد قاسم صاحب رفیقی وانور رفیقی وعبدالصمد
صاحب رفیقی ومحمد مقبول بن نصیرالدین رفیقی محمد یوسف رفیقی اسلام آبادی وسعدالدین
صاحب رفیقی ومحمد مقبول صاحب رفیقی وعبدالرحمٰن صاحب رفیقی ونورالدین محمد بن محی الدین
صاحب رفیقی وصدرالدین صاحب رفیقی وعبدالاحد صاحب رفیقی ومحمد یوسف صاحب
رفیقی۔

مواہیر خاندان قدیمی سری نگر۔ علی شاہ صاحب قدیمی وغلام محمد صاحب قدیمی
وامیر الدین صاحب قدیمی وغلام محی الدین صاحب قدیمی وغلام حسن صاحب قدیمی و
محمد شاہ صاحب قدیمی ومولوی نورالدین صاحب قدیمی وقمرالدین صاحب قدیمی وغلام
الدین صاحب قدیمی وغلام حسین صاحب قدیمی۔

مواہیر خاندان قرشی سری نگر۔ محمد سعید الدین صاحب قرشی و بدر الدین صاحب قرشی و نظام الدین صاحب قرشی وسعد الدین صاحب قرشی محلہ خانیار و عبد المجید صاحب قرشی و غلام حسن صاحب قرشی تمام شد۔

پس مرزا کا دعوی غلط اور باطل ہوا مرزا نے باری تعالی کے قول ﴿وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ﴾ کو کشمیر بنا کر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے لیے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر تحریف کی۔ معنی اس کلام پاک کے یہ ہیں (اور ٹھکانا دیا ہم نے ان دونوں کو طرف ٹیلے صاحب آرام اور صاف چشمہ دار پانی والے کے) پس ابلیس نے مرزا کو سوجھائی کہ اسے کشمیر گرھ دو کہ کشمیر میں پہاڑ بھی ہیں اور پانی بھی چشمہ دار ہیں اور آرام بھی ہے بوجہ معتدل ہونے آب و ہوا اور میوہ جات کے جیسا کہ عرفی نے کہا ہے کشمیر کی تعریف میں :

ع ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید — گر مرغ کباب ست کہ با بال و پر آید

اگر مرزا ''انجیل متی، باب دوم'' پڑھ لیتا تو اس مغالطے میں نہ پڑتا وہاں لکھا ہے کہ:

''جب دیار مشرق سے مجوسی حضرت مسیح کی زیارت کو آئے اور بادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ میرے ملک میں پیدا ہوا ہے۔ تو اس نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھا اور بچوں کا قتل عام کر ڈالا مگر بادشاہ کے منصوبہ پر خدا پاک کے فرشتے نے حضرت مسیح کے محافظ کو خواب میں اطلاع کر دی اور حکم دیا کہ اٹھ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ساتھ لیکر مصر کو چلا جا اور جب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کے لیے ڈھونڈھنے کو ہے پس وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا اور جب ہیرودیس مرگیا تو پھر

خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا بسا۔ پس وہ ربوہ یا تو مصر میں کوئی مقام تھا یا خود ناصرت کو ربوہ کہا۔

اور تفسیر کشاف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے۔ (دیکھو تفسیر حسینی)

قصبہ ناصرت جس کو مسیح و مریم نے اپنی جائے قرار بنا لیا تھا در اصل ایک پہاڑی پر بسا تھا۔ (لوقا ۲۹/۴) اس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے جو ''چشمہ بتول'' کے نام سے مشہور ہے اور شاید ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا﴾ اسی طرف اشارہ ہے (یعنی بنا دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ)

''تفسیر خازن'' میں ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ ربوہ بیت المقدس ہے اور کعب نے کہا کہ بیت المقدس بہت قریب ہے سب زمینوں سے بطرف آسمان کے بقدر ۱۸ میل کے۔

اور ''تفسیر کبیر'' صفحہ ۱۹۸ طبع مصر، جزء ۲ میں ہے ﴿رُبْوَۃٍ﴾ اور ''رباوہ'' راء کی تین حرکات سے ہے بمعنی بلند زمین کے۔ حضرت قتادہ اور ابو العالیہ نے کہا کہ وہ ایلیاء ہے بیت المقدس کی زمین، ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ ہے، کلبی اور ابن زید نے کہا کہ یہ رملہ مصر میں ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ وہ ''ربوۃ'' دمشق ہے اور مقاتل اور ضحاک نے کہا کہ ھی غوطة دمشق یعنی دمشق کی فراز زمین۔

''تفسیر حسینی'' میں ہے کہ بی بی مریم اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ جس کو یوسف نجار کہتے تھے ماثان کا بیٹا، بارہ سال اس ربوہ میں مقیم رہیں اور چرخہ کات کر اس کی مزدوری سے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلاتی تھیں۔

اب ایک اور حدیث سن لو اور گریبان میں سر ڈال لو۔ سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر انتقال فرمایا ہے اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے اگرچہ صحیح پتا معلوم نہیں اور توریت شریف کے آخر باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ لگا باوجودیکہ اس قبر کا پتا لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی، تو بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس قبر کا پتا ہے اور بتلا دیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے تلے ہے، صحیح مسلم میں فضائل موسیٰ میں ہے (قبره الى جانب الطريق تحت الكثيب الاحمر) پھر کیوں حضرت مسیح کی قبر کا پتا آنحضرت ﷺ نہ بتلا دیتے جس کا صرف پتا ہی لوگوں کو نہ معلوم تھا بلکہ جس کے وجود کا لوگوں کو گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ اور جو بقول مرزا ایک ایسی اہم اور ضروری بات تھی جس کے فاش ہو جانے سے دین عیسائی مٹ جاتا اور صدیوں کے عیسائی چند روز میں کُل کے کُل مسلمان ہو جاتے۔ شاید کہ مرزا کی معلومات جناب رسول ﷺ سے بھی بہت بڑی ہیں جن کے غلام ہونے کا مرزا کو فخر حاصل ہے۔ رسول ﷺ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتا نہ بتایا اور معاذ اللہ اتنی بڑی فروگزاشت کی مگر مرزا نے تیرہ سو برس کی اتری ہوئی آیت کریمہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کی تکذیب کر کے اب دین کی تکمیل کی۔ ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم.

۴۵..... خدا تو پابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ انتہی بلفظہ الخبیث الملعون۔

اقول: اس میں دو صریح خبیث نجس کفر ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو عاجز بتانا کہ کسی طرح نہیں لاسکتا۔ دوسرے رسول اولوالعزم مرسل کو فتنہ گر اور تباہ کن کہنا۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو بوجہ اس کے فتنے کے نہیں لاسکتا، مگر مرزا کو دنیا میں لایا جو ایسا فتنہ باز کہ کسی ایک شخص کو حتی کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ اصحاب کو بلکہ حضور پرنور ﷺ کو بھی گالیوں سے خالی نہ چھوڑا کسی کو مشرک، کسی کو ملعون، کسی کو کیا، کسی کو کیا کہہ دیا۔

۴۶..... اب خدا کہتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔ شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(انتہی بلفظہ الخبیث)

اقول: اس بیت خبیث کے سبب سے فاضل بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ مولانا اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی کتاب مستطاب ''حسام الحرمین'' میں حکم کفر وارتداد فرمایا جس کی خطیت کی وجہ سے علمائے مکہ و مدینہ زادهما الله شرفا و كرامة. وغیرہ کے نامی نامی بزرگان دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کر دیں جن حضرات کی تعداد چالیس (۴۰) تک ہے۔

۴۷..... ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا، واللہ اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔ (بلفظہ الخبیث)

فقیر کہتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے پیغمبروں میں سے جو اولوالعزم ہیں ان کی صرف اتنی قدر مرزا کے یہاں ہے کہ وہ ایک راست باز آدمی تھا فقط ایک نیک قسم کا آدمی تھا وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو خلاصی ملنے کا سبب ہو سکے۔ ہاں حقیقی نجات دینے والا اب قادیانی ہے جیسا کہ وہ خود بکتا ہے کہ:

''حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر

خاکسار غلام احمد''۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۲۵، معیار)

۴۹......عیسیٰ کامل شریعت نہ لایا تھا......الخ۔ (دافع البلاء ٹائیٹل پیج مرزا کی کتاب، صفحہ۴)

اقول: اب تو پروردگار کی شریعت بھی ناتمام اور ناقص ہوگئی اس سے خبیث تر اور کفر کیا ہے؟

۵۰......مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ یعنی یحییٰ شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام ''حصور'' رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

۵۱......اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ ضمیمہ ''انجام آتھم''، صفحہ ۷ میں اس طرح لکھا آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔ (بلفظہ الخبیث)

اس رسالہ میں تو صفحہ ۴ سے ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں، اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ بن مریم کو نادان، اسرائیلی، شریر، مکار، بدعقل، زنانے خیال والا، فحش گو، بدزبان، کٹیل، جھوٹا، چور، علمی عملی قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا، گندی گالیاں دینے والا، بدقسمت، نرا فریبی، پیرو شیطان وغیرہ وغیرہ خطاب اس

قادیانی دجال نے دیئے۔ (قہر الدیان از مولانا صاحب فاضل بریلوی مد فیضہ)

اقول: اے مسلمانو ذرا خیال کرو کہ یہ بکواس مرزا قادیانی کا کیسا برا ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور جمیع مسلمانوں سے کچھ شرم و حیا نہیں کرتا بلکہ اس کو حیا بالکل نہیں ہے اسی کتاب کفر نصاب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:

۵۱......حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔

۵۲......صفحہ ۷ میں لکھا اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو وہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خدائے قہار کا کیسا حلم ہے کہ رسول اللہ کو باحیلہ اور بے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ کیسا ظلم ہے، مسلمانوں کیا پروردگار ایسے ظالم کو اس کی جزا نہ دے گا الا لعنة اللہ علی الظالمین وہ پاک کوآری مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لیے قادیانی شیطانی نے اس کے لیے دادیاں بھی گنا دیں اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں ظاہر ہے کہ دادا، دادی، حقیقی بہنیں، سگے بھائی اسی کے ہوسکتے ہیں جس کے لیے باپ ہو جس کے نطفے سے وہ بنا ہو پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں رہا یہ قرآن عظیم کی تکذیب اور مریم طیبہ طاہرہ کو سخت گالی ہے الا لعنة اللہ علی الکافرین۔

۵۳......وہ مرزا اپنی کتاب ''کشتی ساختہ'' کے صفحہ ۱۶ پر بکتا ہے مسیح تو مسیح میں اس کے

چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ اور خود ہی اُس کے نوٹ میں لکھا۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔ (بلفظ الخبیث)

اقول: دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں ایک بڑھی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنا دیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھے جانے پر اعتماد کیا۔ اللہ واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا وہ جو ایک پادری کی بے معنی زٹل سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

۵۴...... ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۳ پر صاف بک دیا کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔

۵۵...... بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ (بلفظ الخبیث)

اقول: یہاں پر تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف پر بھی اعتراض جڑ دیا وہ قرآن ایسی بات بتا رہا ہے کہ جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

ع   آفریں بر دست و بر بازوئے تو

۵۶ و ۵۷...... نیز اسی صفحہ پر لکھا ہے کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔ ان کی اکثر پیشینگوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔

اقول: یہ بھی صراحۃً نبوت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے۔

۵۸...... کیونکہ قادیانی اپنی کتاب پُر عتاب ''کشتی ساختہ'' صفحہ ۵ پر بکتا ہے ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں ٹل جائیں۔ اور دافع الوساوس، صفحہ ۳ پر بکتا ہے کسی انسان کا اپنی پیشینگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ ''ضمیمہ انجام آتھم، صفحہ ۲۷'' پر بکا ''کیا

اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا'' صفحہ ۷ اپنی کتاب ''کشتی ساختہ'' میں بکتا ہے کہ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہوا سے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔

فقیر کہتا ہے کہ مرزا نے اپنے لیے تو یہ عزت ثابت کر لی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے سوائے رسوائی کے کوئی عزت نہیں جو جو پیشینگوئیاں مرزا کی خلاف اور غیر صادقہ نکلیں اور مرزا ایمان رکھتا تو شرمندہ ہوتا مگر بے ایمان کو شرم کہاں، میں ہی دو چار سنائے دیتا ہوں۔

۱...... عبداللہ آتھم کی نسبت موت کی پیشگوئی کر کے سخت جھوٹا ہوا۔

۲...... ایک مولوی کی نسبت اشتہار میں شائع کر دیا کہ اگر میں سچا ہوں تو میرے سامنے وہ مر جائے گا اور امید ہے کہ میرا پروردگار ایسا ہی کرے گا پس وہ تو زندہ رہا اور خود مرزا مر گیا اس کے جھوٹے ہونے پر یہی اس کے دو فیصلے دعا کے شاہد ہیں مگر مرزائی اس کو خیال نہیں کرتے۔

۳...... مرزا نے ایک الہام اشتہار میں چھاپ دیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی کا نکاح میرے ساتھ ہوگا لڑکی کے اولیاء کو نا منظور ہوا تو مرزا نے چند لطائف الحیل طمع وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا وہ راضی نہ ہوئے۔ بعدۂ مرزا احمد بیگ کے رشتہ داروں کو خط لکھے کہ تم لوگ اس امر کی کوشش کرو ورنہ میں سخت شرمندہ ہو جاؤں گا جب ادھر سے بھی کام نہ چلا تو مرزا کے چھوٹے بیٹے فضل احمد کے نکاح میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ زادی مسماۃ عزت بی بی تھی اس کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے ماموں مرزا احمد بیگ سے کہہ کر اس کی

بیٹی محمدی کا نکاح میرے ساتھ نہیں کرواؤ گی تو جس روز کہ محمدی کا نکاح کسی غیر سے ہوا اسی روز تم کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوادوں گا۔ بعدہٗ عزت بی بی نے اپنے والدین اور ماموں کو لکھا مگر خدا کو تو اسے جھوٹا کرنا تھا انہوں نے کذاب کی ایک نہ سنی اور بڑے زور شور کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوگیا۔ اب اس نے اپنے بیٹے فضل احمد سے کہا کہ تم اپنی عورت عزت بی بی کو طلاق دیدو اس نے انکار کیا اور مرزا نے اس کو عاق کر کے ورثے سے محروم کر دیا جس کا پورا قصہ دلچسپ ''کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی'' میں ہے۔ اس قصہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خوب شہوتی اور نفسانی تھا اور کس قدر ذلت اس کو خلاف ثابت ہونے پر ہوئی۔

۴.....مرزا نے دعا کی تھی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا بجائے اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔

۵.....پھر الہام ہوا کہ اب کی بار ضرور لڑکا ہوگا کہ جس سے قومیں برکت پائیں گی زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا تب لڑکا تو ہوا لیکن سولہ (۱۶) ماہ کا ہو کر گمنام اور بے برکت مر گیا اور اپنے باپ ملہم کو کاذب بنا کر الٹا داغ جگر پر دھر گیا۔

۶.....مرزا کا الہام کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ (صفحہ۱۳۴، ازالہ) اس کے برعکس ہوا، سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوئی لوگوں کے دلوں میں غایت شدت کی دشمنی پڑگئی۔ اگر اسی کا نام عزت و محبت ہے تو یہ مرتبہ مرزا سے بدرجہا بڑھ کر ابلیس کو حاصل ہے۔ یہ پیشگوئیاں اس کی مشتی نمونہ خرواری کا مضمون ہے۔ اگر پوری پیشگوئیاں جو غلط نکلی ہیں بیان ہوں تو دفتر

ان جائے۔

۵۹.....کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ ''اربعین''، نمبر۲، صفحہ۱۳ پر مرزا نے بکا۔

فقیر کہتا ہے کہ جو اولوالعزم مرسلین میں سے تھے وہ کامل مہدی نہ ہوئے اور ایک مکار غدار، بے شرع، تارک الصلوٰۃ، تارک الصوم، تارک الحج، شہوانی نفسانی شیطانی خیالات والا کامل مہدی ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام جبکہ اس کمبخت کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تھا تو مہدی کیسے ہوتا جیسے کہ اسے مرزا نے اپنی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' کے صفحہ۱۲، ۱۳ پر صاف طور پر بک دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا۔

۶۰.....**لو قدر اللہ رجوع عیسٰی الذی ہو من الیہود لرجع العزۃ الی تلک القوم۔**

اقول: یہ تو ظاہر بات ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے، نسب کا نام نہیں ہے۔ کیا مرزا جو پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔ اے مسلمانو! اب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عدو اللہ اور عدو الرسول نے صاف کافر کہہ دیا اب تو کچھ باقی نہ چھوڑا وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے کہ عیسیٰ کافر تھا بلکہ اس معظم نبی کے کفر کے مقدمات متفرق کر کے لکھے، دیکھو اپنی کتاب پُر عذاب ''کشتی ساختہ'' کے صفحہ۱۸ پر بکتا ہے۔

۶۱.....جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ (بلفظہ الخبیث)

اقول: دیکھو! کیسا صاف بک دیا کہ جس کو خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اس کو خدا پر ایمان نہ تھا۔ اور کیا کافر کہنے کے سر پر سینگ ہوتے

ہیں۔ الا لعنة الله علی الظالمین۔ مگر الحمد للہ خدا نے آفتاب کی طرح سارے زمانہ کو دکھا دیا کہ مرزا ہی ہمیشہ رسوا ہوا۔ کیا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ خدا سے کافر تھا رسولوں سے کافر تھا۔ الا لعنة الله علی الکافرین۔

۶۲..... احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳)

اقول: دیکھو! وہ ظاہر باہر معجزہ جس کو قرآن عظیم نے تعظیم کے ساتھ بیان کیا اور آیت اللہ ٹھہرایا۔ قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ پھر اسے ازالۂ اوہام، صفحہ۴ میں بکتا ہے۔

۶۳..... ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ (بلفظہ الخبیث)

فقیر کہتا ہے کہ یہ کہہ کر (کہ کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا) تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کر دیا۔

۶۴..... پھر صفحہ ۴ و ۵ میں بک دیا، زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

اقول: یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود ہی معجزے سے منکر تھے رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآن عظیم کی صاف تکذیب ہے قرآن پاک تو مسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ ﴿اَنِّیْ

قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ[1] وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ[2] الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتے ہیں اور میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مُردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے ہو بے شک اس میں تمہارے لیے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو'' ﴿وَجِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات

---

[1] تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس (۵۰۰۰۰) ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعا ہی کیا کرتے تھے۔ امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یا حی یاقیوم کے لفظ سے مردہ کو زندہ کرتے تھے مگر یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میرے رسول ہونے پر ایمان لانا ہوگا۔ منہ ۱۲

[2] جو جو لوگ زندہ ہوئے ہیں ان میں سے ابن عباس نے چار شخص ذکر کیے ہیں۔ عازر، پیرزن کا بیٹا اور عاشر کی بیٹی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام۔ سوائے سام بن نوح کے سب کے سب دنیا میں زندہ رہے اور ان کی اولاد ہوئی۔ بعد مر جانے عازر کے اس کی ہمشیرہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہا کہ تمہارا دوست عازر فوت ہو گیا ہے پس تین دن کا راستہ طے کر کے گئے دیکھا تو وہ مر گیا تھا اس کی قبر پر جا کر دعا کی عازر زندہ ہوا اور اس کی اولاد بھی ہوئی اور ابن العجوز یعنی بوڑھیا کا بیٹا کہ وہ مرا ہوا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور دعا کی پس وہ اپنی چارپائی پر اٹھ بیٹھا اور لوگوں نے اس کو اپنے کاندھوں سے اتارا اور اس نے کفن اتار کر اپنے کپڑے پہن لیے اور مکان میں آیا اور زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد بھی ہوئی اور عاشر کی بیٹی یعنی ایک شخص لوگوں سے عشر لیا کرتا تھا اس کی بیٹی مر گئی اور عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی پس وہ زندہ ہو گئی اور اس کی اولاد بھی ہو گئی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی پس وہ قبر سے نکلے اور آدھا سر انکا سفید ہو گیا تھا بوجہ خوف قیامت کے اور حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کیا قیامت ہو گئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لیے دعا کی ہے پھر ان سے مر جانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مروں مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔ (تفسیر لباب التاویل، ج ۱ صفحہ ۲۲۸)

لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو''۔ اور مرزا قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے کہ ان کو اپنے معجزات سے انکار ہے۔ کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن پاک کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے بخدا ضرور کافر ہے۔ (قهر الديان على مرتد بقاديان، للفاضل البريلوى الشيخ احمد رضا خان مجدد المائة الحاضرة)

۶۵...... اسی قادیانی نے ''ازالہ شیطانی'' میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ تک تو پیٹ بھر کر رسول اللہ وکلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ وکلام اللہ سے وہ مسخرگیاں کیں جن کی حد ونہایت نہیں صاف بک دیا کہ جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ بھی کر لیتے تھے اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

۶۶...... بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ عمدے ہیں۔

۶۷...... وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا۔

۶۸...... عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی یعنی مستری کے ساتھ لکڑی لوہے کا کام کیا تھا۔

۶۹...... اس سے یہ کلیں بنانا آگئیں تھیں۔

۷۰...... عیسیٰ کی سب چالاکی مسمریزم سے تھی۔

۷۱...... وہ جھوٹی رونق تھی۔

۷۲...... سب کھیل تھا لہو ولعب تھا۔

۷۳...... سامری جادوگر کے گوسالے کی مانند تھا۔

۷۴...... بہت مکروہ اور

۷۵...... قابل نفرت کام تھے۔

۷۶...... اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

۷۷...... عیسیٰ ہدایت کرنے میں بہت ضعیف۔

۷۸...... اور نکما تھا۔

وہ ناپاک عبارات مزخرفات یہ ہیں: انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر وعقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر۔ دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا معجزہ ﴿صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ﴾ بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھاتے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔ سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں حال کے زمانے میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دُم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال

نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب
یعنی مسمریزم کے طریق سے بطریق لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ مسمریزم
میں ایسے ایسے عجائبات ہیں۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند
بنا کر پرواز کرتا دکھائے کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک
انتہا ہے۔ سلب امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے ہر زمانے میں ایسے لوگ
ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج، مبروص
ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی، محی
الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے
ہیں اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ بحکم الٰہی اس عمل مسمریزم میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھنا
چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز
اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا اس عمل
کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی تاثیروں
میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو مسیح
جسمانی بیماریوں کو اس عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت و توحید اور
دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام
رہے جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات، جھوٹی جھلک نمودار
ہو جاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے
پھونک میں وہی قوت ہو جائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔
مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ایسے کام اقتداری

طور پر دکھاتا تھا خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی جو ہر فرد بشر میں
ہے مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس کا تجربہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو
اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بیقدر رہتے تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا جس
میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم و مفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن
بعض بعد کے زمانے میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھائے اس وقت تو کوئی تالاب
بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح
القدس کی تاثیر تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔ انتہی

(بلفظہ الخبیث، الخبث اللعین الملعون)

فقیر کہتا ہے کہ اے مسلمانو دیکھو! کہ اس دشمن اسلام نے اللہ تعالیٰ کے سچے
رسول کو کیسی سخت گالیاں دی ہیں۔ ان کے معجزے کو صاف کھیل بتا دیا اور کہا کہ لہو ولعب
وشعبدہ وسحر تھا۔ برص والے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عمل مسمریزم کا تھا۔ اور معجزہ پرند میں تین
احتمال پیدا کیے۔ بڑھئی یعنی نجار کی کل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر اور اس کو صاف
سامری کا بچھڑا بتا دیا بلکہ اس سے بھی بدتر کہ سامری نے جو اسپ جبریل کی خاک سم اٹھائی
وہ اسی کو نظر آئی دوسرے نے اس پر اطلاع نہ پائی مگر مسیح کا کام ایک ایسا دست مال اور مشہور
تھا جس سے دنیا جہان کو خبر تھی۔ مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے تالاب کی کرامات شہرۂ
آفاق تھی تو اللہ کا رسول یقیناً اس کافر جادوگر سامری سے بہت کم رہا اور جب کہ مسیح کے وقت
میں ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے پھر معجزہ کدھر سے ہوا۔ اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں
پھر اسلام باقی ہے؟ مرزا تو یقیناً قطعاً کافر مرتد اور (ان شاء اللہ القھار) مخلد فی
النار حریق النیران ہوا ہی ہے مگر اندھے وہ لوگ ہیں جو قدرے اردو فارسی عربی پڑھ کر

زعمی مولوی ہو کر مرزا کے ان صریح کفریات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہوں۔ ہاں شاید ایسے شخص نالائق کے نزدیک کافر وہ ہو گا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے۔ کلام اللہ کی تصدیق و تکریم کرے۔ کیا ایسے نالائق مولویوں کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص مخالف ضروریات دین کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے **من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر** جب تکذیب قرآن پاک وسب وشتم انبیاء کرام بھی کفر نہ ٹھہرا تو خدا جانے فرقہ آریہ وہنود ونصاریٰ و یہود نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ کفار ٹھہرائے جائیں؟ شاید ایسوں کے دھرم میں تمام دنیا مسلمان ہے نہ کوئی کافر تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ کو ہوگا۔ **ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔** (قہر الدیان علی مرتد بقادیان لمخدومی واستاذی ومرشدی الشیخ احمد رضا خان الفاضل البریلوی مجدد الماۃ الحاضرۃ عم فیضہ)

۷۹۔۔۔۔۔سیر معراج حضرت ﷺ کو اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (بلفظہ الخبیث[1] صفحہ ۴۷، ازالہ اوہام)

اقول: اب تو حضرت ﷺ کی صاف صاف اہانت کر دی جو کفر ہے۔ کیونکہ جو کوئی پیغمبر خدا کی اہانت کرے وہ کافر ہے۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۱۶۶ و ۱۷۰)

مسئلہ: ہر پیغمبر کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے۔

(بلفظہ جنان الفردوس صفحہ ۳۲، سطر او دیگر کتب عقائد و مالابد منہ صفحہ ۱۵۸)

مسئلہ: جو کوئی پیغمبر ﷺ کے بال مبارک کو بالڑا یا بالنا کہے وہ کافر ہے۔ (عقائد عظیم، صفحہ ۱۷۱)

مسئلہ: جس کلمے میں کسی طرح کی بے ادبی یا اہانت جناب رسول ﷺ کی پائی جائے وہ یقیناً کفر ہے بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۳۱، جنان الفردوس) معلوم ہوا کہ مرزا کا ایمان

[1] لفظ کثیف کا ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۲۰ میں موجود ہے۔ ۱۲

فلسفیوں کی فضلہ خواری ہے۔

۸۰۔۔۔۔۔حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام وحی غلط نکلی تھیں۔ (بلفظہ الخبیث ص ۶۸۸، ازالہ اوہام)

۸۱۔۔۔۔۔اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی اصلیت تک وحی الٰہی نے خبر دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت **کما ھی** ہی ظاہر فرمائی گئی ہو (صفحہ ۶۹۱، ازالہ اوہام)

فقیر عرض کرتا ہے کہ آگے چل کر جواب اس کا دندان شکن قادیانی فگن دیا جائے گا۔ یہاں سمجھ لینا چاہیے کہ معاذ اللہ محمد ﷺ سے علم مرزا کا زیادہ ہے جو چیز احکام دین میں سے حضرت ﷺ نہیں جانتے تھے وہ مرزا جانتا تھا۔

۸۲۔۔۔۔۔نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی نہیں پہنچ سکتا پس اس جسم کا کرۂ آفتاب و ماہتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۷، ازادہ اوہام)

اقول: جس کا نام مشہور ازالۂ اوہام ہے مگر اس پر ازالہ اوہام ہی صادق ہے بلکہ وہ حقیقۃً ازالہ اوہام ہے۔ مطلب یہ کہ نہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور نہ رسول ﷺ کا شب معراج میں آسمان پر جانا ہوا۔ خدا پناہ دے ایسے عقیدے سے:

ع ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی

حیف امامت بلکہ نبوت کا جبہ اور دستار مرزا نے اتار کر پھینک دیا اور فلسفے کے ڈر کے مارے سر سید احمد کی آرام کرسی کے تلے جا چھپا۔ افسوس کہ مرزا یہ تو مان رہا ہے کہ حضرت یونس تین (۳) رات دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح وتہلیل کرتے زندہ رہے اور پھر صحیح و سلامت

اس کے پیٹ سے مونھ کی راہ سے نکل کر قوم سے جا ملے۔ پھر نئے اور پرانے فلسفے نے مرزا کے وہم کا ازالہ نہ کیا اور آج تک نہ ڈانٹا کہ اے احمق تو نے کیسے مان لیا کہ ایک خاکی انسان گوشت کا ٹکڑا نہنگ دریا کا طعمہ ہو جائے اور اس کے معدہ کے کرۂ نار میں جو کہ استخوان کو راکھ کر ڈالتا ہے تین (۳) دن رہا اور گل سڑ کر کیلوس اور کیموس اور مچھلی کا گوشت وخون کیوں نہ بن گیا۔ تو نے کیسے مان لیا کہ وہ پھر دوبارہ مونھ کے رستے سے صحیح سلامت برآمد ہوا مگر مسیح و مصطفیٰ ﷺ کے رفع جسمانی کے لیے کرۂ زمہریر کو سدِ راہ سمجھ لیا۔

۸۳.....**قولہ الف:** اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی اس پر مہر لگ چکی ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۸، توضیح مرام)

۸۴.....ب: وحی الٰہی پر صرف نبوت کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے۔ اے غافلو! اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲، ازالۂ اوہام)

اقول: تو حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین نہ ہوئے۔

۸۵.....حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (صفحہ ۸، ازالہ اوہام)

اقول: اس سے یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام کی باتیں بھی غلط ہوتی تھیں گو عیسیٰ علیہ السلام کی غلطی سے کم سہی۔

۸۶.....سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول

زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتا دیدیا تھا یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علم مسمریزم تھا۔ (ملخصاً صفحہ ۷۴۵، ازالہ)

اقول: نعوذ باللہ من ذٰلک الکفر۔ معجزہ کو مسمریزم کہہ دیا نرا معجزہ کیسا دجال نے حشر ہی اڑا دیا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بیان میں فرمایا ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى﴾ "ہم نے حکم دیا کہ اس میت پر گائے کا ایک حصہ مارو۔ اللہ اسی طرح مُردوں کو جلائے گا"۔ دیکھو یہ فعل وقول موسیٰ کا نہ تھا بلکہ خود اللہ عزوجل کا۔ جب اس دجال کے نزدیک یہ دھمکی تھی اور اسی کی طرح اللہ تعالیٰ حشر کے جلانے کو بھی بتاتا ہے تو وہ بھی دھمکی ہوا اور اگر کچھ حقیقت بھی رکھے اور مرزا اپنے آپ کو قبر سے اٹھتا دیکھ لے تو صاف کہہ دے گا کہ یہ کچھ خدا کی قوت نہیں خدا نے مسمریزم کے زور سے ایسا کر دکھایا کیونکہ اس دن بھی یہی خدا ہو گا جو آج اس کے نزدیک مسمریزم دکھا کر دھمکی دے رہا ہے۔

۸۷.....حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (صفحہ ۷۵۲، ازالہ)

اقول: یہ بھی کفر ہے۔

ذکر جمیع انبیاء علیہم السلام کی اہانت کا

۸۸.....بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۱۴۰، ازالہ)

اقول: تو محمد ﷺ ودیگر پیغمبروں کی وحی اور الہام کا کیا اعتبار ہے جب کہ وحی ان کی سمجھ میں ہی نہیں آسکتی تھی۔

۸۹......ایک بادشاہ کے وقت میں چار نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا۔ (صفحہ ۶۲۹، ازالہ)

اقول: یہ اس دجال کا کذب ہے پیغمبروں کو جھوٹا کہنا کفر ہے۔

۹۰......جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کرلیا۔ (صفحہ ۶۸۳، ازالہ)

اقول: الالعنۃ اللہ علی الکاذبین تم کو تو خاک بھی معلوم نہیں ہوا جب کہ تیرا خدا عاجی گوبر کا یا ہاتھی دانت کا خدا تجھ عیسیٰ نو ماہہ شراب انگوری یا عیسیٰ دہقان پر انگریزی عبرانی زبان میں الہام نازل کرتا ہے۔

مرزا'' براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۵۵۶ میں انگریزی، عربی، عبرانی زبانوں کے الہام درج کر کے لکھتا ہے کہ ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا وغیرہ وغیرہ ملخصاً۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کا خدائے ملہم ایسا ہے کہ اپنے ملہم کو محض فضول بے سود الہام کرتا ہے جس کا مطلب دونوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ خوب ہوئی، جو الہام ہوتا ہے وہ مرزا کی سمجھ ہی میں نہیں آتا اور نہ کوئی انگریزی دان ہوتا ہے جو ترجمہ کر کے مرزا کو سنائے تا کہ مرزا تعمیل احکام کریں۔ عجیب الہام ہیں کہ مرزا جن زبانوں سے کورا اور نابلد ہے اس کا خدا اس زبان میں الہام اتارتا ہے اس سے مرزا کے خدا کی جہالت اور بے علمی ثابت ہوئی کیونکہ اگر مرزا کا خدا جانتا تو اس کو انگریزی، عبرانی یا بعض عربی الفاظ میں جن کو مرزا نہیں جانتا الہام نہ کرتا۔ کیا یہی الہام قطعی ہیں جن کو نہ مرزا سمجھتا ہے اور نہ غیر کو سمجھا سکتا ہے؟ انہیں الہامات پر واہیات بک کر مسیح موعود بننا چاہتا ہے اور ایسے ہی الہاموں کی تلقین کر کے دن رات دین

کو جاری کر رہا ہے: ع

گر ہمیں کتب ست و ایں مُلّا — کار طفلان تمام خواہد شد

بقیہ توہینات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۹۱......یسوع (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور عطر ملوایا۔

(ملخصاً صفحہ ۴۶-۴۵، رسالہ نور القرآن)

۹۲......مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے ہیں۔ (بلفظہ الخبیث صفحہ ۷، جنگ مقدس مرزا کی کتاب)

اقول: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا لوگوں کے واسطے نشان ہے اور رحمت۔ اور مرزا کی نظر میں قرآن کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿ولنجعلہ ایۃ للناس ورحمۃ منا﴾ (سورہ مریم)

۹۳......مریم کا بیٹا کشلّیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (بلفظہ الخبیث، صفحہ ۴۱، انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ کشلّیا راجہ رام چندر کی والدہ کا نام ہے جس کو ہندو لوگ اوتار پر میشر (خدا) کہتے ہیں۔ آریہ لوگ صرف راجہ لکھتے ہیں اور پیدائش اس کی ہندوستان، مقام اجودھیا میں ہوئی۔

پس مرزا صورت انسان سیرت شیطان کے اس قول کالبول کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزدیک اللہ اور رسول کے ایک ہندو راجہ سے وقعت اور عزت میں کم تھا۔ پروردگار ایسے عقائد پُر مکائد سے مسلمانوں کو پناہ دے۔

مرزا قادیانی کے عقائد سب اہل اسلام کے مخالف ہیں

مرزا کے خدا کا پتا نہیں چلتا کہ کون ہے کیونکہ وہ خود اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں بکتا ہے۔ ہمارا خدا عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے)

(بلفظہ الخبیث صفحہ ۵۵۶)

اقول: اصل الہام زبان عربی میں مرزا کا یہ ہے رب اغفروارحم من السماء ربنا عاج (بلفظہ الخبیث ،صفحہ ۵۵۵، براہین احمدیہ)

ثم اقول: معنی اس عربی کے یہ ہیں کہ (اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر۔ رب ہمارا عاج ہے) مرزا نے ترجمہ میں عاج کی جگہ عاجی لکھا ہے اب یا تو اس نے اسے ناقص ٹھہرایا ہے یا یائے نسبت ہے۔ مرزا اگر چہ اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہے مگر لفظ کے معنی واضح ہیں پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مرزا کا معبود جو اسے وحی بھیجا کرتا ہے اونٹ ہے، گلے سے آواز نکالتا ہوا یا مونھ کھولے ہوئے یا چہرہ سکوڑے ہوئے یا بدخو اونٹ۔ اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ مرزا کا معبود ہاتھی کی ہڈی کا ہے جو امام محمد و امام شافعی کے نزدیک سوئر کی ہڈی کی طرح نجس ناپاک ہے یا گوبر کا ہے۔ مرزائیوں کو مبارک ہو کہ ان کے پیغمبر کا خدا کیا معقول ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کسی چھوٹی موٹی لغت کی کتاب کے دیکھنے پر قادر نہیں ہے کہ عاجی کے معنی جان لیتا اگر مرزائی کہیں کہ الہامی الفاظ کے معنی وہی ہو سکتے ہیں جو خدائے ملہم بتائے کتاب، لغت پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے لفظوں کے واسطے لغت کے دیکھنے کا حکم ہے تو اس کا جواب ان کو مرزا ہی کی کتاب سے دیا جاتا ہے۔

''براہین احمدیہ'' صفحہ ۳۲۸ پر لکھا ہے اور یہ الہام اکثر معظمات امور میں ہوتا ہے کبھی اس میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے

ہیں۔ (بلفظہ)

اقول: مرزا ہی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت سے نکال کر نہ کیے اور کیوں کہہ دیا کہ ''اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحکم الکذوب قد یصدق مرزا کے ملہم ابلیس نے یہ سچ لفظ ان پر القاء کیا اور بے معنی سمجھے آپ کے قلم سے نکل گیا جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا اور مخالف معلوم ہوئے تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔ مگر خداوند کی حکمت ہے کہ مرزا ہی کے قلم سے اس کے معنی سچے نکل گئے۔ میں اب معتبر کتابوں سے ''عاجی'' مرزا کے خدا کے معنی بیان کیے دیتا ہوں۔

قاموس میں ہے العجوۃ ان توخر الام رضاع الولد عن مواقیتہ وقد عجتہ وعجا البعیر رغا وفاہ فتحہ و وجھہ زواہ وامالہ والبعیر شرس خلقہ اسی میں ہے العاج الزبل والناقۃ اللینۃ الاعطاف وعظم الفیل.

اور منتخب میں ہے:

۱ ...... استخوان فیل

۲ ...... ناقہ کہ جائے خواب اورنرم باشد

۳ ...... کلمہ کہ بدان شتر نند

۴ ...... سرگیں ۵ ...... ممتلی ۶ ...... راہزن (منتخب اللغات''، صفحہ۳۰۴، بلفظہ)

''مجمع البحار'' میں ہے واما العاج الذی ھو عظم الفیل فنجس عند الشافعی۔

پس لفظ معاجی کے معنی وہ معانی ثابت ہوگئے جن کو ہم نے بیان کیا اور جتنی

کارروائی مرزا کی اب تک ہوئی سب خاک میں مل گئی اور برباد ہوگئی۔

میرے خیال ناقص میں ہے کہ شاید یہ صفحہ ۵۵۶ ''براہین احمدیہ'' کا کسی صاحب علم کے زیر نظر نہیں آیا ورنہ پہلے ہی سے سب جھگڑے بکھیڑے طے ہو جاتے۔ جب مرزا کا خدا (عاجی) بدخواونٹ یا ہاتھی کی ہڈی کا یا گوبر کا ہے تو اس کے الہامات مندرجہ بالا کے کیا معنی ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے؟ یہ کہ مرزا یا تو بے عقل ہے کہ ''لایدری ما یخرج من راسه'' یا بحکم ''الکذوب قد یصدق'' کبھی کبھی سچ حال بتا دینے کی بھی لٹک اس کو آجاتی ہے یا اس کا ملہم معلم الملکوت ہے اس سے چھپلیاں کھیلتا اور اسے مسخرہ بناتا ہے۔

یہاں تو مرزا نے اپنے معبود کی حقیقت بتانے کو لفظ بتایا اور معنی سے انکار کیا۔ اپنے عیسیٰ بننے کی حقیقت کھولنے کو لفظ عیسیٰ کے اور اطلاقات کی توجہ دلائی ہے، لکھتا ہے کہ

مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑتے ہیں اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے جو سخت مکروہ ہیں چنانچہ ''برہان قاطع'' میں حرف عین میں ہے کہ عیسیٰ دہقان، کنایہ شراب انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نو ماہہ اس خوشۂ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جاتا ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نو ماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں بیجا بیجا اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک ناپاک کے ساتھ مشارکت کریں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔

(بلفظہ صفحہ ۲۰، کتاب نشان آسمانی تصنیف مرزا)

یعنی میں نے اگر اپنے آپ کو عیسیٰ کہا کیا اچنبا ہوا عیسیٰ تو شراب کو کہا گیا ہے جو مثل پیشاب کے نجس العین ہے۔ ایسے ہی ایک دوسرے نجس کو بھی عیسیٰ کہا تو کیا گناہ ہو

گا؟ واقعی بدخواونٹ یا ہاتھی کی ہڈی یا گوبر کی ساخت کا معبود اگر وحی بھیجے، اپنا نبی بنائے تو ضرور ایسے ہی کو جس پر اطلاق عیسیٰ کی سند میں پیشاب کی طرح نجس العین چیز پیش کی جائے۔ پس میری طرف سے علماء کی خدمت میں گذارش ہے کہ مرزا کے خدا عاجی اور شراب کی طرح اس کے نام عیسیٰ پر ہرگز غصہ نہ کریں۔ بلکہ یوں کہیں کہ مرزا کا نام عیسیٰ شراب انگوری اس کی رہائش قادیان ''حرص والی'' اور اس کی الہامی کتاب انجیل ''انجام آتھم'' مع ضمیمہ مرزا اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

اعتقاد: رسول اکرم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار ہے اور حضرت کے جسم اطہر نور الانوار کو کثیف کہہ دیا جو ضد ہے لطیف کی۔ حالانکہ اپنی الہامی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں لکھا ہے کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے سوان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی سے وارد ہوگیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ (بلفظہ صفحہ ۱۸۰)

اقول: دیکھو یہ شخص دعویٰ کرتا تھا کہ حضور کا جسم کثیف تھا اور یہی بکتا رہا اپنی متعدد تصانیف میں مگر حضور پرنور حیات النبی ہیں اور یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جو دشمن حضور کا بدگوئی کرتا ہے یکایک کبھی اس کے مونہ سے حق بات یعنی حضور ﷺ کی صفت صادقہ نکل ہی جاتی ہے۔

اہل سنت وجماعت کے عقائد کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی توہیناً کسی نبی علیہ السلام کے میلے کپڑوں کو میلا کہے تو کافر ہو جائے گا چہ جائے کہ حضرت کے جسم الانوار کو جو ''یری خلفه کما یری من قبله'' جو سامنے اور پس پشت سے برابر دیکھتے تھے اور مگس تک جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی اور اسی لیے سایہ بھی جسم اطہر کا نہ تھا کثیف کہہ دے۔ اب میں بحمدہ تعالیٰ مرزا پر اسی کی کتاب سے حکم کرتا ہوں کہ وہ فاجر ہے۔ مرزا نے دیباچہ براہین احمدیہ، صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے

حضرت ﷺ کی مدح میں: شعر

نور شان یک عالمی رادو گرفت — توہنوز ای کور در شور وشرے
لعل تابان را اگر کوئی کثیف — زین چہ کاہد قدر روشن جو ہرے
طعنہ بر پا کان نہ بر پا کان بود — خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

لیجئے یہاں اپنی ہی مسلمہ مثبتہ دلیل سے مرزا جو پیغمبری کا دعوی کرتا تھا حضرت ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہنے کے سبب سے خود ہی فاجر ہوگیا۔ شعر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ضمناً اتنا بھی یاد رہے کہ مرزا کی گمراہی سے کوئی دھوکا نہ کھائے۔ اہلسنّت وجماعت کے نزدیک حضرت ﷺ کو کئی بار معراج ہوئی ایک بار جسم مبارک کے ساتھ اور باقی روح مبارک کے ساتھ۔

تفسیر السراج المنیر، جلد دوم، طبع مصر، صفحہ ۲۲۵ میں ہے: **والاکثرون علی انه اسری بجسده فی الیقظة وتواترت الاخبار الصحیحة علی ذلک......** الخ۔ تفسیر روح البیان، جلد ثانی، صفحہ ۳۹۰ میں ہے **وعروجه بجسده الی الملاء الاعلی......** الخ حضرت ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لیجانا جسم مبارک ہی کے ساتھ ہوا ہے۔ روضۃ الاحباب، صفحہ ۱۷۱ میں ہے **آنچہ معظم سلف وخلف برانند آنست کہ معراج آنحضرت در بیداری بوده بر وح وجسد**۔ اس کتاب میں دلائل بھی مذکور ہیں۔ مظاہر حق، جلد چہارم، صفحہ ۵۵۳ میں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ معراج آنحضرت ﷺ کو ایک بار جاگتے میں ہوئی ہے ساتھ بدن شریف کے اور یہی ہے مذہب جمہور فقہا اور متکلمین اور صوفیہ کا۔ تفسیر رؤفی، صفحہ ۱۲۱ میں ہے جلد اول لیکن صحیح یہ ہے کہ روح اور جسد

سے ہوئی ہے۔

زاد المعاد، صفحہ ۳۰۰ میں ہے **ثم اسری برسول الله ﷺ بجسده علی الصحیح**۔ جلد اول۔ مطبع نظامی کانپور، طریقہ محمدیہ، صفحہ ۲۳۱، مطبوعہ مصر میں ہے، **والمعراج لرسول الله ﷺ فی الیقظة بشخصه حق۔ وفی شرحه** صفحہ ۲۳۱ **ای بصورته الجسمانیة لا بالروح فقط کما زعم.** اور اس شرح کے اسی صفحہ میں ہے **والحق اسراء واحد بمجموع روحه وجسده یقظة وهو مذهب الجمهور من المحدثین والفقهاء والمتکلمین** الخ۔ تفسیر روح البیان، صفحہ ۳۹۰، جلد ثانی میں ہے **قال الکاشفی آنا نکه درین قصه ثقل جسد مانع دانند از صعود ارباب بدعت اند ومنکر قدرت** اسی صفحہ میں ہے **قال الشیخ الاکبر قدس سره ان معراجه علیه السلام اربع وثلاثون مرة. واحدة بجسده والباقی بروحه**۔ انتہی

جو شخص ان معتبر تفاسیر پر ایمان لایا ہوا ہے، وہ تو ہرگز ہرگز شک نہ کرے گا۔ حضرت ﷺ کی معراج جسمی میں صاف فرما رہے ہیں کہ اسی جسم مبارک کے ساتھ بیداری میں ایک بار آسمان پر تشریف لیجانا حق ہے۔ پس حق کے مقابل باطل ہی ہے۔ جو لوگ کہ بوجہ کثافت جسم معراج جسمی کے قائل نہیں ہیں جیسے مرزائی۔ وہ گمراہ اور پروردگار کی قدرت کے منکر ہیں۔ پروردگار ہدایت کرے کہ صحیح حدیثیں صحاح ستہ میں بھی نہیں دیکھتے۔ انبیاء علیہم السلام کی اہانت کے سبب سے ایسے اندھے ہوگئے ہیں کہ روز روشن ان کے آگے شب دیجور کی طرح سیاہ ہو رہا ہے۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا خود اس کی قائل نہیں ہیں کہ اسی جسم مبارک سے معراج ہوئی بلکہ وہ کہتی ہیں کہ وقت معراج کے نبی ﷺ کا جسم مبارک نہیں غائب ہوا تھا۔ صحیح بخاری

میں ہے عن عائشة ما فقد جسد رسول الله ﷺ......الخ پس اس سے اور دوسری دلیل جسم مبارک کے نہ جانے کی کون سی ہوگی؟

جواب: اس امر کی تحقیق یہی ہے جو مذکور ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مشاہدے کی خبر نہیں دیتی ہیں کہ رسول اللہ کا جسم گم نہیں ہوا تھا، بلکہ سنی سنائی کہہ رہی ہیں۔ کیونکہ وقت معراج کے بی بی عائشہ، رسول اللہ کی زوجہ نہیں تھیں۔ اور نہ کسی بات اور قصہ کے ضبط کرنے کی عمر رکھتی تھیں اور شاید کہ اس وقت تو حضرت عائشہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔

عینی بخاری، صفحہ ۲۲۹، جلد ۷ میں ہے وذهبت طائفة الى ان الاسراء بالجسد يقظة الى بيت المقدس والى السماء بالروح والصحيح انه اسرى بالجسد والروح فى القصة كلها وعليه يدل قوله تعالىٰ ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ﴾ اذلو كان مناما لقال بروح عبده ولم يقل بعبده ولايعدل عن الظاهر والحقيقة الى التاويل الاعند الاستحالة وليس فى الاسراء بجسده وحال يقظته استحالة وقال ابن عباس هى رؤيا عين راها لارويا منام. واما قول عائشة مافقد جسده فلم تحدث عن مشاهدة لانها لم تكن حينئذ زوجه ولا فى سن من يضبط ولعلها لم تكن ولدت فاذا كان لک تكون قد حدثت بذلک عن غيرها فلا يرجح خبرها على خبر غيرها. وقال الحافظ عبد الحق فى الجمع بين الصحيحين وما روى شريک عن انس انه كان نائماً فهوزيادة مجهولة وقد روى الحفاظ المتقنون والائمة المشهورون كابن شهاب وثابت البنانى وقتادة عن انس ولم يات احدمنهم بها وشريک ليس بالحافظ عند اهل الحديث۔ انتہی

اور اس سے پیشتر بھی بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ ثقل بدن مانع ہے عروج سے، مگر اس کا جواب عینی بخاری نے اس طور سے دیا ہے کہ ارواح چار قسم پر ہیں۔

اول قسم ارواح کی وہ ہے جو کہ مکدّر ہیں صفات بشریہ کے ساتھ۔ اور اُن پر حیوانی قوتیں غالب ہیں، وہ ارواح عوام کی ہیں جو بالکل عروج اور ترقی کو قبول نہیں کرتے۔

دوسری قسم ارواح کی وہ ہے کہ جو قوت علمیہ اور نظریہ کے ساتھ کامل ہوں، وہ ارواح علماء کی ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جو کہ اخلاق حمیدہ سے کامل ہوئی اور ان کے ابدان اور اجساد صفائی اور طہارت سے تربیت اور پرورش پاچکے اور نفسانی قوتوں کو عبادت کی تکالیف اور مختون سے توڑا ایسا ارواح ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں عابدوں اور زاہدوں کی ہیں۔

چہارم وہ قسم ہے ارواح کی جن کو دونوں قوتوں کا کمال حاصل ہے۔ قوت مدبرۃ للبدن اور قوت علمیہ، یہ ارواح انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی ہیں پس جیسے کہ ان حضرات کی ارواح کو کمال قوت حاصل ہے ایسا ہی ان حضرات کے ابدان کو قوت ارتفاع اور ترقی اور بلندی کی حاصل ہے اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کا عروج ہوا آسمان پر اور سب انبیاء علیہم السلام سے قوت میں زیادہ ہمارے محمد ﷺ تھے لہٰذا اس قدر عروج ہوا کہ قاب قوسین اور اودنیٰ تک تشریف لے گئے۔

اور عبارت عینی، جلد ثانی صفحہ ۲۱۰ کی یہ ہے: ومنها (اى من السوالات فى هذا المقام اى مقام المعراج) ماقيل كيف تصور الصعود الى السمٰوٰت وما فوقها والجسم الانسانى كثيف قبل هذا اجيب بان الارواح اربعة اقسام:

(الاول)الارواح الكدرة بالصفات البشرية وهى ارواح العوام غلبت عليها القوى الحيوانية فلاتقبل العروج اصلاً۔

(والثانى) الارواح التى لها كمال القوة النظرية للبدن باكتساب العلوم وهذه ارواح العلماء۔

(والثالث) الارواح التى لهاكمال القوة المدبرة للبدن باكتساب الاخلاق الحميدة وهذه ارواح المرتاضين اذكسر واقوى ابدانهم بالارتياض والمجاهدة۔

(والرابع) الارواح التى حصل لها كمال القوتين فهذه غاية الارواح البشرية وهى ارواح الانبياء والصديقين فكما ازداد قوة ارواحهم ازداد ارتفاع ابدانهم عن الارض ولهذا لماكان الانبياء صلوات الله عليهم قويت فيهم هذه الارواح عرج بهم الى السماء واكملهم قوة نبيناﷺ فعرج به الى ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى......الخ﴾

قوله: ''مرزا ازالۂ اوہام'' میں بکتا ہے کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰ کیونکر اٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے؟ ......الخ

یہی دلیل حضرت ﷺ کی معراج سے منکر ہونے کی بھی ہے جیسے کہ قبل اس سے اس کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

اقول: میں سخت متعجب ہوں اس مرزا کی عقل پر، کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت کاملہ اور طاقت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہماری عقل

ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمایا یہ مرزا اس پروردگار کو دفع ایذاء ہوا پر قادر نہیں جانتا۔ اصحاب کہف کو کس طرح تین سو نو (۳۰۹) سال تک سلایا اور قیامت تک اُسی طرح رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تو ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی، جس میں انواع حیوانات موجود تھے، وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے؟ سورۂ مریم میں باری تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ہ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ یاد کرو (اے محمد) حضرت ادریس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ سچا نبی، اٹھالیا ہم نے اس کو مکان عالی پر، یہ تمام کتب تفاسیر اور اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے، اسی جسم عنصری کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ وہی لفظ ''رفع'' کا ذکر یہاں بھی ہے۔

یہاں صرف حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک مسئلہ فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں جن کی سندیں مرزا بھی اپنی ازالۂ اوہام میں لکھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس، حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے پیشتر نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اٹھا لیا۔ پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشمس میں رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بعلبک کی طرف مبعوث فرمایا......الخ۔ کیا اب بھی حضرت رسول خدا ﷺ کا جسمی معراج اور صعود عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری محالات سے معلوم ہوگا؟ کیا خداوند کریم مرزا کا فلسفہ توڑنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ اسی فلسفے نے مرزا کو بیوقوف اور سفیہ بنایا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بکتا ہے کہ آسمان پھاڑ کر مسیح کا آنا اور حضرت محمد ﷺ کی شان میں بکتا ہے کہ وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس

تشریف لائے ..... الخ۔ مگر وجہ یہ ہے کہ مرزا میں اس کے خدا عاجی کی روح باتیں کرتی ہے جیسے کہ اس کا الہام ہے۔ اور اس کے مریدوں میں کسی معلم الملکوت کی روح باتیں کرتی ہے۔

شعر

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آن ہم سفہ باشد کہ حکم الکل حکم الاکثرست

اعتقاد: فرشتے کوئی نہیں، جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ مرزا نے ''توضیح مرام'' صفحات ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۶۷، میں بکا ہے ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ یا دساتیر اور وید کے موافق ارواح کواکب نام زد کریں۔ درحقیقت یہ ملائکہ ارواح کواکب اور سیارات کے لیے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے انہیں سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ (ملخصا بلفظہ الخبیث)

اقول: مرزا جبکہ فرشتوں کا منکر ہوا تو قرآن وحدیث کا منکر ہوا۔ ایمان تفصیلی میں فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ یہ خود قرآن شریف ہی کی آیت سے ثابت ہے۔

اعتقاد: جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں۔ (صفحہ ۶۸، ۷۰، ۸۵، توضیح مرام)

اقول: حضرت ﷺ نے صدہا حدیثوں میں فرمایا ہے ''کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں۔'' اور یہ ایسا مشہور ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب العلم بھی جانتا ہے پس مرزا نے رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا جانا۔ نعوذ باللہ منہ

اعتقاد: قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق

کو استعمال کر رہا ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۲۵، ۲۶)

اقول: یہ قرآن شریف کی عیب گوئی وعیب جوئی ہوئی اور یہ کفر ہے۔ واہ رے مرزا کا ایمان قرآن پر۔

اعتقاد: ''براہین احمدیہ'' (مؤلفہ مرزا) خدا کا کلام ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۵۳۳) مرزا نے لکھا ہے خدا تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ انتہی

اعتقاد: قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۷۴۸ تا ۷۵۰)

اعتقاد: قرآن شریف میں یہ عبارت انا انزلناہ قریبا من القادیان موجود ہے۔

اقول: دیکھو مرزا کیا بکتا ہے۔

قولہ: جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناہ قریبا من القادیان. تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے مکہ، مدینہ، قادیان۔ (بلفظہ الخبیث ملتقطا، صفحہ ۷۶ تا ۷۷، ازالۂ اوہام)

اقول: لیجیے۔ یہ خاص آیت قرآن شریف میں درج ہے اور اعزاز کے ساتھ بمثل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں ثبت ہے پھر کہیے قادیان کے معرب

کدعہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیونکر؟ مگر افسوس مرزا کے حافظہ پر پہلے تو قادیان کی نسبت اس طور پر بک چکا ہے۔

قادیان کا نام پہلے پشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیشگوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب، حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا۔

(بلفظہ صفحہ ۷۷، ازالہ اوہام)

اور اب بکتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ مرزا نے یہ عیاری کی کہ امام مہدی تو کرعہ سے نکلے گا اور میرے گاؤں کا نام قادیان ہے کس طور پر مناسبت پیدا کی جائے؟ پس کہہ دیا کہ قادیان کی عربی کدعہ بنائی گئی حالانکہ قادیان تو خود عربی ہے پس مرزا کی کس بات یا الہام پر اعتبار کیا جائے۔ ''قادی'' بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے: قدت قادیة جاء قوم قدا قحموا من المادیة والفرس. قدیانا ''اسرع''۔

قادیان اس کی جمع ہے اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک۔ اس مناسبت سے میری تفصیل میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔

اچھا خیر اصل مطلب پر آتا ہوں مرزا اپنے اعتقاد بے بنیاد کے موافق ٹھیک ٹھیک بتادے کہ یہ آیت انا انزلناہ قریبا من القادیان کس پارہ؟ کس سورہ؟ کس رکوع میں ہے؟ مرزا اور تین سو تیرہ (۳۱۳) مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھلائیں لیکن ہرگز دکھلا نہ سکیں گے۔ اس سے نعوذ باللہ تعالیٰ قرآن شریف کا تنسیخ اور کم وبیش ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شوشہ بھی کم وبیش نہیں ہوسکتا۔

میں مرزا ہی کا الہامی حافظہ اس امر میں تحریر کردوں وہ خود ''ازالہ اوہام میں بصفحہ ۱۳۸'' لکھتا ہے کہ:

ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے ایک شعشہ یا نقطہ اس کے شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتی، جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ (بلفظہ)

اقول: مرزا اپنے ہی اعتقاد اور تحریر الہامی سے جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہوگیا۔ کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مرزا کی ہر کتاب میں ایسے تعارض اور تناقض موجود ہیں اس کا رد خود اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ اب میں اسی لفظ ''کدعہ'' کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزا جو جابجا اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ قادیان کی عربی ''کدعہ'' سے مراد قادیان ہے۔ پس میں مہدی ہوں۔ جو کدعہ یعنی قادیان سے پیدا ہوا ہوں۔

سو اس میں میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ لفظ کدعہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہ سے اصل حدیث میں ہرگز ثابت نہیں، یہ مرزا کا محض دھوکا ہے اور اگر بفرض محال کہیں پایا بھی جائے، تو کاتب کی غلطی ہے۔ البتہ صحیح لفظ حدیث کا کرعہ ہے۔ ک۔ ر۔ ع۔ ہ سے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے۔ حافظ محمد لکھنوی اپنی کتاب ''احوال الاخرۃ'' میں فرماتے ہیں جس کا اردو زبان میں مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ بیٹا میرا سید ہے اس کی پشت سے ایک مرد ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔ خصلت اس کی رسول ﷺ سے مشابہ ہوگی۔ زمین کو عدل سے پر کردے گا۔ اس کی والدہ کا نام آمنہ، باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ ملک یمن میں ایک بستی ہے، کرعہ اس کا نام ہے وہاں سے ہوگا۔ وقت بات کرنے کے صاف نہ بولے گا بوجہ لکنت کے، زبان میں لکنت ہوتی ہے وقت بات کرنے کے اڑ کر بولتا ہے اور اس پر ہاتھ مارتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یمن میں ایک قریہ ہے، جس کا نام کرعہ ہے۔ جو حضرت ﷺ کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور اب بھی موجود ہے۔

موضع قادیان کی تحقیق

دراصل نام اس کا قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا۔ بابر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ''اسلام پور قاضی ماجھی'' رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے یزیدی اور شریر ہوگئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہے قاضیان کا قادیان ہوگیا اور بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء سے لے کر ۱۵۳۰ء تک ہندوستان وغیرہ میں بادشاہی کی ہے۔ ملا ماجھی صاحب مورث اعلیٰ مرزا کا سلطان سکندر بادشاہ پسر بہلول شاہ لودھی کے وقت میں تھا اور بابر بادشاہ نے کابل سے آ کر ابراہیم بادشاہ کو شکست دیکر اس کا تخت لے لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۲۴ء کا ہے۔ خیر تاریخی امور کو ترک کر کے ثابت ہوتا ہے کہ قصبہ قادیان مدت چار سو (۴۰۰) سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ یہ تحقیق مرزا ہی کی کتاب ''ازالۂ اوہام''، صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳ میں درج ہے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ حدیث کو ۱۳۲۲ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چار سو (۴۰۰)

سال سے آباد ہوا اگر مرزا اور مرزائی تین سو تیرہ (۳۱۳) مع مردوں کے بھی شامل ہو جائیں اور قیامت تک تلاش کریں تب بھی ہرگز نہ کر سکیں گے کہ امام مہدی صاحب کدعہ مغرب قادیان سے پیدا ہوں گے خواہ اپنے عاجی خدا سے گریہ اور الحاح بھی کر لیں بلکہ معاملہ ہی برعکس ہے کیونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا۔ خود مرزا اس بات کو مانتا ہے ''ازالۂ اوہام''، صفحہ ۷۲۹ میں لکھتا ہے:

۱..... دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا یعنی ملک ہند سے۔ کیونکہ یہ ملک ہند زمین حجاز سے مشرق کی طرف ہے۔ (متفق علیہ، ازالۂ اوہام)

۲..... حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلے گا۔

(ازالۂ اوہام، صفحہ ۸۴۸)

فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مرزا کا قادیان ملک ہند میں حجاز سے پورب کو ہے اور کسی حدیث میں یہ بات نہیں کہ امام مہدی صاحب ملک مشرق یا ہندوستان سے ہوں گے بلکہ دجال ہی کے بارے میں وارد ہے کہ ملک عرب سے پورب کے ملک سے دجال ہوگا۔ جس کو مرزا خود بھی مانتا ہے تو اب ثابت ہوگیا کہ مرزا خود ہی دجال ہے اگرچہ بڑا دجال نہ ہو مگر خلیفۂ دجال تو ہے۔ جب مرزا نے رسالہ ''انجام آتھم'' بنایا تو اس وقت ۱۸۹۶ء تھا اور ھذا خلیفة الدجال کے اعداد ابجدی سے بھی ۱۸۹۶ء پورے نکلتے ہیں۔ پس ''انجام آتھم'' کے بنانے کے وقت ہی سے خلیفہ دجال ہوا کیونکہ رسالہ ''انجام آتھم'' اسی سنہ میں بنایا گیا شعر

آنکہ اصلا ہر و بر نشناختہ ۔۔۔ در چنین جاہا سپر انداختہ

خیال کرنا چاہیے مرزا جو صفحہ ۴۱ ضمیمہ میں بکتا ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔

اقول: کیا مرزا کے ہاتھ پر مکہ معظمہ کے لوگوں نے رکن یمانی پر بیعت کرلی ہے؟ جیسا کہ امام مہدی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا آچکا ہے۔ بلکہ مکہ معظمہ تو خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کیا ابدال شامی مرزا کے پاس حاضر ہوگئے ہیں؟ جیسے کہ امام مہدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے بلکہ ابدال سے مرزا ہزاروں کوس بھاگتا تھا۔ کیا غیب سے آواز آئی ہے؟ کہ هذا خليفة الله المهدى فاسمعوا له واطيعوا. "یہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا مہدی ہے اس کی بات سنو اور تابعداری کرو" بلکہ غیب سے تو یہی ارشاد ہو رہا ہے کہ هذا خليفة الشيطان فلا تسمعوا له ولا تطيعوا. (یہ خلیفہ ہے شیطان کا نہ اس کی بات سنو اور نہ اس کی تابعداری کرو) یہی آواز ہر طرف سے آرہی ہے ہر طرف سے مرزا کی تکذیب اور تکفیر کے فتاوے اور رسالے آرہے ہیں۔ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہی کے لوگوں نے صاف حکم کفر کا مرزا پر کردیا تو اب اور کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟

دیکھو! مرزا خود لکھتا ہے۔ مکہ اسلام کا مرکز اور لاکھوں صلحاء اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقع ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۲۳، مرزا کی کتاب ست بچن)

جب مرزا بڑے گھر سے نکالے جاچکے اور مکے سے دھکے لگے تو اب دنیا بھر میں کیوں نہ مشہور ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب اور دجال ہے۔ افسوس مہدی بننا چاہتا ہے اور ایک بات بھی مہدی کی اس میں نہیں پائی جاتی۔ (از کتاب کلمہ فضل رحمانی)

مرزا کا الہام دروغ ہوا صفحہ ۴۱ "ضمیمہ انجام آتھم" میں بکا ہے۔ دور دور سے اس کے (مہدی کے) دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو

تیرہ (۳۱۳) ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے یہ پیشگوئی میرے حق میں پوری ہوئی۔ بلفظہ

اقول: مرزا کے وہی تین سو تیرہ (۳۱۳) دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ (۱۷) آدمی مدتوں کے فوت شدہ کو لکھ کر تعداد پوری کی ہے۔ کیا عمدہ فخر کی بات ہے کہ چورانوے کروڑ مسلمانوں مقبولہ سے مرزا کے صرف تین سو تیرہ ہی دوست ہیں وہ بھی بعض تنخواہ لینے والے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ مسیلمہ کذاب جس نے حضرت ﷺ کے زمانے میں پیغمبری کا کاذب دعویٰ کیا تھا اس کے ساتھ لاکھ آدمی سے زیادہ معتقد تھے اور مہدی سوڈانی کے پاس بھی جو مرزا کے یوم ولادت میں برابر تھا، تین لاکھ فوج جان نثار محض مفت سر دینے والی موجود تھی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ملک ایران میں ایک شخص جس کا نام "باب" تھا بیشمار معتقد اس کے پاس موجود تھے پھر ذرا رام سنگھ کو کہا کو دیکھو کہ ایک لاکھ' کو کہ' تو اس کے ساتھ بھی مفت بلاتنخواہ ہی ہوگیا تھا اب بھی ہزاروں' کو کے' اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں پھر مرزا کو تین سو تیرہ معتقد پر کیا فخر ہونا چاہیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آچکا ہے جس کی مطابقت مرزا کی تاریخ پیدائش وظہور ودعوی وغیرہ امورات میں ٹھیک ہوتی ہے۔ اس لیے جناب مولوی محمد فضل الدین صاحب مالک مطبع "اخبار وفادار" کی مرتبہ کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وھو ھذا۔

۱؎ رام سنگھ نام ہے ایک کافر کا اور کو کہ اس کی ذات اور قوم تھی۔ ۱۲ منہ

ان کے یعنی مہدی سوڈانی کے عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ہجری ۱۲۵۹ اور سن عیسوی ۱۸۴۲ اور ان کے ظہور مہدویت کی تاریخ اگست مطابق رمضان ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے اور ان کے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ ”میں ہی وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس (۱۰) گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخر الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹیکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک ہی سچی راہ شریعت پر چلاؤں اور حشر ونشر کی سہولتوں کے لیے تیار کروں اور مخالفان اسلام کا دشمن اور محبان اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں“۔ (صفحہ۵) اور اس نے اپنا نام محمد احمد لکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت درجہ کا محتاط، پرہیزگار، عالم، فاضل، اسلام پرست تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج ان کے پاس کم وبیش تین لاکھ جان نثار خدا واسطے لڑنے کو موجود ہیں۔ (بلفظہ صفحہ۹) ان کے تین ہم عصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔ ملخصاً صفحہ ۹ کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ میں ہے کہ راقم آثم کے دل میں پروردگار نے فتنۂ پیدائش قادیانی کا یوں القاء کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک اسمہ سیپارہ ﴿وَاعْلَمُوْا﴾ میں فرماتا ہے ﴿اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ یعنی (آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے) گویا عوام کو ان کے فتنہ سے آگاہی دی گئی ہے۔ اس آیت شریفہ سے بحساب ابجد ۱۲۵۹ سن پیدائش مرزا کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا سن بھی ہے مرزا خود اپنی کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ میں لکھتا ہے کہ سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت ’واخرین منهم لما یلحقوا بهم“ کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے بلفظہ۔ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان اور بالغ ہوا اور یہی ۱۲۷۵ شباب ظلم کا بھی ہے اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ ہیں۔ جب پندرہ سال بلوغت کے اس سے نکال دیئے جائیں تو ۱۲۵۹

بارہ سو انسٹھ پیدائشی سال مرزا کا رہتا ہے جس کی خبر باری تعالیٰ نے ”الا فی الفتنة سقطوا“ میں دی ہے اور یہی تاریخ مہدی کاذب سوڈانی کی بھی ہے۔ مہدی سوڈانی کی تاریخ ظہور ۱۸۸۲ ہے وہی تاریخ مرزا کی مجددیت اور مثیل مسیح وغیرہ کی ہے جیسا اس نے خود ”براہین احمدیہ“ کے حصہ سوم میں لکھا ہے۔ مرزا لکھتا ہے کہ ”میں تیرھویں صدی پر ہوا۔ میرے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں۔ غلام احمد قادیانی۔ اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں“۔ مرزا اس کو اپنے دعویٰ پر بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اے حضرات ذرا خیال کرنا چاہیے کیا اگر اور کسی کے نام کے بھی اعداد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرھویں صدی کا مجدد ہوگا؟ ہم نہ مانیں گے مگر مرزا اور مرزائیوں کو ضرور ماننا چاہیے۔ لیجئے سنیے چند آدمیوں کے پورے تیرہ سو اعداد میں نکال دیتا ہوں ان کو بھی مجدد کہنا ہوگا حالانکہ مرزا ان میں سے بعض کو سخت گالیاں دے چکا ہے۔

۱..... مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی۔ ۱۳۰۰

مرزا کا بھائی جو خاکروبوں کا پیغمبر موجود ہے یعنی

۲..... مرزا امام الدین ابو اوتار لال بیگیان قادیانی۔ اس کے نام کے اعداد بھی تقریباً تیرہ سو ہیں۔

مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے یعنی

۳..... مولوی حکیم نور الدین مستہام[۱] (حیران) بھیروی۔ ۱۳۰۰

مرزا کے ایک دوست بھی آپ کے ساتھ ہیں یعنی

۴..... مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔ ۱۳۰۰ علیٰ ہٰذا القیاس۔

۱ مرزا کا مصدق بن کر اب سخت حیرانی میں ہے۔ حیا دامنگیر ہے ۱۲۔

اور جس قدر نام چاہوں نکالوں ان کے عدد تیرہ سو پورے کرتا چلا جاؤں لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے؟ ہرگز نہیں مرزا کا اپنے نام کے اعداد نکال کر دعوی پیغمبری کرنا محض بیہودہ اور ہیچ و پوچ بازیچۂ طفلاں ہے۔ (کلمۂ فضل رحمانی)

اقول: سب سے لطیف تر بلکہ قرآنی معجزہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ﴾ (شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتا نہائے گنہگار پر) یہ پوری آیت کریمہ ہے اور اس کے عدد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰)۔ بلاشبہ مرزا پر شیطان اترا کرتے تھے اور انہیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

مرزا کی نحوست کا بیان

جب سے مرزا پیدا ہوا اس کی موت تک ملک پر تنگی اور قحط اور بلایا اور فتن ہی جوش زن رہے۔ کیا مہدی موعود ایسا ہی ہوگا جو تمام عالم کے لیے زحمت اور محنت ہوگا؟ سنیے مرزا کی تاریخ بلوغ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء زمانہ غدر گزرا ہے اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں جو ناگفتہ بہ ہیں حتی کہ سلطنت اسلامی کی رہی سہی رونق کا بھی ستیا ناس ہو گیا۔ بہادر شاہ کو جلا وطن کر کے دہلی سے رنگون میں پہنچایا اور ان کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گولی سے مار ڈالے گئے۔ (دیکھو 'واقعات ہند' کا صفحہ ۳۱)۔ پھر جب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء میں دعوی مہدی مسعود ہونے کا کیا تو تمام جہان کو قحط سخت و امساک باران و وبائے طاعون اور زلزلوں نے برباد کر دیا یہ اثر مرزا کی نحوست کا اب تک باقی ہے۔ (نعوذ باللہ) ایسے مہدی مردود سے۔

مرزا نے اپنے اعتقاد میں جو جو غلط اور جھوٹ بکا ہے وہ تحریر کرتا ہوں:

الف..... سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے آخر زمانے میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہو گا لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی امر یقینی نہیں ہے۔

(بلفظ الخبیث، صفحہ ۴۵۷، ازالۂ اوہام)

ب..... امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے جب مسیح بن مریم آئے گا تو امام مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ (بلفظ الخبیث، صفحہ ۵۱۸، ازالۂ اوہام اور انجام آتھم)

میں تو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے بھی منکر ہو گیا تھا۔

ع مگر دروغگو را حافظ نباشد

دیکھو! رسالہ "انجام آتھم" مرزا کی تصنیف صفحہ ۶۹ میں بکتا ہے کہ **من بآمدن هیچ مسیح خونی و مهدی خونی قائل نمی باشم۔**

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کا دعوی کہ میں مہدی موعود ہوں علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گزر چکے ہیں ان کی اپنی ہی تحریرات الہامی سے باطل ہو گیا۔ اور باطل بھی ایسا کہ تاویل کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ مرزائیوں کے لیے شرم کرنے اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مرزا خود ہی لکھتا ہے کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے ابن مریم کے آنے سے مہدی کی کوئی ضرورت نہیں پھر اسی مہدی کا ادعائی بنتا ہے کہ حدیث کے مطابق میں ہی مہدی ہوں اور کیسی جمہور کی مخالفت کر کے سیدھے مسلمانوں کو دھوکا دیا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ مہدی فوت ہو گئے۔ ناظرین کتب حدیث اور سیر کو ملاحظہ کریں کہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔ مگر سچ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں فتور آ جاتا ہے تو اس کو اگلی پچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں۔ اشرف الانبیاء اور دو جہاں کے سردار رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں چون و چرا کرنا

سخت گستاخی اور بے ادبی ہے جس کا نتیجہ خراب ہے۔ حضرت ﷺ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی علیہما السلام دونوں کا آنا قیامت کی علامات سے بیان فرماتے ہیں اور صدہا احادیث میں مذکور ہوا اور مرزا کہتا ہے کہ کیا ضرورت ہے؟ مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ عزوجل کے کاموں کے لیے ضرورت وعلّت تلاش کرنی عجب گمراہی ہے جبکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ''امام مہدی آئیں گے''۔ تو اب مسلمان کو ضرورت اور علّت تلاش کرنے کی کیا حاجت ہے؟ دل اور جان سے ماننا چاہیے بمقابلہ روشن نص جلی وافی کافی کے اپنے قیاس اور عقل کو دخل دینا شیطانی کام ہے۔ عینی جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ میں ہے وفیہ قول عمر رضی اللہ عنہ التسلیم للشارع فی امور الدین وحسن الاتباع فیما لم یکشف عن معانیها وقال الخطابی فیه تسلیم الحکمة وترک طلب العلل وحسن الاتباع فیما لم یکشف لنا عنه من المعنی وامور الشریعة علی ضربین ماکشف عن علته ومالم یکشف وهذا لیس فیه الا التسلیم۔ انتہی

قولہ: میں ایک مسلمان ہوں امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت۔ (بلفظہ صفحہ ۲، ٹائٹل، ازالہ اوہام)

اقول: قبل اس سے ''توضیح المرام'' کی عبارت میں مرزا نے بکا تھا کہ فرشتے کوئی چیز نہیں ارواح کواکب اور تاثیرات کواکب سے عبارت ہے۔ اور اب ملائکہ پر ایمان لایا اس کا باعث بھی وہی حافظہ کا فتور ہے۔ ورنہ اگر یاد ہوتا کہ میں پہلے فرشتوں کا انکار کر چکا ہوں تو اب کبھی اقرار نہ کرتا۔ مگر اس میں دو باتیں اور مرزا کی قباحت اعتقاد پر پائی گئیں کہ وہ قیامت اور قدر پر ایمان نہیں رکھتا والیوم الآخر والقدر خیره وشره من اللہ تعالیٰ پر ایمان ضروری ہے۔

اعتقاد: پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔

(بلفظہ التخلیص، صفحہ ۴۹۵ و ۴۹۶، ازالہ اوہام وانجام آتھم وضمیمہ)

اقول: مرزا کے اعتقاد میں دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ اور اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ نکلنا دجال اور یاجوج ماجوج کا اور نکلنا سورج کا مغرب سے، اترنا حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اور باقی تمام نشانیوں قیامت کا حق ہے۔ (فقہ اکبر)

اعتقاد: وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

(صفحہ ۶۸۵، ازالہ اوہام)

اقول: مرزا مہدی ہو کر دجال کے گدھے پر سوار ہوتا ہے۔ کیا یہ بھی اس کو الہام ہوا ہوگا کہ مہدی دجال کے گدھے پر سوار ہوگا۔

اعتقاد: یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔

(بلفظہ صفحہ ۵۰۲ و ۵۰۸، ازالہ اوہام)

اقول: مطلب یہ ہوا کہ یاجوج ماجوج کوئی نہیں ہوں گے اس اعتقاد کے سبب سے آیت اور حدیث صحیح پر اعتقاد نہ رہا اور انکار پایا گیا جو کفر ہے۔ معلوم نہیں کہ اور قوموں کو کیوں ترک کیا فقط دو ہی قوم کفار انگریز اور روس کو یاجوج ماجوج بنایا۔

اعتقاد: دابۃ الارض وہ علماء اور واعظین ہیں جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ (بلفظہ صفحہ ۵۱۰، ازالہ اوہام)

اقول: مطلب یہ ہوا کہ دابۃ الارض علماء ہیں اور کچھ نہیں ہے پس دابۃ الارض سے بھی انکار ہوا۔

اعتقاد: دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۱۳، ازالہ اوہام)

اقول: مطلب مرزا کا یہ ہے کہ دخان جو صحیح حدیث میں وارد ہے وہ کچھ نہ ہوگا۔ یہ صحیح حدیث سے انکار ہوا۔

اعتقاد: مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (بلفظہ صفحہ ۵۱۵، ازالہ اوہام)

اقول: یہ بھی صحیح حدیثوں سے انکار ہے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا تو بہ کا دروازہ بند ہوگا کافر اسلام لائے تو قبول نہیں، فاسق توبہ کرے تو قبول نہیں، قال اللہ تعالی ﴿یَوۡمَ یَاۡتِیۡ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَایَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُہَا لَمۡ تَکُنۡ اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ﴾ اسلام پھیلنے کی اچھی برکت ہوئی کہ اسلام ہی قبول نہیں۔ پھر مرزا ہدایت عبث کرتا اور اپنی دعوت میں قرآن عظیم کا مخالف تھا جب ایمان قبول ہی نہیں تو دعوت کس لیے؟ مرزا کا نبی بنا نے والا بھی عجب احمق تھا کہ مردود چیز مانگنے کے لیے مرزا کو مقرر کیا۔

اعتقاد: کہ قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ملخصا صفحہ ۳۱۵، ازالہ اوہام)

اقول: اب عذاب قبر سے بھی انکار کر دیا۔ جب نہ دیکھے تھے اب تو ہر وقت انہیں سے پالا پڑتا ہوگا۔ جو چیز نظر نہ آئے اس پر ایمان نہ لانا ہی ملحد دہریہ کا شبہ ہے کہ ''خدا ہے تو دکھاؤ''۔

اعتقاد: هفصد و هفتاد قالت دیده ام، بارها چون سبزه ها روئیده ام۔ (بلفظہ صفحہ ۸۱، کتاب ست بچن مرزا کی تصنیف)

اقول: اب تناسخ بھی اعتقاد کر لیا جو ہنود اور کفار کا اعتقاد ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ مرزا جی مہاراج کرشن اوتار بھی تو ہیں۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تم کو بخشش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔ (بلفظہ ملخصا صفحہ ۵۶۰، براہین

احمدیہ) اصل عبارت عربی یہ ہے اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک۔

اعتقاد: (الہام) ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تا کہ تیرا خدا (عاجی) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (بلفظہ صفحہ ۵۷، ضمیمہ انجام آتھم)

فقیر کہتا ہے کہ چونکہ مرزا کو حسب دلخواہ عمل کرنے کا حکم خدا سے ہو چکا ہے اسی واسطے پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہے اور آیات اور احادیث اور ضروریات دین سے انکار کرتا ہے جب کہ پہلے ہی سے معافی کی دستاویز مل چکی ہے تو اب کس بات کا خوف رہا البتہ یہ دستاویز دینے والا عاجی خدا ہوگا۔ ہاتھی دانت کا یا گوبر کا۔

اعتقاد: قولہ ''ومن دخلہ کان امنا'' ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لیے آسانی نہیں کی؟ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ ''بیت الفکر'' سے اس جگہ وہ چوپارہ مراد ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور ''بیت الذکر'' سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوپارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ومن دخلہ کان امنا اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ (بلفظہ الخبیث ملتقطا صفحہ ۵۵۸، براہین احمدیہ)

اقول: وعلی اعتقاد ذلک المهدی الضال المضل. یہ آیت شریفہ مسجد حرام بیت اللہ شریف کے حق میں وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ مسجد نبوی ﷺ اور مسجد بیت المقدس کے بارے میں ایسا فرمان نہ آیا مگر مرزا کی مسجد قادیان میں اس کے حق میں یہ فرمان وارد ہوا۔ مرزا کے خدا عاجی نے اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے۔ جو اس کا جی چاہے وہی کرے اور پھر اس کی مسجد میں جو کوئی داخل ہوا وہ پروردگار کے عذاب سے امن میں ہوا۔ قادیان کو مکہ بنایا اور اپنی مسجد کو مسجد حرام اور بیت اللہ بنایا۔ پس اسی واسطے حج کو نہیں گیا۔ اب عرب کے ملک کو مشقت کر کے حج کی کیا ضرورت رہی۔ مرزا کے بھائی مرزا امام الدین اوتار لال بیگیاں نے بھی قادیان میں چوہڑوں کا حج مقرر کیا تھا۔ (دیکھو کتاب ''وید حق'' مؤلفہ مرزا امام الدین)

اعتقاد: مرزا مسلمانوں کے دشمن جانی ہیں۔

قوله: جو شریر بد باطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش انڈیا کے باغی ہیں ان کو سزا ملنی چاہیے۔ انتہی دیکھو اشتہار جمعہ کی تعطیل کا مورخہ یکم جنوری ۱۸۹۶ء۔

اقول: پس دیہاتی مسلمان جہاں نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔ (نعوذ باللہ)

اعتقاد: مرزا اپنی کتابوں میں تصویریں بھی بناتا تھا، تصویر یسوع کی شکل پر مجسم بیٹا، تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس، تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ۔ (بلفظہ صفحہ ۳۵، انجام آتھم)

(تین تصویریں کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں)

اقول: پس مرزا کا عمل احادیث صحیحہ کے خلاف پر پایا گیا۔ کیا یہی مہدی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ صاف ضال مضل کاذب ہے۔ اور یہ تین لیے تو نصاریٰ کے باپ کیوں بدل لیا وہی اپنے گوبر والے کی تصویر دی ہوتی۔

اعتقاد: مرزا کا کوئی پیر و مرشد نہیں ہے۔

قوله: میرا کوئی والد روحانی نہیں ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی میں سے کسی سلسلہ میں داخل ہے؟

(بلفظہ ملخصا صفحات ۵۶۸، ۶۵۹، ۶۶۰ ازالہ اوہام)

اقول: سچ ہے۔ من لم یکن له شیخ فشیخه الشیطان. (بے پیرے کا پیر شیطان)

اعتقاد: مرزا اپنے مریدوں سے چندہ یک مشت اور ماہوار وصول کر کے اپنے آرام کا مکان اور سامان تیار کرتا ہے۔

قوله: ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے جماعت مخلصین دو ہزار روپیہ جلد بہم پہنچائیں اور پہلے سے ثابت قدم ہو جائیں۔ دیکھو اشتہار مورخہ ۱۷ فروری ۱۸۹۷ء مرزا کا۔

اقول: اللہ کے سچے رسولوں کو تو ہمیشہ یہ الہام ہوا کہ ﴿مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ مگر شیطانی رسول کا یہی الہام چاہیے کہ لاتے جاؤ دھرتے جاؤ۔

مرزا پکا طالب دنیا اور عبد الدینار والدراہم تھا

قوله: مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جس کو شک ہو ڈاک خانہ کی کتابیں دیکھ لے۔ (ملخصا صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم) حاجی سیٹھ عبد الرحمن اللہ رکھا تاجر مدراس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ (صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم) شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کوٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدر آباد کا مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی، مولوی عبد المجید دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ خلیفہ نور الدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ۲۸، ۲۹)

مرزا نے برائی اور حرام کی کمائی کے مال کے لیے درخواست کی تھی

مرزا کو معلوم ہوا کہ اللہ دیا نام ایک نقارچی گانے بجانے والا بُرے کاموں اور ناجائز پیشے سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہو گیا اور اس کے پاس چند ہزار روپیہ حرام کی کمائی کا موجود تھا جس کو وہ بوجہ پرہیزگاری کے صرف نہ کرتا تھا۔ مرزا نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ روپیہ میرے پاس بھیج دو ہم اشتہارات وغیرہ میں صرف کر دیں گے۔ جب اس نے علماء سے فتویٰ پوچھا تو علماء نے منع کر دیا۔ اس سبب سے مرزا کا یہ شکار بھی خالی گیا۔

رسالہ ''تائید آسمانی'' تصنیف منشی محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ اختر ہند پریس امرتسر ۲۳ ماہ جولائی ۱۸۹۳ء، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر تشریف لیجانا اور اُس کا ثبوت، اور پھر اترنا قبل روز قیامت کے ''تفسیر ابن کثیر'' کی عبارت عربی کا مطلب بیان کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں جو چشمہ تھا۔ اُس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اپنے بارہ (۱۲) حواریوں[1] کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ (۱۲) مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے درجے میں میرے ساتھ رہے؟ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں یا رسول اللہ! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی یعنی بعینہ مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہو گیا باذن پروردگار۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض لوگ بارہ مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔

اور اس کے بعد تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان میں خدا ہو کر رہا، جب تک اس نے چاہا، پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقے کو ”یعقوبیہ“ کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا! کہ خدا کا بیٹا تھا جب تک اس نے

[1] حواریوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ بعض نے کہا مچھلی پکڑنے والے تھے۔ بعض نے کہا رنگریز، بعض نے کہا اول میں اور قوم تھی بعد کو وہ لوگ کپڑے دھونے والے ہو گئے، بعض نے کہا بادشاہ تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض رنگریز ہوں، بعض کپڑے دھونے والے بعض ماہی گیر بعض بادشاہ۔ بارہ (۱۲) تھے یا تیرہ (۱۳) یا زائد۔ کبیر ۱۲ منہ

چاہا ہم میں رہا، خداوند کریم نے اپنی طرف اس کو اٹھا لیا۔ اس گروہ کا نام نسطوریہ ہے۔ تیسرے[1] فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہمارے گروہ میں رہا۔ جب تک خداوند کریم نے چاہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس گروہ کو ”مسلمان“ کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے مسلمانوں کے فرقے پر غالب آئے اور قتل کر ڈالا پھر اسلام معدوم رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے، ابن عباس کی طرف۔ اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے انہوں نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا بہت علمائے متقدمین نے اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے کہ یہود نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ مسیح علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ اور قتادہ تابعی شاگرد انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔ اور روایت کیا ابن جریر نے سدی تابعی شاگرد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان میں۔ پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو، کہ تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے میری جگہ اور واسطے اس کے جنت ہو؟ پس قبول کیا ایک نے ان میں سے اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام

[1] ایک چار فرقے ہوئے تھے۔ یعقوبیہ، نسطوریہ، ملکانیہ اہل حق۔ ملکانیہ کا یہ مذہب تھا کہ خدا تین ہیں، اللہ تعالیٰ اور بی بی مریم اور عیسیٰ۔ انتہی ”کتاب السبعیات“ للامام ابی نصر محمد بن عبدالرحمن الہمدانی۔ صفحہ ۳۹

طرف آسمان کے۔ یہی ہے مضمون پروردگار کے قول کا ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾

واخرج ابن جریر عن ابی مالک ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال ذلک عند نزول عیسیٰ ابن مریم لا یبقی احد من اهل الکتاب الا امن به. اوراخراج کیا ابن جزیر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قول باری تعالیٰ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ...... الخ﴾ کے فرمایا انہوں نے یہ بات نزدیک نزول عیسیٰ ابن مریم کے ہوگی یعنی اس زمانے میں جو اہل کتاب ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اوراخراج کیا عبد بن حمید اور ابن منذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ مونھ اور چوتڑ پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے۔ وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمان پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے۔ پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور انہیں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ قوم یہود ملعون باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے تھے اور پھر ان کی تکذیب اور مخالفت اور ایذاءرسانی میں اس قدر کوشش کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی بستی میں یہود کے ہمراہ رہ نہیں سکتے تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لے کر سیر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے پس یہود ملعون نے وہاں کے فرستارہ پرست بادشاہ سے جا کر کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص فتنہ گر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے غصہ ہو کر اپنے نائب کو قدس میں لکھا کہ کوشش کر کے اس شخص کو پکڑ کر دار پر چڑھادے اور اس کے سر پر کانٹا رکھ دے اور لوگوں کو

ان کے ضرر سے بچالے۔

پس بیت المقدس یہود کی جماعت ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مکان میں تھے، گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے اصحاب کے جو تعداد میں بارہ (۱۲) تھے یا تیرہ (۱۳) یا سترہ (۱۷) بند کر دیا۔ بعد عصر کے جمعہ کے روز ہفتہ کی رات میں، پس عیسیٰ علیہ السلام جان چکے کہ یہود آ کر مجھ کو پکڑیں گے اور باہر نکالیں گے۔ پس اپنے حواریوں سے فرمایا کہ کون شخص تم میں سے قبول کرتا ہے کہ وہ میری صورت بن جائے اور میرے شبے میں قتل کیا جائے اور جنت میں میرا رفیق ہو۔ پس قبول کیا اس بات کو ایک جوان نے، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتبار نہ کیا یہاں تک کہ تین بار عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات لوٹائی، پس وہی جوان قبول کرتا گیا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک تم ہی ہو۔ پس پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈال دی۔ جیسا کہ بعینہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوگیا اور ایک روشندان چھت سے کھل گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی، یعنی مقدمہ نوم جو پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بندی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے۔ پس اٹھائے گئے طرف آسمان کی۔ اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ ...... الخ﴾ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، پھر بعد کو وہ بند شدہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے۔ پس جب کہ یہود نے اس جوان کو دیکھا، عیسیٰ گمان کر کے پکڑ کر رات کو سولی دیدی، یعنی دار پر چڑھادیا۔ اور یہود نے مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو کوشش کر کے قتل کرادیا اور نصاریٰ کے چند گروہ نے بسبب بے وقوفی اور کم عقلی کے اس کو سند پکڑ لیا۔

سوا ان چند آدمیوں کے جو مکان بند تھے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا چڑھ جانا مشاہدہ کیا تھا۔ لیکن باقی کے لوگ سب یہود کی طرف ظن اور گمان میں رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم

صاحبہ دار کے نیچے بیٹھی رو رہی تھیں اور مصلوب نے بی بی مریم صاحبہ کو پکارا بھی تھا۔ اور یہ کل باری تعالیٰ کا امتحان تھا۔ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ای رأو شبهه فظنوا انه اياه ولهذا قال ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ یعنی بذلک من ادعی انه قتله من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارٰی کلهم فی شک من ذلک وحيرة وضلال وسعر ولهذا قال ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ ای وما قتلوه متيقنين انه هو بل شاكين متوهمين ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا﴾ ای منيع الجناب لايلام جنابه ولا يضام من لاذببابه ﴿حَكِيْمًا﴾ ای فی جميع مايقدره وبقضيه۔ ابن جریر نے کہا کہ حدیث پہنچی مجھ کو ابن بشارہ سے، وہ لیتے ہیں عبدالرحمٰن سے، وہ سفیان سے، وہ ابی حصین سے، وہ سعید بن جبیر سے، وہ ابن عباس سے اس بات کی کہ کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور عوفی نے بھی ایسا ہی ابن عباس سے بیان کیا اور ایسا ہی بیان کیا ابو مالک نے۔

ابن جریر نے جو حدیث حسن سے روایت کی بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں اتنا زیادہ ہے۔ واللّٰه انه لحی الان عند اللّٰه ولكن اذا نزل امنوا به اجمعون. یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں، باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے، بدکار اور نیک اور ایسا ہی ابن ابی حاتم اپنے باپ سے وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں یہ جملہ حضرات اور سوا ان کے جس قدر ثقات مفسرین اور محققین ہیں، سب کے سب متفق ہیں کہ مرجع ضمیر مضاف الیہ کا جو ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ میں ہے عیسیٰ علیہ السلام ہیں الامن شذ، شمس الہدایہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے آخر زمانے میں قیامت سے آگے۔ اور لوگوں کو پروردگار وحدہ

لاشریک له کی عبادت کی طرف بلائیں گے۔

امام بخاری نے کتاب ذکر الانبیاء میں اپنی صحیح میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قسم ہے اس پروردگار کی مجھ کو جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے کہ نازل ہوگا تمہارے اندر عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل يكسر الصليب (صلیب کو توڑے گا) ويقتل الخنزير (خنازیر کو قتل کرے گا) ويضع الجزية[1] (جزیہ موقوف کردے گا کسی سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرے گا) ويفيض المال حتى لايقبله احد (اتنا مال لوگوں کو دیں گے یعنی ان کے زمانے میں اس قدر ترقی برکت اور دولت کی ہوگی کہ بہ سبب استغناء کے کوئی قبول نہ کرے گا) یہاں تک عبادت کا شوق ہوگا کہ ایک سجدہ کرنا اس وقت دنیا اور دنیا کے اسباب سے بہتر جانیں گے اور ہر ایک اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر قبل ان کی موت کے ان پر ایمان لائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان پر روز قیامت کے گواہی دیں گے''۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے امام مسلم نے بھی اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے روحاء کی وادی میں''۔

(وکذا رواہ مسلم)

اور امام احمد نے چند طریقوں سے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور ایسا ہی امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے متعدد طریق سے اخراج کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے ابی ہریرہ سے روایت کی۔ حدیث لمبی ہے اس کی آخر میں یہ ہے کہ لوگ نماز کی تیاری کرتے ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کو امام کریں گے جب ان کو اللہ تعالیٰ کا دشمن

[1] فان قلت وضع الجزية مشروع فی هذه الامة فلم لايكون المعنى تقرر الجزية على الكفار من غير محاباة فلذلک يكثر المال قلنا مشروعية الجزية مفيدة بنزول عيسى وقد قلنا ان عيسى لا يقبل الا الاسلام. وقال ابن بطال وانما قبلناها قبل نزول عيسى للحاجة الى المال وفی زمانه يكثر المال حتى لايقبله احد. (عینی بخاری، جلد سابع، صفحہ ۴۵۲) ۱۲ منہ

دیکھے گا نمک کی طرح پگھل جائے گا یعنی اگر اس کو چھوڑیں گے تو نمک کی طرح پگھل جائے گا مگر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنے نیزہ میں اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔

تفسیر کبیر میں ہے ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصَّلِحِيْنَ﴾ کے متعلق امام حسین بن فضل بجلی نے کہا کہ کہل ہوگا بعد اترنے کے آسمان سے اور اس وقت لوگوں سے کلام کرے گا اور دجال کو مارے گا اور اس آیت میں نص ہے اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ نازل ہوں گے طرف زمین کی۔ انتہی (صفحہ ۳۵۰)

اب صرف دو تین حدیثیں عربی زبان میں بھی واسطے تسکین ناظرین کے نقل کیے دیتا ہوں۔ قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن عبدالله بن ثعلبة الانصاری عن عبدالله بن زید الانصاری عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد او الى جانب لد۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ''جب دجال احد پہاڑ کے پیچھے آئے گا تو فرشتے اس کا مونھ ملک شام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہاں جا کر ہلاک ہوگا''۔ چوں کہ باب لُدّ بھی ملک شام ہی میں ہے۔ لہٰذا دونوں روایتوں میں مطابقت ہوگئی۔ رواہ احمد ایضا عن سفيان بن عيينة من حديث الليث والاوزاعی ثلاثتهم عن الزهری عن عبدالله بن عبيدالله بن ثعلبة عن عبدالرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد۔ وكذا رواه الترمذی عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح قال وفی الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابی برزة وحذيفة بن اسيد وابی هريرة وكيسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبدالله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمروبن عوف وحذيفة بن اليمان رضی اللہ عنہ ومراده برواية هولاء مافيه ذكر

الدجال وقتل عيسى ابن مريم علیہ السلام له. فاما احاديث ذكر الدجال فقط فكثيرة وهی اكثر من ان تحصى لانتشارها وكثرة روايتها فی الصحاح والحسان والمسانيد وغيرذلک.

حديث اخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابی الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاری قال اشراف علينا رسول الله ﷺ من غرفة ونحن نتذاكر الساعة فقال لاتقوم الساعة حتى تروا عشر ايات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج ياجوج وماجوج ونزول عيسى بن مريم والدجال وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب و خسف بجزيرة العرب ونار تخرج من قعرعدن تسوق اوتحشرالناس تبيت معهم حيث باتوا وتقبل معهم حيث قالوا. وهكذا رواه مسلم واهل السنن من حديث القزازبه. ورواه مسلم ايضا من رواية عبد العزيزبن رفيع عن ابی الطفيل عن ابی شريحة عن حذيفة بن اسيد الغفاری موقوفا. والله اعلم. فهذه احاديث[1] متواترة عن رسول الله ﷺ من رواية ابی هريرة وابن مسعود وعثمان بن ابی العاص وابی امامة والنواس بن سمعان وعبدالله بن عمروبن العاص ومجمع بن جارية وابی شريحة وحذيفة بن اسيد رضی اللہ عنہ وفيها بيان صفة نزوله ومكانه انه بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلک يكون عند اقامة صلاة الصبح وقد بنيت

---

[1] ترجمہ یہ احادیث متواترہ ہیں رسول اللہ ﷺ سے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ملک شام ہے بلکہ دمشق شہر میں شرقی منارہ سے بوقت قائم ہونے نماز صبح کے اور اب جو منارہ ہے یہ اس وقت کا نہیں ہے بلکہ اس وقت کے موجودہ منارہ کو نصاریٰ نے جلا دیا تھا بسبب آگ لگا دینے کے کہ اس منارہ سے عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور کفار، نصاریٰ اور یہود وغیرہم سے جزیہ نہ قبول کریں گے سوائے اسلام کے۔ پس اس منارے کے عوض میں جامع اموی میں ۷۴۱ھ میں سفید پتھر چھیل کر ایک اور منارہ قائم کیا گیا...... الخ ۱۲ منہ

فی هذه الاعصار فی سنة احدی واربعین وسبع مائة منارة للجامع الاموی بیضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التی هدمت بسبب الحریق المنسوب الی صنیع النصاری وکان اکثرعما راتها من اموالهم وقویت الظنون انها هی التی ینزل علیها المسیح ابن مریم علیهما السلام فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیة فلایقبل الا الاسلام کما تقدم فی الصحیحین وغیرهما وهذا من اخبار النبی ﷺ بذلک وتشریع وتسویغ له علی ذلک فی هذا الزمان حیث تنزاح عللهم وترتفع شبهتهم من انفسهم ولهذا کلهم یدخلون فی دین الاسلام ومتابعین لعیسٰی علیہ السلام وعلی یدیه ولهذا قال تعالٰی ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ وهذه الایة کقوله تعالٰی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ وقری لعلم بالتحریک ای امارة ودلیل علی اقتراب الساعة وذلک لانه ینزل بعد خروج المسیح الدجال فیقتله الله علی یدیه کما ثبت فی الصحیح ان الله لم یخلق داء الا انزل له شفاء ویبعث الله فی ایامه یاجوج وماجوج فیهلکهم الله تعالٰی ببرکة دعائه وقد قال تعالٰی ﴿حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ......الاٰیة﴾

حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار اور نیز پہلے مضمون احادیث کا جو اردو میں بیان ہوا یہ ہے کہ قتل کرنا اور سولی دینا عیسٰی علیہ السلام کا ہرگز نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اس حواری نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور دونوں ضمیریں ''بہ'' اور 'موتہ' کی عیسٰی علیہ السلام کی طرف ہیں ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ﴾ میں۔ کیونکہ ماقبل میں ذکر عیسٰی علیہ السلام ہی کا ہے اور آثار صحابہ وتابعین مثل ابن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود ومجاہد وقتادہ وغیرہم کے

اس پر دال باکمال ہیں اور ضمیر 'بہ' کی محمد ﷺ یا عیسٰی علیہ السلام کی طرف پھیرنی اور 'موتہ' کی اہل کتاب کی طرف۔ اگرچہ یہ احتمال واقع میں درست ہے کیونکہ اس وقت یعنی نزول عیسٰی علیہ السلام کے وقت جو کافر موجود ہوگا اہل کتاب وغیرہ قبل اپنی موت کے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور ان پر ایمان لانا بعینہ ایمان لانا ہے محمد ﷺ پر۔ لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں یہ مراد نہیں۔ اور عیسٰی علیہ السلام اتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم، عادل۔ توڑیں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے، قتل کریں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے تاکہ کوئی اہل کتاب بوجہ ایمان کے بعد میلان اور عادت قدیمہ کے ان خنازیر کی طرف دل میں رغبت تک بھی نہ کر سکے لقمع مادة الفتنة. صبح کی نماز کی اقامت ہوتی ہوگی کہ دمشق کے منارہ شرقی سے اتریں گے اور نصاریٰ نے اس منارہ کو گرادیا تھا۔ پھر ۱۴۱ھ[1] میں دوسرا اسفید منارہ اس جگہ بنایا گیا ہے۔ اہل کتاب سے سوائے دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا۔ حسد، بغض، عداوت اور بواقی صفات ذمیمہ نہ رہیں گے۔ شیر، اونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ضرر نہ دیں گے۔ عیسٰی علیہ السلام حج وعمرہ ادا کریں گے۔ حضرت مسیح سے قبل دجال کے زمانے میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اس زمانے میں طعام کی جگہ تہلیل، تکبیر، تسبیح سے حیات بسر کریں گے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے۔ قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے اور ہلاک ہوگی قوم یاجوج ماجوج ان کی برکت سے۔

[1] اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

''حیوۃ الحیوان'' میں بھی ابوداؤد سے اس مضمون کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً معلوم ہوگیا کہ آسمان سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے ورنہ الی الارض کا لفظ بے معنی ہوجاتا ہے۔ ونصہ ھذا وفی سنن ابی داؤد من حدیث عبدالرحمن بن آدم ولیس لہ عندہ سواہ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل عیسیٰ بن مریم علیہ السلام الی الارض وکان رأسہ یقطر ولم یصبہ بلل (الی ان قال) ثم یبقی فی الارضِ اربعین سنۃ ثم یموت ویصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ (ج ۱، ص ۲) واخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا۔ اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے۔ فرمایا عبداللہ بن سلام نے ''دفن کیے جائیں گے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین کے پس ہوگی قبر ان کی چوتھی''۔ اور ایسا ہی روایت کیا ہے ترمذی نے بھی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اری انی اعیش بعدک فتاذن لی ان ادفن الی جنبک قال وانی لی بذالک الموضع مافیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ بن مریم۔ فرمایا حضرت عائشہ نے کہ ''میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیسے دے سکتا ہوں میں یہ جگہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔''

اور روایت کیا ابن جوزی نے اپنی کتاب ''وفاء'' کے اندر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما سے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اتریں گے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پاس، کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی ایک مقبرے سے) درمیان ابوبکر اور عمر کے''۔

سوال: کیا حکمت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے میں زمین پر؟

جواب: ۱...... یہود کا رد کرنا منظور ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور سُولی دیا ہے۔ پس جب خود آ کر یہود کو قتل کریں گے تو ان کی تکذیب ہوگی۔

۲...... ان کی موت کا زمانہ قریب ہوگا تاکہ زمین پر فوت ہوکر زمین میں دفن ہوں کیونکہ مٹی کی پیدائش کو مٹی میں دفن ہونا چاہیے۔

۳...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تو دعا کی تھی کہ پروردگار ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے کرے۔ پس دعا ان کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور ان کو باقی رکھا یہاں تک کہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے اور اسلام کو تازہ کریں گے جو کہ سُست ہو چکا ہوگا اور وہ وقت خروج دجال کا بھی ہوگا پس اس کو قتل کریں گے۔

۴...... عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے ان چند باتوں سے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انا اولی الناس بابن مریم لیس بینی وبینہ نبی وھوا قرب الیہ من غیرہ۔ (عینی بخاری، ج ۷) اور روایت کیا امام ترمذی نے بعض اس حدیث کا وقد بقی فی البیت موضع قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ محقق ابن جزری فرماتے ہیں کہ پاس عمر کے دفن ہوں گے کیونکہ خبر دی ہم کو بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کے جنب میں ہے۔ روایات در بارۂ

مرفوع ہونے جسم مسیح کے۔ اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام سوا ان کے جو بیان کر چکا ہوں
اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر در منثور اور تفسیر ابن جریر کو
ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب
احادیث کا مطالعہ کرے۔ مگر مومن منصف کے لیے تو اس قدر بس ہیں ان روایات متکاثرہ
اور احادیث متواترہ سے نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے۔

زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ
اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعۂ وحی نبی ﷺ کو معلوم ہوئے ان کو بیان فرمایا سامع
نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا علی هذا القياس ﴿وَمَا
يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات بعض سے
صفات اور افعال کے بیان میں کم و بیش ہوا کرتی ہیں۔ اب میں ایک حدیث شیخ اکبر کی بیان
کرتا ہوں جن کی جلالت شان اور تبحر فی الکشف اور غوثیت اور صدق کو خود مرزا بھی مانتا ہے
اور ان سے بعض مواضع میں نقل بھی کیا ہے۔ مرزا انہیں کی عبارت پر ایمان لائے اس
حدیث میں بھی تاویل بہ مثیل عیسیٰ ممکن نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث و روایات میں خود
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھے، نہ مثیل ان کا۔

قال الشيخ الاكبر قدس سره الاطهر في الباب السادس والثلثين
من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال كتب عمر بن
الخطاب الى سعد بن ابى وقاص وهو بالقادسية ان وجه نضلة من معاوية
الانصارى الى حلوان العراق فليغر على نواحيها فوجهه مع جماعة
فاصابوا غنيمة وسبيا وانقلبوا يسوقون الغنيمة والسبى حتى زهقت بهم
العصر وكادت الشمس تغرب فاجأ نضلة السبى والغنيمة الى صفح

الجبل ثم قام فاذن فقال الله اكبر الله اكبر فقال مجيب من الجبل كبرت
كبيرا يا نضلة ثم قال اشهد ان لا اله الا الله فقال هى كلمة الاخلاص يا نضلة
ثم قال اشهد ان محمدا رسول الله فقال هذا هو الذى بشر نابه عيسىٰ بن
مريم وانه على راس امته تقوم الساعة ثم قال حى على الصلاة فقال طوبى
لمن مشى اليها وواظب عليها ثم قال حى على الفلاح قال قد افلح من
اجاب محمدا ﷺ وهو البقاء لامته ثم قال الله اكبر الله اكبر قال كبرت
كبيرا ثم قال لا اله الا الله قال اخلصت الاخلاص يا نضلة حرم الله جسدك
على النار قال فلما فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت يرحمك الله ملك
انت ام ساكن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك
فانا وفد الله ووفد رسول الله ﷺ ووفد عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل
عن شخص هامته كالرحى ابيض الراس واللحية عليه طمران من صوف
فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فقلنا وعليك السلام ورحمة الله
وبركاته من انت يرحمك الله فقال انا زريب بن برتملا وصى العبد
الصالح عيسىٰ بن مريم اسكنني بهذا الجبل ودعا لى بطول البقاء الى
نزوله من السماء فيقتل الخنزير ويكسر الصليب و يتبرأ مما تحلته
النصارى ثم قال ما فعل يبنى الله ﷺ قلنا قبض فبكى بكاءً طويلا حتى
خضبت لحيته بالدموع ثم قال فمن قام فيكم بعده قلنا ابوبكر قال مافعل
به قلنا قبض قال فمن قام فيكم بعده قال عمر قال اذن فاتنى لقاء محمد
ﷺ فاقرء واعمر منى السلام وقولوا له يا عمر سدد وقارب فقد هذا
الامر واخبروه بهذه الخصال التى اخبركم بها وقولوا ياعمر اذا ظهرت

هذه الخصال فی امة محمد ﷺ فالهرب الهرب اذا استغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا فی غیر مناسبهم وانتموا الی غیر موالیهم ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یوقر صغیرهم کبیرهم وترک الامربالمعروف فلم یومربه وترک النهی عن المنکر فلم ینه عنه وتعلم عالمهم العلم لیجلب به الدنانیروالدراهم وکان المطر قیظا وطولوا المنابروفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهروا الرشی وشیدوا البناء واتبعوا الهوی وباعوا الدین بالدنیا واستسفحوا الدماء وانقطعت الارحام وبیع الحکم واکل الربا وصارالتسلط فخرا ولغنی عزاوخرج الرجل من بیته وقام الیه من هو خیرمنه ورکبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فکتب بذلک نضلة الی سعد وکتب سعد الی عمر فکتب عمر الیه اذهب انت ومن معک من المهاجرین والانصار حتی تنزل بهذا الجبل فاذا لقیتة فاقرأه منی السلام فان رسول الله ﷺقال ان بعض اوصیاء عیسیٰ بن مریم نزل بهذاالجبل بناحیة العراق فنزل سعد فی اربعة الاف من المهاجرین والانصار حتی نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلاة فلم یجده۔ترجمہ: فرمایا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ ”میرے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تا کہ اس کے گردونواح میں لوٹ مار کریں۔پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ پس ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت سامال غنیمت کا حاصل کیا اور آدمیوں کو قید کیا اور ان سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے

ہو کر اذان دینی شروع کی۔جب اللہ اکبرا للہ اکبر کہا۔تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے عظمت والے کی بڑائی کی، پھر نضلہ نے اشهد ان لااله الا اللہ۔کہا تو اسی مجیب نے جواب میں کہا! کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔اور جس وقت نضلہ نے اشهد ان محمدا رسول الله۔کہا، تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے۔جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی۔اور یہ بھی فرمایا تھا۔کہ اس نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔پھر نضلہ نے حی علی الصلوة. کہا تو اس نے جواب دیا کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔پھر جس وقت نضلہ نے حی علی الفلاح کہا۔تو مجیب نے جواب دیا۔کہ جس شخص نے محمد ﷺ کی اطا عت کی اس شخص نے نجات پائی۔پھر جب نضلہ نے ا للہ اکبر اللہ اکبر کہا۔تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔جب نضلہ نے لااله الا الله پر اذان ختم کی۔تو مجیب نے فرمایا تم نے اخلاص کو پورا کیا۔تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔جب اذان سے نضلہ فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب! آپ کو ن ہیں؟ فرشتہ یا جن یا انسان جیسے آواز اپنی ہم کو آپ نے سنائی ہے۔اسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے اس واسطے کہ ہم خدا پاک اور رسول اللہ اور عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکلا جس کا سر مبارک بہت بڑا چکی کے برابر تھا۔اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے اور السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کہا صحابہ نے وعلیک السلام ورحمة الله کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ”نزول من السماء“ تک میری درازی عمر کے لیے دعا فرمائی۔جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے

نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق محمد ﷺ بالفعل کس حال میں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ اس وقت بہت روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ ہم نے کہا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ فرمایا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے نصیب نہ ہوئی پس تم لوگ میرا اسلام عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچائیو اور کہو کہ اے عمر انصاف کیجئے اور عدل کیجئے، کہ قیامت قریب آگئی ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا، ان سے عمر کو خبردار کیجئے۔ اور کہو کہ اے عمر جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں، تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد شہوت رانی میں مردوں پر قانع ہوں اور عورتیں عورتوں پر اور لوگ اپنا نسب بدل کر اور نسب بنائیں۔ مثلاً کوئی سید بن جائے اور سید نہ ہو، قرشی بن جائے اور قرشی نہ ہو، اور آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کنندہ کے سوا اور قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر وعزت نہ کریں اور امر بالمعروف متروک ہو جائے کہ کوئی بھلائی کا حکم نہ کرے اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں کہ کوئی برائی سے نہ روکے اور عالم بغرض حصول دنیا کے علم سیکھے، اور مینھ کا موسم گرم وخشک ہو یعنی بارش کا قحط ہو، اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقری وطلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ یعنی قرآن عظیم ومساجد کی عظمت دلوں سے گھٹ جائے یہاں تک کہ ظاہر زینت سے ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا کرنے کی حاجت ہو۔ اور رشوت علانیہ لیں اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کا اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں اور صلہ رحم منقطع ہو جائے اور حکم دام لے کر ہو اور بیاج کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور

مالداری عزت بن جائے اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہوگئے۔ پس اس قصہ کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر کی طرف، پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس پہاڑ کے پاس اترو، جس وقت ان سے ملو تو میرا اسلام ان کو پہنچاؤ۔ اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کی طرف اس پہاڑ میں اُترے ہوئے ہیں۔ پس چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب جا اُترے اور چالیس (۴۰) روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے ہیں، مگر ملاقات نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کچھ کلام ہو۔ مگر ہم اصحاب کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث ''نواس بن سمعان'' کی ذکر فرمائی ہے۔ جس میں ینزل عیسی بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق...... الخ ہے اور جابجا شیخ قدس سرہ فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر اسی فتوحات میں فرماتے ہیں۔ کہ میں ان مضامین کی تحریر میں بالکل خالی او رمعرا ہوں پروردگار عالم ان مضامین کا عطا فرمانے والا ہے اور نیز فرمایا ھذا ماحد لی رسول اللہ ﷺ یعنی یہ وہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو عطا فرمائی۔

سوال مرزا: افقہ الناس ابن عباس نے ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کے معنی ''ممیتک'' کے لیے ہیں بناء علیہ ﴿يٰعِيسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اسی طرح ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ میں بھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کو افقہ الناس کہنا مرزا کا اختراع ہے۔ افقہ الناس خلفائے اربعہ ہیں پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ کما فی مرقاۃ علی القاری۔ ۱۲ منہ

اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہوچکی تو بالضرور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ میں ''رفع'' سے رفع روحانی مراد لینا پڑے گا اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین بشہادت ﴿قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ اور ﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾ اور بشہادت احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں بعد ازاں بموجب آیت ﴿وَمَاهُمْ مِنْهَا بِخَارِجِیْنَ﴾ جنت سے نکالی نہیں جاتی۔ بناء علیہ مسیح بن مریم بعد مر جانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

جواب: افقہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے مگر پہلے مرزا اور مرزائی علی روس الاشہاد اقرار کرلیں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین باانصاف مرزا کی کتاب ''ازالہ اوہام'' اور ''ایام الصلح'' سے معلوم کرسکتے ہیں۔ کیا مرزا نے قصہ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوی پر تمسک نہیں پکڑا؟ اور اسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے۔ پھر اس سے منحرف نہیں ہوا؟ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب ''اعمال'' میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہوا؟ یا ﴿توفی﴾ کے معنی موت لینے میں ابن عباس کو اعلم بالقرآن سمجھ کر مقتدا بنا کر اور ان کے اتباع کا دم بھر کر بعد ازاں آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ اور ایسا ہی ﴿وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ اور ایسا ہی ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کے معنی میں جو ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ﴾ میں مذکور ہے اور ایسا ہی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ان سب میں قول افقہ الناس ابن عباس کو سلام نہیں کیا؟ اور احادیث نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف توحید ٹھہرا کر بعد ازاں کیا انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گیا؟

بعد اس کے مرزا کو اگر عقل سے مس ہوتا، کوچہ علم کی کبھی ہوا لگی ہوتی تو کبھی ایسے پا در ہوا استدلال نہ لاتا۔ تمام علماء اہل زبان کا اتفاق ہے کہ ''واؤ عاطفہ'' مقتضی قریب نہیں۔ جاءنی زید و عمرو سے صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ آنا زید و عمرو دونوں کے لیے ثابت ہے۔ تو اس پر ہرگز دلالت نہ ہوگی کہ دونوں ایک ساتھ نہ آئے، آگے پیچھے آئے، ان میں ایک کا یعنی آگے آنا تو دوسری بات ہے اور آیۃ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ تو روز قیامت کا بیان ہے اس سے پہلے تو موت واقع ہونا ضرور ہے اس کا کسے انکار ہے؟ کلام تو اس میں ہے کہ ''رفع'' سے پہلے موت واقع ہوئی آیت میں اس کا کیا ذکر ہے؟ تو مرزائی استناد زرے دونہ خرط القتاد۔ پھر بھی زیادت ایلام کے لیے معروض:

اولاً ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے خود مروی کہ عیسی علیہ السلام قریب قیامت نزول فرمائیں گے۔ قوم شعیب علیہ السلام بنی جذام میں نکاح کریں گے۔ ان کے اولاد ہوگی۔

روی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان اذ ذاک یتزوج فی الارض فیقیم بها تسع عشرة سنة الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب وختن موسیٰ علیہ السلام وهم جذام فیولد له فیهم ویقیم تسع عشرة سنة لایکون امیرا ولاشرطیا ولاملکا وعن یزید بن ابی حبیب یتزوج امرأة من الازد لیعلم الناس انه لیس باله وقیل یتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ویدفن مع النبی ﷺ فی قبره ولیس فی ایامه امام ولا قاض ولامفت وقد قبض الله العلم وخلا الناس عنه فینزل وقد علم بامر الله فی السماء مایحتاج الیه من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس والعمل فیه فی نفسه فیجتمع المومنون ویحکمونه علی انفسهم اذ لا

یصلح لذلک غیرہ. (عینی بخاری، جلد ۷)

اب یا تو ''اماتت'' بمعنی ''انامت'' لیں یا تسلیم کریں کہ بعد موت نزول وتزوج وولادت سب کچھ ہوگا یہ مرزا کی ساری عمارت ڈھادے گا بالجملہ تمام احادیث نزول مرویہ ابن عباس اور ان کے آثار صحیحہ ومعتبرہ متعلق کریمہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ وکریمہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ وکریمہ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ضلالات مرزا کے مبطل ہیں ان سے آنکھ بند کر کے ایک محتمل لفظ پر سرمنڈانا کیا ایمان داری ہے؟

ثانیاً اگر ابن عباس کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدۂ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابن عباس بلحاظ نص ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ جس میں موت طبعی کے معنی لینا ممکن نہیں جیسا کہ آتا ہے ﴿یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ﴾ میں بعد ارادۂ معنی ''ممیتک'' کے قائل بہ تقدیم وتاخیر ہیں اخرج اسحق بن بشروابن عساکرمن طریق جویبرعن الضحاک عن ابن عباس فی قوله ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان. (درمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم وتاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں قول باری تعالیٰ ﴿فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ میں بھی ابن عباس سے تقدیم وتاخیر مروی ہے یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جهرة ارنا الله. اور حضرت مجاہد سے مروی ہے بیچ قول باری تعالیٰ کے ﴿اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَیِّمًا﴾ یعنی انزل علی عبده الکتاب قیما ولم یجعل له عوجا اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے بیچ قول باری تعالیٰ کے ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ

وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ مادہ تقدیم وتاخیر کے اس طور پر یعنی مقصود یہ ہے فلا تعجبک اموالهم ولا اولادهم فی الحیوة الدنیا انما یرید الله لیعذبهم بها فی الاخرة۔ اور قتادہ سے روایت ہے بیچ قول باری تعالیٰ کے ﴿یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ﴾ اس طور پر انی رافعک الی ومتوفیک اور عکرمہ سے باری تعالیٰ کے قول ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ﴾ میں لهم عذاب یوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔

اور اگر اس سے زیادہ روایات صحابہ کرام وتابعین عظام کی دربارۂ تقدیم وتاخیر دیکھنا منظور ہو تو بالتفصیل ''تفسیر اتقان'' سے ملاحظہ فرمائیں اور جیسے کہ قول باری تعالیٰ ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ کا مقصود یہ ہے۔ فکان کقابی قوس اوادنی. (مظہری)۔ اور قول باری تعالیٰ کا ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ﴿خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ﴿كَذٰلِكَ یُوْحِیْۤ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے یونہی ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ الغرض مرزا کو قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ﴿مُتَوَفِّیْكَ﴾ کے معنی میں ''ممیتک'' ہرگز مفید نہیں۔

اب ہم قول ابن عباس کا متعلق ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ کے جو دال ہو ارادۂ معنی غیر موت پر بیان کرتے ہیں۔ اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتهم ﴿وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ ای من ترکت منهم ومد فی عمره (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) حتی اهبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوک واقروا انا

عبید ﴿وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ﴾حیث رجعوا عن مقالتهم ﴿فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (جلال الدین سیوطی درمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ کے معنی ''رفعتنی'' مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک اور طریقہ لینا ضروری ہے تو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ جیسا کسی تارک الصلوٰۃ نے آیۃ ﴿لاتقربوا الصّلوٰۃ﴾ سے سند پکڑی۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا ﴿وَاَنْتُمْ سُکَارٰی﴾ کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ حالت نشہ میں نماز مت پڑھو۔ تو تارک الصلوٰۃ نے کہا کہ سارے قرآن شریف پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا ہم سے اگر ایک آیت پر بھی عمل ہو سکے تو بڑی بات ہے۔

پس قول ابن عباس اگر قابل احتجاج ہے تو اس کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرو پھر دیکھو کہ رفع جسمی کس طرح بشہادت تفسیر ابن عباس کھلے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اب ناظرین بانصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا متبع کون ہے ہم لوگ یا مرزا اور اس کے اذناب؟ ابن عباس کا اتباع تو بجائے خود چھوڑا بلکہ ان پر الٹا بہتان باندھا جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ کہا کہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔

سوال: مرزا نے ''ازالہ اوہام'' میں علمائے اہل سنت وجماعت پر بڑے زور شور سے اعتراض کیا ہے کہ بخاری کی حدیث والذی نفسی بیده ...... الخ میں مولوی صاحبان فقرۂ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں تو تاویل کرتے ہیں اور اصلی معنی مراد نہیں لیتے یعنی قتل کرے گا نصاریٰ کو جو اسلام قبول نہ کریں گے اور خنزیر کی حرمت کا حکم دیں گے اور خنزیروں کو بھی مارڈالیں گے تا کہ بوجہ پہلی محبت اور رغبت کے ان کی طرف میلان پیدا نہ

اور ''القمع مادة الفساد'' اور ابن مریم میں مثیل ان کا مراد نہیں لیتے اور تاویل کرنے والے کو کافر اور ملحد قرار دیتے ہیں۔

جواب: جب کہ علماء نصوص قرآنیہ اور تفسیر ابن عباس وغیرہ احادیث وآثار کے اقتضاء کے اور جب رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل پر ایمان لا چکے ہیں اور پیشین گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اسی مسیح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر معنوی سن چکے جس میں امکان تاویل بہ مثیل گنجائش نہیں رکھتا تو اب مرزا کے خانہ زاد اصولوں پر کیسے ایمان لائیں؟ تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ ''شب معراج میں اب کہ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا کہ مقرر وقت تو میں کہہ نہیں سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرے گا''۔ اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔ یہ وعدہ کا بیان اور حضرت محمد ﷺ سے بات چیت شب معراج میں شاید کہ مرزا ہی نے کیا ہوگا۔ پس مولوی صاحبوں کو کیا غرض ہے کہ ابن مریم سے مثیل اس کا مراد لے کر اپنا دین برباد کریں؟ اور مرزا کا اتنا تو فائدہ ہوا کہ دنیا میں چند سادہ لوحوں کے آگے شان عیسویت اور مہدویت تو دکھائی گو ایمان گیا تو گیا۔ فقرہ یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر میں اس واسطے تاویل کی گئی کہ معنی حقیقی متعذر ہے اور تعذر حقیقت دلیل ہے ارادۂ مجاز کی۔ شاید کہ مرزا کے نزدیک کلام کے ایک فقرہ میں مجاز کا واقع ہونا دلیل ہے کلام کے سب فقرات مجاز لینے کی۔ واہ واہ۔ ایسے خانہ زاد اصولوں کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔

سوال: آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ میں تقدیم تاخیر کہنا اور

ترتیب قرآنی کو بگاڑنا۔ اور ایسا ہی ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ سے معنی رفع کے مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہیں معنی موت کا التزام ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱ اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے۔ اور ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۳۰۳ میں کہتا ہے کہ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم از کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجیے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔

جواب: جس ابن عباس کو افقہ الناس جانا تھا اس کو اب مع دیگر مفسرین اہل اسلام کے محرف اور ملحد کہہ دیا یہ مرزا کا ایمان اور یہ وعدہ اور اسلام ہے۔ آیات قرآنیہ میں جس جس جگہ میں تقدیم و تاخیر مذکور ہے وہ سب واجب التسلیم ہے بوجہ سیاق معنی کے اور لفظ ﴿تَوَفِّی﴾ سے معنی ''رفع'' اور ''قبض کا لینا'' بشہادت قرآن کریم جب ثابت ہے تو پھر بے اصل اور لغو بات کس طرح ہوئی؟ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت تو خبر دے رہے ہیں مگر جس کے نصیب میں ازلی ہدایت نہ ہو ان کو وعظ اور ہدایت کچھ کارگر نہیں ہوتی۔

مرزا اور مرزائی پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ با سانید و قید اسامی تین چار سو تک بیان کریں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کر دیں گے۔ ارے مکار غدار تم نے ایسے مغالطے اور دھوکے دینے سے اردو خوانوں کو اور عوام کو گمراہ کرنا سمجھا ہے صحابہ کرام کے نام فارسی رسالہ ''ھدیۃ الرسول'' میں تم خود دل بھر کے دیکھ چکے ہو اور اس میں بھی دیکھ لو گے۔ پھر جب تک تم آٹھ، دس کا انکار ثابت نہ کرو گے تو اجماع منقوض نہ ہوگا اور بہت

صحابہ کرام سے جو رفع جسمی کی تصریح نہ ہوئی اس کی وجہ بہت ظاہر اور باہر ہے وہ یہ کہ صحابہ کرام کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ پر ایمان تھا پختہ طریق پر اور وہ حضرات اہل لسان تھے۔ اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت تھی جو اختلافیات کی طرح ذکر رفع جسمی کا مابین صحابہ کے ہوتا؟ بلکہ ذکر نہ کرنا بھی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ مرزا اور مرزائی ہی کسی قصہ میں جو قصص قرآنیہ سے صریح طور پر سمجھا گیا ہو مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر کریں، پانچ سو کی بات تو بڑی ہے۔ اسی لیے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علمائے کرام تلاش کرتے آئے بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا اور امر بہت ظاہر ہے۔ جس کسی کو ادنیٰ مہارت علمیہ ہو وہ بھی واقف ہو سکتا ہے مگر ہدایت باری تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

سوال: ہم نے مانا کہ ابن عباس آیۃ ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے؟ یعنی مقدم ذکر کرنا ''متوفی'' کا جس کا وقوع بعد نزول کے اور نزول بعد ہے رفع کے پس ''متوفی'' فی الواقع رفع اور نزول دونوں کے بعد ہے۔

جواب: وجہ اس کی یہ ہے کہ یہود مردود نے جب کہ باہم مشورت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں اور قتل کے سامان مہیا کیے اور دن رات اسی فکر میں رہتے تھے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع چند مسلمانوں کے ایک مکان میں بند کر دیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میری موت یہودیوں ہی کے ہاتھ سے ہوگی اور میری رسوائی اور ذلت یہودی ہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم عیسیٰ علیہ السلام کو دور کرنے کے لیے ان سے محقق کر کے

ضمیر متکلم کو مسند الیہ اور لفظ ''متوفی'' کو مسند بنا کر فرمایا۔ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ ''اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو وفات دینے والا ہوں'' نہ کوئی غیر اور پھر ﴿رَافِعُکَ﴾ سے تسلی بخشی بلاغت کا یہی مقتضی ہے کہ موافق حال مخاطب کے کلام چلایا جائے اور اگر ''ساتوفک'' فرماتے تو مطابق حال مخاطب کے نہ ہوتا کیونکہ فعل مضارع فقط حدوث فعل ''توفی'' سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ اسم فاعل ''متوفی'' کے کہ مزید براں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا وفات دینا میرا ہی کام اور صفت ہے۔ مثلاً یہ قول کہ میں ہی تجھ کو دوں گا اور یہ قول کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں، دونوں میں فرق ہے کیونکہ قول اوّل فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر مشتمل ہے کہ دینا تمہیں میرا ہی کام ہے۔

الغرض ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ سے جو اطمینان اور تسلی مستفاد ہوتی ہے وہ اور صیغوں سے نہیں ہوتی اور ایسا ہی یہود کا کہنا ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ یعنی ''تحقیق ہم نے ہی قتل کیا ہے مسیح کو جو کہ عیسیٰ ہے بیٹا مریم کا اور وہ جو رسول ہے اللہ تعالیٰ کا''۔ سمجھو کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا﴾ مفید حصر ہے جو ان کے زعم کے مطابق ان کے فخر اور تکبر کا باعث ہے یعنی اتنا بڑا کام کہ قتل ہے یہ ہم ہی سے ہوا ہے نہ کسی دوسرے سے ولہٰذا خالی فعل ''قتلنا'' پر بس نہ کی اور پھر ''قتلنا'' کے مفعول کو معرا اور سادہ ذکر نہ کیا بلکہ موصوف کر کے۔ اور ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ﴾ پر اکتفا نہ کیا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ مناط افترا اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل یعنی قتل ہی نہیں بلکہ قتل شخص خاص کا جو موصوف برسالت خداوندی ہے۔ پس باری تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب کے لیے فرما دیا ﴿وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ﴾ ماہر ذہین پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ اس آیت نفی کی

مناط بھی اسی نسبت وقوع پر ہے۔ یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔

پس دفع ہو گیا مرزا کا کہنا ''ازالہ اوہام'' میں وماقتلوہ وما صلبوہ. کے متعلق جو بیان لکھا ہے کیونکہ اس نے مناط تردید کا نسبت صدوری کو سمجھا ہے نیز آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی ہیں جن کی تکذیب اور تضلیل قرآن شریف انہیں آیات سے فرما رہا ہے۔

سوال: بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، کشاف وغیرہ نے ''توفی'' سے معنی موت کے لیے ہیں جیسا کہ مرزا نے ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب: مشتی نمونہ خروارے یہ استشہاد مرزا کا ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی تفسیر سے کیا تھا اور آخر کار اس سے فرار در فرار کیا اس دھوکے کا بیان بھی عرض کیا جاتا ہے کہ ان سب تفاسیر کے ملاحظہ کرنے سے یہ چالاکی مرزا کی بھی معلوم ہو جائے گی۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب صاحب مفسرین آیت ﴿بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ کے حکم کو زیر نظر رکھ کر ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔

ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادۂ معنی ''ممیتک'' کے لفظ ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ سے مطلب یہ ہوا اس مسلک پر ''اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں''۔

دوسرا لفظ ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ سے معنی قبض اور رفع کے لینا۔ اور اس بنا پر یہ مطلب ہوا کہ ''اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں۔'' اور بعض مثل صاحب کشاف کے ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے۔ اور اس بنا پر یہ

مطلب ہوا کہ ''اے عیسیٰ میں تجھے یہود کی ایذاء سے بچانے والا ہوں''۔ پس مرزا نے قول باری تعالیٰ ''ممیتک'' کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے معنی ''متوفیک'' کا سمجھ لیا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اس احتمال کو یعنی ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ سے معنی ''ممیتک'' لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے اور عبارت کشاف کی یہ ہے۔ ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ ای مستوفی اجلک ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبته لک وممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیهم ﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ الی سمائی ومقرملائکتی ﴿وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقیل ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیته وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن وقیل متوفی نفسک بالنوم من قوله ﴿وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾ ﴿وَرَافِعُکَ﴾ وانت نائم حتی لایلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء. انتہی۔

اب عرض ہے کہ رفع جسمی کا چونکہ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے صراحۃً اور ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ...... الخ﴾ اور ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے التزاماً ثابت اور مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ منافی اس کے معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس آیت کا یہ نکلتا ہے کہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اٹھانے والا ہوں''۔ لہٰذا ابن عباس ؓ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم وتاخیر کا قول کیا یعنی ''اے عیسیٰ میں تجھ کو اول اٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور بعد ازاں نازل کر کے زمین پر تجھ کو

مارنے والا ہوں'' اور باقی مفسرین کسی نے تو ''توفی'' سے معنی قبض کے لیے اور کسی نے نیند کے۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ کے۔ جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بوضاحت تامہ التزاماً بیان ہو چکا ہے ''صاحب کشاف'' نے ان سب مسالک کو ضعیف سمجھ کر حتی کہ ''ممیتک'' کو بھی جیسا کہ قیل ممیتک فی وقتک...... الخ سے تمریض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے ایک اور راستہ لیا۔ وہ کیا ''انی متوفیک'' کنا یہ ہے عاصمک سے۔ یعنی میں ''تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے''۔ کیونکہ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں ''توفی'' کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی انکا مارنے والا ہے بغیر مداخلت یہود اور ان کی ایذاء کے تو ضرور معنی استیفاء اجل اور عصمت کے متحقق ہوں گے۔

اس معنی کنائی کی تشریح میں ''صاحب کشاف'' نے ومعناه انی عاصمک ذکر کیا۔

اب قول اس کا وممیتک حتف انفک یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک سے ممیتک ہے۔ اس کی تو خود ''صاحب کشاف'' وقیل ممیتک فی وقتک...... الخ سے تضعیف کر رہا ہے اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور مسیح کے آسمان پر زندگی کرنے کا نہیں ہے بخلاف ''ممیتک'' کے کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا۔

پس معنی اس بناء پر بھی یہ ہوئے کہ ''اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو بچانے والا ہوں کفار کے ہاتھ سے تا تمام ہونے تیری عمر کے اور بعد ازاں میں تجھ کو تیری طبعی موت سے مارنے والا ہوں بعد نزول کہ آسمان سے اور بعد قتل کرنے دجال کے''۔ ''متوفیک'' کا لفظ کچھ

اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت متوفیک فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا بلکہ اگر بعد دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی ''متوفیک'' کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ یٰعیسیٰ انی متوفیک الأن اوبعد سنة وغیرذلک اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا اب یا دس دن یا برس سو برس کے بعد''، بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا۔ ''انی متوفیک'' صادق ہو جائے گا، اور یہ بات تو خوب ظاہر ہے ہر شخص جان سکتا ہے۔ اگر چہ منصف کو اس تقریر سے کفایت ہے مگر تائید اور تاکید اور تجدید فوائد کے لیے ایک اور تفسیر سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ﴿وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

نقل از تفسیر کبیر الامام الرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ قال اللہ تعالیٰ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا......الخ﴾ المسئلة الاولی اعترفوا بان اللہ تعالیٰ شرف عیسیٰ فی ھذہ الایة بصفات.

(الصفةالاولی)﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ونظیرہ قولہ تعالیٰ حکایة عنہ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ﴾واختلف اھل التاویل فی ھاتین الآیتین علی طریقین.(احدھما) اجراء الایة علی ظاھرہ من غیرتقدیم ولاتاخیرفیھا.(والثانی)فرض التقدیم والتاخیرفیھا اما الطریق الاول فبیانه من وجوہ الاول معنی قولہ تعالیٰ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ای انی متم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکھم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی سمائی ومقربک بملائکتی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک.

وھذا تاویل حسن۔ (اقول) لانه لیس فیه دلالة علی الوفاة بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظھار ان الرفع قبل اتمام العمروھذا لایخفی علی اولی النھی (الوجه الثانی) ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ ای ''ممیتک''وھو مروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لایصل اعداؤہ من الیھود والی قتله ثم انه بعد ذلک اکرمه بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی ھذا الوجه علی وجھین.(احد ھما) قال وھب توفی ثلاث ساعات من النھار ثم رفع ای بعد احیائه (وثانیھا) قال محمد بن اسحق توفی سبع ساعات من النھار ثم احیاہ اللہ تعالیٰ ورفعه الیه ومن الوجوہ فی تاویل الأیة ان الواو فی قوله ﴿مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾لاتفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به ھذہ الافعال فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامرفیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبرعن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاہ بعد ذلک۔

غرض کہ نفس واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا ہے کہ ایسا ہوگا باقی یہ کہ کیسا ہوگا اور کب؟ یہ بطرف پروردگار کے اس روایت کے بموجب سپرد کیا جائے اور اس کی تفصیل سے بحث نہ کی جائے بہت ایسی باتیں ہیں کہ ان کا ہونا حق ہوتا ہے اور وجوہ کیفیت اور تعیین زمان ومکان واسم میں احتمال اور اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے کہ ''عینی'' جلد ساتویں صفحہ ۳۱۷ میں ہے کہ ہابیل کا قاتل آدم علیہ السلام کا بیٹا تو ہے مگر اس کے نام میں اختلاف ہے کہ قابیل ہے یا کہ قین بن آدم علیہ السلام یا کہ قائن بن آدم۔ اور ایسا ہی قتل کرنے کے سبب

میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ قابیل کے ساتھ کے بطن کی ہمشیرہ جس کا نام اقلیمیا یا اقلیما تھا وہ ہابیل کو شادی ہوگئی اور ہابیل کے ساتھ کے بطن والی ہمشیرہ اس کی جس کا نام لیوذا یا دیما یا لبوار تھا وہ قابیل کو شادی ہوگئی اور اس وقت اس قدر جائز تھا بسبب ضرورت کے کہ ایک بطن کی لڑکی دوسرے بطن کے لڑکے کو شادی ہو جاتی تھی کیونکہ دنیا میں اور کوئی عورت اور مرد نہ تھا۔

اور بعض نے کہا کہ یہ بہن اور بھائی کا نکاح ہونا آدم علیہ السلام کی اولاد میں غلط بات ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ حکایت[1] کیا ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے کہ میں نے سوال کیا صادق رحمہ اللہ سے اس بات کا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ پناہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس بات سے وہ بلکہ ایسا ہوا کہ جب آدم علیہ السلام اترے طرف زمین کی تو اماں حوا کے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام رکھا ’عناق‘ اور اسی نے سب سے اوّل زمین پر بغاوت اور بدکاری اور گناہ شروع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا کوئی مقرر کر دیا جس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے بعد قابیل پیدا ہوا جب وہ جوان ہوا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ایک عورت جنیہ قوم جن میں سے اس کا نام ’حمامہ‘ تھا۔ پس آدم علیہ السلام نے بحکم پروردگار قابیل سے اس کا نکاح کر دیا اور جب ہابیل جوان ہوا تو اس کے لیے جنت سے حور آئی نام اس کا بذلہ تھا۔ پس بحکم پروردگار اس کا نکاح

[1] یہ روایت باطل ہے اور ثعلبی حاطب اللیل نص قرآن عظیم اس کے بطلان پر شاہد ہے کہ ﴿خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا﴾ ”تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا (حضرت حوا) اسی سے بنایا“۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی بائیں پسلی سے بنائی گئیں تو ہر طرح سلسلۂ تخلیق بنی آدم صرف سیدنا آدم علیہ السلام پر منتہی ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور یوں بنی آدم کا نسب مادری جنیہ یا حور سے جا ملے گا تو دو جانوں سے تخلیق ہو جائے گی نہ صرف ایک سے۔ ۱۲ منہ

ہابیل سے کر دیا۔ پس قابیل خفا ہوا آدم علیہ السلام پر اور کہا کہ میں ہابیل سے عمر میں بڑا ہوں اور میں اس سے بہتر ہوں پس میرا نکاح ’بذلہ‘ کے ساتھ کیوں نہ کیا؟ جو کہ جنت کی حور ہے۔ کہا آدم علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی تھا پس تم دونوں قربانی کرو کہ کس کی قربانی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے دیکھا جائے۔

پس بعض نے کہا کہ قابیل کے قتل کرنے کا سبب ہابیل کو یہ تھا کہ اس کی ہمشیرہ اقلیما سے جو خوبصورت تھی ہابیل کا نکاح ہو گیا تھا۔ پس آسمان سے سفید آگ نے آ کر ہابیل کی قربانی کو جلا دیا اور کھا لیا اور یہ قبول ہونے قربانی کی نشانی تھی اور قابیل کی قربانی کو نہ جلایا اور نہ کھایا۔ پس قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ حسد کی دوسری بات ہے یعنی ہابیل کو جنت کی حور مل گئی تھی اور اس کو جنیہ ’عورت ملی تھی۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ وہ قربانی ان دونوں کی کس جگہ میں ہوئی تھی؟ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں منیٰ کے پہاڑ میں ہوئی تھی اور بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ اور ایسا ہی اختلاف ہے اس میں کہ کس طریقہ سے ہابیل کو مارا؟ ابن جریج نے کہا کہ قابیل اسی فکر میں تھا کہ سو گیا اور شیطان ایک صورت بن کر آیا اور اس نے ایک پرندہ پکڑ کر ایک پتھر پر اس کا سر رکھا اور دوسرے پتھر سے اس کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ پس قابیل نے ہابیل کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پتھر مار کر مار ڈالا۔

اور مجاہد سے روایت ہے کہ سخت ڈھیلوں سے یعنی مٹی کے کلوخ سے سر اس کا کچل ڈالا۔ اور ربیع سے روایت ہے کہ دھوکا دے کر اس کو قتل کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا گلا گھونٹ ڈالا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو لوہے کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ پر اس کو قتل کیا؟ پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبل ثور پر قتل کیا۔ اور

جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد میں۔ اور امام طبری سے روایت ہے کہ حراء کی وادی میں۔ اور مسعودی سے روایت ہے کہ دمشق میں۔ اور ایسا ہی کہا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جس میں دمشق کا بیان ہے پس کہا کہ قابیل باہر رہا کرتا تھا 'باب جابیہ' سے اور اس نے قتل کیا اپنے برادر کو جبل قانیون پر نزدیک 'مغارۃ الدمٔ' کے۔ اور کہا حضرت کعب نے کہ جو خون قاسیون کے پہاڑ پر ہے وہ خون آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا ہے۔

اور کہا ابن جوزی کے پوتے نے کہ عجب ہے ان اقوال سے اور حالانکہ متفق ہیں تواریخ اور صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے والے لوگ اس بات پر کہ یہ قتل کا واقعہ ہندوستان میں ہوا ہے۔ اور قابیل نے غنیمت جانا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ پس ہند میں اس کو قتل کر ڈالا اور جبل ثور اور حراء پر اس کو کون لایا وہ دونوں پہاڑ تو مکہ میں ہیں اور بصرہ شہر کی تو خود اس وقت بنیاد تک بھی نہ تھی اور کہاں تھا ہند اور دمشق اور باب جابیہ؟ اے میرے پروردگار میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ روایت ہے ابن عباس سے کہ قتل کیا ہے اس نے ہابیل کو جبل 'نوذبا' پر ہند میں اور یہی قول صحیح ہے۔ انتہی

(مانی العینی للامام بدرالدین علی البخاری، جلد ۷)

خیال کرو کہ واقعہ سچا مگر اس کے اسباب و وجوہ میں کس قدر خلاف ہے۔ پس ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ ضرور نازل ہوں گے زمین پر اور مریں گے۔ مگر کس طور پر اور کب؟ سو اس کی بحث ضروری نہیں ہے۔ یہ بیان اس وجہ تاویل میں تھا کہ آیت کریمہ میں ترتیب مفید نہ مانی جائے۔ ومنها فی التاویل ما قاله ابوبکر الوسطی وھوان المراد ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ عن شھواتک وحظوظ نفسک. ثم قال

﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ وذلک لان من لم یصرفانیا عما سوی اللہ لایکون له وصول الی مقام معرفة اللّٰه تعالیٰ وایضا فعیسٰی لما رفع الی السماء صار حاله کحال الملئکة فی زوال الشھوة والغضب والاخلاق الذمیمة ومنها ان التوفی اخذ الشیٔ وافیا ولما علم اللہ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفع اللہ ھو روحه لاجسده کما زعمت النصاری ان المسیح رفع لاھوته یعنی روحه وبقی فی الارض ناسوته یعنی جسده فرداللہ علیھم بقوله ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾

جیسا کہ صفحہ ۴۷۳، طبع مصر تفسیر کبیر، جلد ۳ میں ہے۔ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ﴾ والمرادمنه وفاة الرفع الی السماء من قوله ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ اور جیسا کہ تفسیر خازن جزء اول صفحہ ۵۰۹ میں ہے۔ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ یعنی فلمارفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لاالموت فذکر ھذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده ویدل علی صحة ھذا التاویل ﴿وَمَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ﴾ ومنها ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ ای اجعلک کالمتوفی لانه اذا رفع الی السماء وانقطع خبره واثره عن الارض کان کالمتوفی واطلاق اسم الشیٔ علی مایشابه فی اکثر خواصه وصفاته جائز حسن ومنها ان التوفی ھو القبض یقال وفانی فلان دراھمی واوفانی وتوفیتھا منه کما یقال سلم فلان دراھمی الی وتسلمتھا منه. وقد یکون ایضا توفی بمعنی استوفی وعلی کلا الاحتمالین کان اخراجه من الارض واصعاده الی السماء توفیاله. فان

قیل فعلی هذا الوجه کان التوفی عین الرفع الیه فیصیر قوله﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ تکرار قلنا فی متوفیک یدل علی حصول التوفی وهوجنس تحته انواع ولم یکن تکراربعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعد﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾کان هذا تعیینا للنوع ولم یکن تکرار.

ومنها ان یقدر فیهاحذف المضاف والتقدیر متوفی عملک بمعنی مستوفی عملک﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ای ورافع عملک الی وهوکقوله تعالیٰ ﴿اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ﴾والمراد من هذا الایة ان الله تعالیٰ بشره بقبول طاعته واعماله وعرفه ان مایصل الیه من المتاعب والمشاق فی تمشیة دینه واظهار شریعة من الاعداء فهو لایضیع اجره ولایهدم ثوابه. ومنها المراد من التوفی النوم ومنه قوله عزوجل ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾فجعل النوم وفاة وکان عیسیٰ علیه السلام قد نام فرفعه الله وهو نائم لئلا یلحقه خوف فمعنی الایة انی منیمک ورافعک الی فهذه الوجوه المذکورة علی قول من یجری الایة علی ظاهرها الطریق الثانی وهو قول من قال لابد فی الایة من تقدیم وتاخیره تقدیره انی رافعک الی ومطهرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزلک الی الارض وقیل بعضهم هل تجد نزول عیسیٰ الی الارض فی القرآن قال نعم قوله تعالیٰ﴿وَکَهْلاً﴾وذلک لانه لم یکتهل فی الدنیا وانما معناه وکهلا بعد نزوله من السماء ومثله من التقدیم التاخیر کثیر فی القرآن.واعلم الوجوه الکثیرة التی قدمنا ها تغنی عن التزام مخالفة الظاهر.والله اعلم

الصفة الثانیة من الصفات التی ذکرهاالله تعالیٰ یعیسیٰ علیه السلام قوله ﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾والمشبهة یتمسکون بهذه الایة فی اثبات المکان لله تعالیٰ وانه تعالیٰ فی السماء وقدد للنافی المواضع الکثیرة من هذا الکتاب بالدلائل القاطعة علی انه یمتنع کونه تعالیٰ فی المکان فوجب حمل اللفظ علی التاویل وهو من وجوه :

(الاول) ان المراد الی محل کرامتی وجعل ذلک رفعا الیه للتفخیم والتعظیم ومثله قوله "انی ذاهب الی ربی" وانما ذهب ابراهیم علیه السلام من العراق الی الشام. وقد یقول السلطان ارفعوا هذا الامر الی القاضی. وقد یسمی الحاج زوارالله تعالیٰ ویسمی المجاورون جیران الله والمراد من کل ذلک التفخیم والتعظیم فکذا ههنا

(الوجه الثانی)فی التاویل ان یکون قوله﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾معناه انه یرفع الی مکان لایملک الحکم علیه فیه غیرالله لان فی الارض قد یولی الخلق انواع الاحکام. فاما السموت فلاحاکم هناک فی الحقیقة وفی الظاهر الاالله تعالیٰ

(الوجه الثالث)ان بتقدیر القول بان الله فی مکان لم یکن ارتفاع عیسی الی ذلک سببا لانتفاعه وفرحه بل انما ینتفع بذلک.لووجد هناک مطلوبه من الثواب والروح والراحة والریحان فعلی کلا القولین لابدمن حمل اللفظ علی ان المراد ورافعک الی محل ثوابک ومجازا تک. واذا کان لابد من اضمارما ذکرناه لم یبق فی الایة دلالة علی اثبات المکان الله تعالیٰ. وبقی من مباحث هذه الایة موضع مشکل.وهو ان نص

القرآن دل علی انه تعالیٰ حین رافعه القی شبهه علی غیره علی ماقال ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ والاخبارایضا واردة بذلک الا ان الروایات اختلفت. فتارة یروی ان الله تعالیٰ القی شبهه علی بعض الاعداء الذین دلوالیهود علی مکانه حتی قتلوه وصلبوه. وتارة یروی انه علیه الصلوة والسلام رغب بعض خواص اصحابه فی ان یلقی مشبه علیه حتی یقتل مکانه وبالجملة فکیف ماکان ففی القاء شبهه علی الغیراشکالات.

الاشکال الاول: انا لوجوزنا القاء شبه انسان علیٰ انسان آخرلزم السفسطة. فانی اذارأیت ولدی ثم رأیته ثانیا فحینئذا جوز ان یکون هذا الذی رایته ثانیا لیس بولدی بل هو انسان القی شبه علیه وحینئذ یرتفع الامان عن المحسوسات وایضا فالصحابة الذین رأوا محمد ﷺ یامرهم وینهاهم وجب ان لا یعرفوا انه محمد لاحتمال انه القی شبهه علیٰ غیره وذلک یفضی الی سقوط الشرائع وایضاً فمدار الامر فی الاخبار المتواترة علیٰ ان یکون المخبر الاول انما اخبر عن المحسوس فاذا جاز وقوع الغلط فی المبصرات کان سقوط خبرالتواتر اولی وبالجملة ففتح هذا الباب اوله سفسطة وآخره ابطال النبوات بالکلیة.

والاشکال الثانی: وهو ان الله تعالیٰ کان قد امر جبرئیل علیه السلام بان یکون معه[1] فی اکثرالاحوال هکذا قاله المفسرون فی تفسیرقوله تعالیٰ ﴿اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ثم ان طرف جناح واحد من اجنحة جبرئیل علیه السلام کان یکفی العالم من البشر فکیف لم یکف فی

[1] وقال بعض المفسرین کان معه لازمافی جمیع الاحوال رفع مع عیسیٰ علیه السلام الی السماء کما فی التفسیر الحسینی والعزیزی والمظهری والمعالم وابن کثیر دفع البیان ۱۲ منه حفظه ربه

منع اولئک الیهود عنه. وایضاً انه علیه السلام لما کان قادراً علی احیاء الموتی ﴿وَاَبْرَأَ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ﴾ فیکف لم یقدر علی امانة اولئک الیهود الذین قصدوه بالسوء وعلی اسقامهم والقاء الزمانة والفلج علیهم حتی یصیر واعاجزین عن التعرض له.

والاشکال الثالث: انه تعالیٰ کان قادرا علی تخلیصه من اولئک الاعداء بان یرفعه الی السماء فما الفائدة فی القاء شبه علی غیره بل فیه الالقاء مسکین فی القتل من غیرفائدة الیه.

والاشکال الرابع: انه اذا لقی شبه علی غیره ثم انه رفع بعد ذلک الی السماء. فالقوم اعتقدوا فیه انه هو عیسیٰ مع انه ماکان عیسیٰ فهذا کان القاء لهم فی الجهل والتلبیس وهذالایلیق بحکمة الله تعالیٰ.

والاشکال الخامس: ان النصاریٰ علی کثرتهم فی مشارق الارض ومغاربها وشدة محبتهم للمسیح علیه السلام وغلوهم فی امره اخبروا انهم شاهدوه مقتولاً مصلوبا فلوانکرنا ذلک کان طعنا فیما ثبت بالتواتر. والطعن فی التواتر یوجب الطعن فی نبوة محمد ﷺ ونبوة عیسیٰ علیه السلام بل فی وجودهما ووجود سائر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام وکل ذلک باطل.

والاشکال السادس: انه ثبت بالتواتر ان المصلوب بقی حیا زماناطویلا فلو لم یکن ذلک عیسیٰ بل کان غیره لاظهر الجزع ولقال انی لست بعیسیٰ بل انما انا غیره ولبالغ فی تعریف هذا المعنی ولوذکر ذلک لاشتهر عند الخلق هذا لمعنی فلما لم یوجد شی من هذا علمنا ان

ليس الامر على ماذكر تم فهذا جملة مافى الموضع من السوالات.

والجواب عن الاول: ان كل من اثبت القادر المختار سلم انه تعالىٰ قادر على ان يخلق انساناً آخر على صورة زيد مثلاً ثم ان هذا التصوير لايوجب الشك المذكور فكذاالقول فيما ذكرتم.

والجواب عن الثانى: ان جبريل عليه السلام لودفع الاعداء عنه اواقدر الله تعالىٰ عيسىٰ عليه السلام على دفع الاعداء عن نفسه لبلغت معجزته الى حدالالجاء وذلك غير جائز

وهذا هوالجواب عن الاشكال الثالث: فانه تعالىٰ لورفعه الى السماء ومماالقى شبهه على الغير لبلغت تلك المعجزة الى حد الا لجاء .

والجواب عن الرابع: ان تلامذة عيسىٰ كانوا حاضرين وكانوا عالمين بكيفية الواقعة وهم كانوا يزيلون ذلك التلبيس.

والجواب عن الخامس: ان الحاضرين فى ذلك الوقت كانوا قليلين ودخول الشبهة على الجمع القليل جائز والتواتر اذا انتهى فى آخر الامر الى الجمع قليل لم يكن مفيدا للعلم.

والجواب عن السادس: ان بتقدير ان يكون الذى القى شبه عيسىٰ عليه السلام عليه كان مسلما وقبل ذلك عن عيسىٰ عليه السلام جائز ان يسكت عن تعريف حقيقة الحال فى تلك الوقعة ليثبت العزم والصبر على البلاء. وكذلك العزم على الصبر والكف عن اظهار المحن من طريقة الكبراء من محبى الله تعالىٰ وبعيد بل ابعد عن شكاية الله لدى العباد وليس فيه

نفع للشاكى. وبالجملة فالاسئلة التى ذكروها امور تتطرق الاحتمالات اليها من بعض الوجوه ولما ثبت بالمعجز القاطع صدق محمد ﷺ فى كل مااخبرعنه امتنع صيرورة. هذه الاسئلة المحتملة معارضة للنص القاطع والله ولى الهداية انتهى. مافى التفسير مفاتيح الغيب للامام الرازى مخلوطا معانى بعض المواضع.

وانا الفقير الحقير اقول: فى تمته الجواب عن الاشكال الخامس ان ادعاء هم قتل عيسىٰ عليه السلام وصلبهم اياه واثباته بالتواتر وانتهاء التواتر الى امر محسوس وهوالقتل والصلب فى حق عيسىٰ عليه السلام ادعاء مجرد واشتباه وهمى ناش من الاجتماع على حمية قومية ونصرة دينية وتحفظ مسلكى كما ادعى الشيعة تواتر نص جلى من حضرة الرسالة على خلافة امير المومنين سيدنا على ابن ابى طالب يوم غديرخم مع انه لم يثبت باخبارالاحاد ايضاً فضلاً عن المشاهير فضلا عن المتواترعلى ان التجربة والتواتر من قوم لايكون حجة ملزمة على قوم آخرما لم يصل اليهم على ذلك النمط كما تقرر فى موضعه ولمنع هذا التواتر وجوه :

(الاول) ان من شرائط التواتر وجود هذا المبلغ المحيل للكذب فى كل طبقة ولذا قالوا له اولهٗ كاخره واوسطه كطرفيه ووقت حدوث تلك الواقعة لم يتجاوز عدد المخبرين سبعة انفار الذين دخلوا عليه وزعموا انهم صلبوه كانوا ستة اوسبعة والغالب فى هذا العدو عدم بلوغهم حد العلم والقطع بخبرهم.

(والثانی) ان دعوی اهل الاسلام لیس نفی مطلق المصلوبیة والمقتولیة بل مدعاهم ان المصلوب هومن صور علی صورة عیسیٰ علیہ السلام فی اللون والشکل وتوجه لانفس جثة المقدسة ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ والثابت بالتواتر لو سلم مصلوبیة من هو علی صورته وهو کلی یصدق علیه وعلی غیره فهوغیر مضر لنا لان الدلیل اعم من دعواهم فلا یتم التقریب فمبنی الامر علی غلط الحس اوعلی عدم تمیزه اوعلی عجزه وکلاله عن ادراک التشخص الواقعی وهذا واقع کثیر فی المتشابهات کما یورده اهل المعقول فی نقض الکلیة بدلیة البیضات.

(والثالث) انه قد انقطع عرق الیهود فی عهد بخت نصرفانه قتلهم واعدم عن الارض بذرهم وکسراصنامهم فلم یبق الا واحد بعد واحد غیر بالغ حد التواتروکان ملکا قبل البغتة قابضاً لمشارق الارض ومغاربها فانقطعت الطبقة الوسطی فلایصدق حدالتواتر علی قولهم ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ﴾.

(والرابع) ان من شرائط التواتر ان لایکون معارضاالامر قطعی وهو قول الله تبارک وتعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بذلک مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ انتخبت هذا من کلام الفاضل محمد حسن السنبهلی من تعلیقاته علی العقائد السعد التفتازانی مزیدا منا بمواضع للایضاح.

تفسیر خازن میں سورہ یٰسین شریف کے اس قول پاک پر ہے ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ

مَثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ آخر آیت تک ایک قصہ طول طویل اس آیت کریمہ کے متعلق ذکر کیا اور آخر میں کہا کہ کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور دیکھا میں نے ایک جوان خوبصورت ان تینوں شمعوں اور دو قاصدوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کر رہا ہے۔۔۔۔۔الخ اس جوان سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اول قصہ میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر ہے۔ پورا قصہ دیکھنے سے اشتباہ نہیں رہتا۔

دلیل: جانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر۔ حضرت شیخ امام اجل ابونصر محمد بن عبدالرحمن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مستطاب سبعیات میں فرمایا ہے کہ ''یوم السبت'' یعنی سنیچر کے روز سات شخص نے سات شخصوں کے ساتھ مکر کیا ہے نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر، موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا مکر ان سے، قریش کے سرداروں کا مکر رسول اللہ ﷺ سے، بنی اسرائیل کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے، بروز ہفتہ کے یعنی شنبہ کے روز اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا اور عبارت اس امام اجل کی یہ ہے

اعلم ان صاحب البراق وسید یوم المیثاق ورسول الملک الخلاق لم یسم یوم السبت یوم مکر وخدیعة وانما سماه یوم المکرو الخدیعة لان سبعة نفر مکروا فی هذا الیوم بسبعة نفر.

الاول قوم نوح علیہ السلام مکروا بنوح علیہ السلام قوله تعالیٰ ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا۔۔۔۔۔الآية﴾ "فاستحقو الطوفان والمحنة قوله تعالیٰ ﴿فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ۔۔۔۔۔الآية﴾ الثانی قوم صالح علیہ السلام مکروا بصالح علیہ السلام

قوله تعالیٰ ﴿وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا وَّهُمْ لَایَشْعُرُوْنَ﴾ الثالث اخوة یوسف علیہ السلام مکروا بیوسف علیہ السلام قوله تعالیٰ ﴿فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا﴾ الرابع قوم موسیٰ علیہ السلام مکروا بموسیٰ علیہ السلام قوله تعالیٰ ﴿فَاَجْمِعُوْا کَیْدَکُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ الخامس قوم عیسیٰ علیہ السلام مکروا بعیسیٰ ﴿وَمَکَرُوْا وَمَکَرَاللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ﴾ السادس صنادید قریش مکروا برسول الله ﷺ قوله تعالیٰ ﴿وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾......الآیة السابع بنو اسرائیل مکروا بنهی الله تعالیٰ قوله تعالیٰ ﴿وَاسْاَلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ﴾ وهی ایلة التی کانت حاضرة ای مجاورة البحر بحر القلزم ﴿اِذْیَعْدُوْنَ﴾ ای یعتدون فی السبت فاستحقوا المسخ واللعنة۔

پھر دو(۲) ورق کے بعد ہر ایک قوم کے مکر کو جو تفصیلاً بیان کرنا شروع کیا تو قوم یہود کا جو مکر عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا اس کا قصہ بیان فرمایا (وقصة) ان الیهود قالوا عیسیٰ ساحر واحیاؤه الموتی وغیر ذلک کله من السحر فسمع عیسیٰ علیہ السلام ذلک فاغتم وقال الٰهی انک اعلم بافترائم فاتهم المسخ فجعلهم الله القردة والخنازیر فبلغ الخبرملک الیهود فخاف ان یدعو علیه ایضاً فامربقتل عیسیٰ علیہ السلام فاجتمع الیهود وجاؤا الی عیسیٰ وکان فی البیت فادخلوا علیه واحداً منهم لیقتله فنزل جبرئیل علیہ السلام فصعد بعیسیٰ الی السماء من سقف البیت وحول الله صورة الرجل الذی دخل علیه علی صورة عیسیٰ علیہ السلام فاخذ الیهود ذلک الرجل وقتلوه فظنوا انهم قتلوا عیسیٰ علیہ السلام ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ﴾ کماقال الله تعالیٰ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

اِلَیْهِ﴾ الآیة ویقال ان اسم الرجل الذی شبه بعیسیٰ علیہ السلام اشبوع......الخ

مطلب یہ ہے کہ یہود کی قوم نے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور سخت بیماروں کو شفا دینا وغیرہ بڑے بڑے معجزے دیکھے تو یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے وہ یہودی خنزیر اور بندر بن گئے۔ جب یہ خبر ان کے بادشاہ کو پہنچی تو وہ ڈرا کہ شاید میرے اوپر بھی عیسیٰ علیہ السلام بددعا کریں گے۔ پس اس نے قتل کا حکم دیا اور قتل کے واسطے ایک مکان میں ان کو بند کیا۔ پس جب ایک شخص کو واسطے قتل کرنے عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کے اندر داخل کیا۔ جس کا نام اشبوع تھا۔ اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈالی گئی اور یہود نے اس کو عیسیٰ علیہ السلام جان کر قتل کر دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے آسمان پر طلب کر لیا......الخ

دلیل: ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر عینی بخاری، جلد گیارھویں، صفحہ ۱۲۷ میں ہے وان عیسیٰ یقتله بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعة المحمدیة......الخ یعنی دجال کی باتوں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، آسمان سے نازل ہونے کے بعد، پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

عینی بخاری نے جلد۴ صفحہ ۵۹۸ میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث (ان النبی ﷺ قال یخرب الکعبه ذوالسویقتین من الحبشة) کے متعلق فرمایا کہ کعبہ کے خراب ہونے کے ذکر میں جو جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابوداؤد طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ فرمایا کہ حبشی لوگ آ کر خانہ کعبہ کو ایسا خراب کریں گے کہ بعد اس کے پھر اس مکان متبرک کی تعمیر نہ ہوگی اور وہی لوگ نکالیں گے خزانہ اس کا۔ اور ذکر کیا حلیمی نے کہ یہ

بات عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی اور ایک حبشی ذوالسویقتین آئے گا اور بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔ پس اس کے آنے کے بعد آٹھویں برس سے نویں برس کے درمیان میں عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گا اس کی طرف ایک جماعت کو ذوالسویقتین کے معنی صاحب دو چھوٹی پنڈلیوں کا یہ اشارہ بطرف باریک ہونے پنڈلیوں کے ہے۔ کیونکہ قوم حبش کی پنڈلیاں باریک ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو خراب کرے گا ایسا ایک شخص جو کہ قوم حبشہ کا ضعیف ہے۔ اور وہ عبارت عربی یہ ہے عینی کی۔ ومنها ما رواه ابوداؤد الطيالسى بسند صحيح فى يبايع لرجل بين الركن والمقام واول من يستحل هذا البيت اهله فاذا استحلوه فلا تسئال عن هلكة العرب ثم تجئى الحبشه فيخربونه خرابا لايعمر بعده وهم الذين يستخرجون كنزه وذكر الحليمى ان ذلک فى زمن عيسى عليه السلام وان الصريح ياتيه. بان ذاالسويقتين قدسار الى البيت يهدمه فيبعث اليه عيسى عليه السلام طائفه بين الثمان الى التسع ......الخ

اور ''اسی عینی'' کے دوسرے صفحہ میں ہے کہ امام غزالی سے مذکور ہے کہ ہر روز مغرب کے وقت طواف کرتا ہے ایک شخص ابدال میں سے خانہ کعبہ کا اور ہر صبح کو طواف کرتا ہے اس کا ایک شخص اوتاد سے جب یہ بات تمام ہو جائے گی تو یہ سبب ہوگا خانہ کعبہ کے اٹھ جانے کا زمین سے۔ پس ایک روز ایسا ہوگا کہ جب صبح کو لوگ اٹھیں گے تو خانہ کعبہ کا کوئی نام ونشان اس جگہ اپنی پر نہ ہوگا اور یہ امر اس کے غائب ہو جانے کا اس وقت ہوگا کہ پہلے سے سات برس تک کوئی شخص حج اس کا نہ کرے گا۔ پھر قرآن شریف اٹھ جائے گا اپنی تختیوں سے، (یعنی لوگوں کو اس کے لکھنے اور خریدنے کا شوق نہ رہے گا) پھر قرآن شریف دلوں سے

اٹھ جائے گا۔ (یعنی نہ کوئی عمل کرے گا اور نہ کوئی پڑھے گا) پھر لوگ متوجہ ہو جائیں گے بطرف شعرا اشعار اور غزل خوانی اور مرثیہ خوانی اور گانے بجانے اور جاہلیت کے قصوں کے۔ پھر نکلے گا دجال اور نازل ہوگا عیسیٰ علیہ السلام اور امام قرطبی نے فرمایا کہ اٹھ جانا قرآن شریف کا سینوں سے اول ہوگا اور خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد اس کے ہوگا اور یہ بعد موت حضرت علیہ السلام کے ہوگا اور یہی بات صحیح ہے۔ ......الخ من العینی۔ غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس وقت ضرور ہے۔ خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد ہو رفع قرآن شریف کے یا قبل ہو۔ اور پہلی روایتوں میں مطلق جمع مراد ہے سوائے ترتیب مذکور کے یعنی یہ سارے امور ہوں گے قطع نظر تقدیم وتاخیر مذکور فی العبارۃ سے۔ پس ان روایات میں تطبیق بھی ہوگئی اور بالتبع گانے بجانے کی برائی اور اس کا موجب النہی ہونا بھی پایا گیا۔

''عینی، بخاری، جلد ثانی ۲۱۰'' میں ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام جنت سے رسول اللہ ﷺ کے واسطے براق لائے اور حضرت محمد ﷺ براق پر سوار ہونے لگے تو گھوڑے نے تیزی کی۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے گھوڑے سے کہا! کہ کیا تو محمد ﷺ ہی سے سختی کرتا ہے؟ یہ حصر کے کلمہ کے ساتھ اس واسطے کہا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس براق پر سوار ہو چکے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وجہ یہ تھی کہ ''پہلے انبیاء علیہم السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ بہت گزر چکا تھا۔ اس پر کسی نے سواری نہ کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تو خود زمانہ دراز تھا'' ......الخ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس گھوڑے پر مثل انبیائے سابقین کے سواری کی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ چونکہ بہت گزر چکا تھا لہٰذا وہ گھوڑا موافق دنیا کے گھوڑوں کے ذرا تیزی کرتا تھا جیسے کہ دنیا کے گھوڑے کہ اگر زمانہ دراز تک ان

پر سواری نہ کی جائے تو ذرا تیزی دکھاتے ہیں اور سوار کے آگے سوار ہونے کے وقت اچھلتے کودتے ہیں۔ وهذا ظاهر جدا.

''عینی بخاری، جلد دوم، صفحہ ۲۰۷'' میں ہے بطور سوال وجواب کے۔ **سوال:** یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فقط پانچ انبیاء آدم وادریس وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام یا آٹھ انبیاء اور یحییٰ ویوسف وہارون علیہم السلام ہی کا نام لیا؟ کہ ان سے میری ملاقات ہوئی اور حالانکہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی تھی شب معراج میں۔ پس **جواب:** سب کے نام لینے اور خاص کرنے کے وجوہ بیان کیے کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے مناسبت زیادہ تھی بہ نسبت دیگر انبیاء علیہم السلام کے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بیان میں فرمایا کہ ادریس علیہ السلام آسمان چہارم پر اٹھائے گئے جب کہ ان کی عمر ۳۶۵ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام جب کہ ارادہ کیا ان کے قتل کا یہود نے۔ پس پروردگار نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ایسا ہی نبی ﷺ کو جب کہ یہود نے بکری میں زہر ملا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا تو پروردگار نے حضرت کو نجات دیدی......الخ

اسی ''عینی'' کے اسی جلد، اسی صفحہ میں ہے **سوال:** انبیاء علیہم السلام کی جائے قرار زمین میں ہے۔ پس کس طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آسمان میں دیکھا؟

کسی نے جواب: اس کا اس طرح دیا ہے کہ ان انبیاء کی ارواح کو پروردگار نے جسم کی شکل پر متشکل کیا تھا ذكره ابن عقيل و كذا ذكره ابن التين اور ابن التین نے کہا ہے کہ ارواح بدن کی طرف بروز قیامت لوٹیں گی مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مرے اور وہ حضرت نازل ہوں گے بطرف زمین کے۔ چونکہ ابن التین کے کلام سے فقط عیسیٰ علیہ السلام ہی کی حقیقی حیات معلوم ہوتی تھی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات اس

طور پر کہ ان کی ارواح طیبہ متشکل بشکل اجسام ہوگئی تھیں اور ان کی اصلی حقیقی حیات اور جسم دنیوی اس روز ہوگا کہ جب بروز قیامت ان میں روح ڈالی جائے گی۔ پس علامہ عینی نے ذکر کیا کہ سارے انبیاء کو رسول اللہ ﷺ نے حقیقۃً دیکھا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دیکھا ان کو ششم آسمان میں فرشتہ مثل دیگر اہل اسلام کے ابن التین بھی اس کا قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہی نہیں ہوئے بلکہ زندہ تشریف لے گئے ہیں......الخ (مفصلاً)

قادیانی دجال اور بطال نے جس جلیل الشان پیغمبر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کو گالیاں دی ہیں اور طرح طرح کے عیب اور طعن ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ عابدہ متقیہ بی بی مریم علیہا السلام پر لگائے ہیں، میں تھوڑا قدر ان کے اوصاف حمیدہ سے ہدیہ اہل اسلام کرتا ہوں تا کہ جان لیں کہ قادیانی مسلمان تھا یا کیا؟ اور ان اوصاف کے ذکر کو اپنی نیک بختی ذریعہ شمار کرتا ہوں۔ پس بعد حمد رب العلمین اور صلوٰۃ سید المرسلین کے عرض کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صاحبہ حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ہیں درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام اور بی بی مریم صاحبہ کی ۲۴ پشتیں ہیں۔ بی بی مریم کے باپ کا نام عمران بن ماثان، اور بعض نے کہا ان اشیم ہے، سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام بھی عمران ہے مگر وہ بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے اور ہر دو عمران کے درمیان مدت ایک ہزار آٹھ سو برس کی تھی۔ (خازن، صفحہ ۲۲۹)

حدیث شریف میں ہے کہ بی بی مریم جب پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ حنہ نے مسجد بیت المقدس کی خدمت کے لیے مسجد میں ان کو دے دیا اور ایک ساعت بھی اپنی والدہ نے

ان کو خوراک نہیں دی بلکہ مسجد کے چوبارہ میں جنت سے بے موسم میوہ ان کے پاس آیا کرتا تھا۔اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کی پرورش کا انتظام کیا کرتے تھے۔ خوردسالی میں بی بی مریم صاحبہ نے پروردگار سے سوال کیا ایسے گوشت کھلانے کا جس میں خون نہ ہو۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کو طعام کھلایا ٹڈی، ملخ۔بی بی مریم کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو پروردگار نے اپنی عبادت کے لیے خاص کرلیا دن رات بیت المقدس میں مسجد کی خدمت کرتی تھیں اور روبرو اس کو فرشتوں نے کلام سنایا۔یہ بات اور کسی عورت کو نہیں حاصل ہوئی اور باوجود کہ مردوں سے بیت المقدس میں اختلاط نہ تھا مگر باجماعت نماز ہر وقت ادا کرتی تھیں یہ بات بھی کسی دوسری عورت کو نہیں ہاتھ آئی اور جماعت کی نماز کا ان کو امر تھا اس آیت کریمہ کے ساتھ ﴿وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ جب یہ کلمات فرشتوں سے بی بی مریم نے سنے روبرو ہو کر، تو کھڑی ہوئیں نماز میں یہاں تک کہ ورم کر گئے قدم ان کے اور خون اور پیپ ان سے جاری ہو گیا۔اور بی بی مریم ہر روز اتنی بڑھا کرتی تھیں جس قدر کہ برس روز میں اور لڑکے بڑھتے ہیں۔اور جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم میوہ مریم کے پاس دیکھ کر کہا کہ ’’اے مریم کہاں سے یہ میوہ آتا ہے؟‘‘ تو اس وقت بی بی مریم تو صغیرہ تھیں کہا ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ یہ میوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔پس مریم صاحبہ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہد میں بحالت طفلی کلام کیا اور اس وقت قابل بات کے نہ تھیں اور بے خاوند کے ان کو پروردگار نے بیٹا دیا اور کسی عورت کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔(تفسیر خازن، جلد چہارم)

عرائس میں ذکر کیا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ اور ایک شخص یوسف نام تھا اور مریم کا چچازاد بھائی تھا دونوں مسجد میں جو کہ جبل صہیون کے پاس تھی نوبت بہ نوبت پانی ڈالا کرتے

تھے اور یہ یوسف مریم کا چچازاد بھائی ہے بعد ضعیف ہو جانے زکریا پیغمبر کے مریم اسی کی پرورش میں رہی۔بوجہ قحط سالی کے کوئی شخص بنی اسرائیل سے مریم کو نہیں لیتا تھا اور قرعہ ڈالا تو یوسف کا قرعہ نکلا۔پس مریم کی دعا سے اس کو رزق کافی ملتا گیا۔(خازن) ایک روز بی بی مریم صاحبہ کے کرتے کے گریبان میں جبرائیل علیہ السلام نے آدمی کی صورت بن کر وہ مٹی پھونک دی جو کہ آدم علیہ السلام کے قالب سے بچی تھی۔اس مٹی کے لگنے کے سبب حمل قرار پا گیا تھا پس درد زہ یعنی پیدائش اولاد کا درد جب شروع ہوا تو گئیں جامع مسجد میں اپنی ہمشیرہ کے پاس اور برا جانا اس بات کو اس یوسف نجار نے اور کہا کہ اے مریم کیا کھیتی بغیر بیج کے ہوتی ہے؟ فرمایا بی بی صاحبہ نے کہ ہاں ہوتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے کھیتی کو پیدا کیا تھا تو بغیر بیج کے پیدا کیا تھا۔اور ان کی ہمشیرہ زوجہ تھی حضرت زکریا علیہ السلام کی اور وہ بھی اس وقت حاملہ تھی ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جن کو ’یوحنا‘ بھی کہتے ہیں۔اس نے کہا کہ ’’اے مریم میرے پیٹ میں جو ہے تیرے پیٹ والے کو سجدہ کرتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے‘‘، ابن عباس نے کہا ہے کہ بی بی صاحبہ کو حمل اور وضع عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی ساعت میں ہوا تھا مگر ’’تفسیر کبیر‘‘ میں ابن عباس کا قول ۹ ماہ کا ذکر گیا ہے اور ایک ساعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ دوسرا قول عیسیٰ علیہ السلام کے حمل میں ۸ ماہ ہے۔تیسرا قول ’’عطاء اور ابو العالیہ‘‘ اور ضحاک کا ۷ ماہ کا ہے۔چہارم ۶ ماہ کا۔پانچواں قول تین ساعتوں کا ہے ایک ساعت میں حمل ہوا اور دوسری ساعت میں صورت بنی اور تیسری ساعت میں پیدا ہوئے۔(تفسیر کبیر، صفحہ ۵۳۲، جلد ۵)

عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں بعد زوال کے ایسا کہا ہے علامہ نیشاپوری نے۔اور بی بی صاحبہ حیض و نفاس سے پاک رہیں کما فی الکبیر للفخر الرازی وغیرہ۔اور بی بی مریم کے ساتھ فرشتوں نے روبرو ہو کر باتیں کی ہیں یہ بزرگی کسی دوسری عورت کو نہیں دی گئی۔اور

پرودگار نے بی بی کو برگزیدہ کیا اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کو عنایت کیا بغیر باپ کے۔ حدیث شریف میں ہے کہ چار عورتیں بڑے مرتبہ والی ہیں۔ مریم اور فرعون کافر کی عورت آسیہ جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی اور حضرت محمد ﷺ کی بی بی خدیجہ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فرمایا ''امام رازی'' نے کہ قرآن شریف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ ''امام برماوی'' نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل کے وقت بی بی مریم کی عمر تیرہ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ۳۶ سال تک زندہ رہیں اور اپنی موت کے وقت عمر بی بی صاحبہ کی ایک سو بارہ (۱۱۲) برس کی تھی۔ مگر یہ روایت تفصیل چاہتی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں کا نام الیشاء اور خالہ کا نام حنہ بنت فاقوذا ہے۔ اور بی بی مریم روزہ کی حالت میں سجدہ میں گری پڑی تھیں کہ انتقال ہوا۔ بعد کو عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں والدہ اپنی کو دیکھا کہ جنت دار السلام میں اکرام اور عزت کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ پس کہا کہ ''اے میرے بیٹے جنت میں آکر پرودگار کے انعام کی شراب پر میں نے افطار کیا ہے''۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے والدہ کی ناف مبارک سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ''تفسیر حسینی'' میں ہے کہ بعد تولد کے ملائکہ نے ان کو غسل دے کر بہشت کے ریشم میں لپیٹ کر بی بی مریم کے کنار میں رکھ دیا۔ ہر مولود کو اس کی پسلی میں شیطان دو انگلیوں سے دبا کر درد دیتا ہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام کو درد پہنچانے لگا تو وہ انگلیوں سے دبانا اس کا حجاب میں پایا گیا۔

''امام علائی'' نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے بیت لحم میں۔ اور بعض نے فرمایا کہ پیدا ہوئے ناصرہ میں جو قریہ ہے صیہون کے قریوں میں سے اور چونکہ

حضرت زکریا علیہ السلام بی بی مریم کے پاس آیا جایا کرتے تھے لہذا قوم یہود نے ان کو زنا کی تہمت دی اور کہا کہ یہ لڑکا تمہارا ہے اور یہود نے زکریا علیہ السلام کو جب پکڑنا چاہا تو زکریا علیہ السلام بھاگ کر ایک درخت کی طرف دوڑے اور وہ درخت پھٹ گیا اور زکریا علیہ السلام اس کے اندر گھس گئے۔ پس شیطان نے قوم یہود کو بتایا کہ وہ درخت میں ہے۔ پس یہود مردود نے آرہ رکھ کر چیرنا شروع کیا اس درخت کو۔ یہاں تک کہ زکریا علیہ السلام کے جسم تک چیرتے چیرتے جا پہنچے۔ پس یہود نے زکریا علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے چیر ڈالا۔ جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا بعد اس کے پروردگار کے حکم سے ملائکہ نے ان کا غسل اور کفن کر کے مقام 'نابلوس' میں دفن کر دیا۔

''امام قرطبی'' نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد پیدا ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے یہود نے جب کہ بی بی مریم کو آکر طعن و تشنیع کرنا شروع کیا تو بی بی صاحبہ نے کہا کہ اسی لڑکے سے سارا حال دریافت کرو۔ کفار نے کہا کیا ہم اس سے دریافت کریں جو کہ مہد میں بچہ پڑا ہوا ہے؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا ترک کر کے بائیں کروٹ پر تکیہ کر کے ان کی طرف ہو کر اپنے دہنے ہاتھ کی نر انگلی سے اشارہ کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ پس پہلا کلام ان کا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی ہے انجیل اور مجھ کو نبی کیا ہے یعنی روز ازل میں مجھ کو نبی کر دیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لڑکپن ہی میں اسی ساعت میں کتاب پڑھائی گئی اور آپ علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ ''تفسیر حسینی'' میں ثعلبی سے منقول ہے کہ والدہ کے شکم میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کی تعلیم دے دی۔ اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب کہ میں مکلّف لائق نماز اور زکوٰۃ کے ہو جاؤں اور اتنے کلام کے بعد پھر اور

کوئی کلام نہیں کیا جب تک کہ اتنی عمر کو پہنچے ہیں کہ لڑکے جتنی عمر میں باتیں کرنا شروع کرتے ہیں۔ ابوالسعود فی قولہ تعالی انی عبد اللہ وتفسیر خازن اور اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے اور ''اسی خازن'' میں اس کے متصل یہ بھی ہے کہ کہا مریم صاحبہ نے کہ جب میں اور عیسیٰ علیہ السلام تنہا ہوتے تو مجھ سے باتیں وہ کرتے اور میں ان سے کرتی تھی اور جب کسی اور سے میں مشغول ہوتی تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام تسبیح کرتے تھے اور جب کہ نو ماہ کے ہوئے تو بی بی صاحبہ نے ان کو مکتب میں داخل کیا واسطے تعلیم کے۔

فائدہ: مہد میں سات لڑکوں نے باتیں کی ہیں:

۱...... عیسیٰ علیہ السلام اور

۲...... یوسف علیہ السلام کا شاہد جولڑکا تھا۔

۳......اور وہ لڑکا جس نے اپنی والدہ، بیٹی فرعون سے کہا تھا کہ آگ پر صبر کر جب کہ فرعون نے اس کو ڈالنا چاہا۔

۴......اور اصحاب اخدود کے قصہ میں ایک لڑکا۔

۵......اور یحییٰ علیہ السلام۔

۶......اور ایک عورت نے ایک چرواہے سے زنا کیا تھا اور کہا کہ یہ لڑکا جریج کا ہے اور وہ عابد تھا مگر والدہ اپنی کو نماز پڑھتے جواب نہیں دیا تھا اس واسطے ماں کی بددعا سے تہمت زنا کی اس پر لگائی گئی تھی اس لڑکے نے کہا کہ میں چرواہے کا بیٹا ہوں جریج کا نہیں ہوں۔

۷......اور ساتواں وہ کہ بنی اسرائیل کی عورت لڑکے کو دودھ دے رہی تھی اور ایک سوار گزرا عورت نے کہا ''یا اللہ میرے لڑکے کو ایسا کر دے''۔ لڑکے نے مونھ سے پستان نکال کر کہا کہ ''یا اللہ مجھ کو ایسا نہ کر'' پھر ایک باندی کنیز گزری عورت نے کہا ''یا اللہ میرا لڑکا اس کی مثل

لڑکے نے کہا ''یا اللہ مجھ کو اس کی مثل کر''۔ پس ماں نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ وہ سوار ظالم تھا اور اس کنیز کو چوری اور زنا کی تہمت دیتے ہیں حالانکہ یہ اس سے پاک ہے۔

(عینی بخاری، جلد ساتویں، صفحہ ۴۴۲، مصری)

امام زمخشری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب لڑکوں سے زیادہ دانا اور عاقل تھے۔

معلم نے کہا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کہو بسم اللہ، تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معلم نے کہا کہ کہو ابجد، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کے معنی جانتے ہو؟ معلم نے کہا کہ نہیں جانتا ہوں تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ:

الف سے مراد اللہ ہے۔

ب سے مراد بہجت اللہ کی۔

ج سے مراد جلالت اور بزرگی اللہ کی۔

د سے مراد دین اللہ کا۔

ہوز: ہا سے مراد ہاویہ جہنم۔

واؤ سے مراد ویل اور افسوس اہل دوزخ کا۔

ز سے مراد زفیر اور آواز جہنم کی۔

حطی: حطت الخطایا عن المستغفرین. دور کیے گئے گناہ توبہ کرنے والوں سے

کلمن: کلام اللہ کی قدیم غیر مخلوق ہے۔

سعفص: صاع بدلہ صاع کا یعنی زیادہ سود ہے۔

قرشت: ای تحشرھم جمیعا. اٹھائے گا اے پروردگار تو سب لوگوں کو۔ پس معلم نے کہا کہ اے بی بی صاحبہ اپنے لڑکے کو لے جا اس کو استاد معلم کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بی بی صاحبہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو معلّم کے پاس روانہ کیا تو معلّم نے کہا کہ کہو بسم اللہ۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے کیا معنی ہیں بسم اللہ کے؟ معلّم نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے **الباء بھاء اللہ والسین سناء اللہ والمیم ملک اللہ**۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک شہر کے پاس پہنچے وہاں کے لوگ بادشاہ کے دروازہ پر جمع تھے۔ انہوں نے سبب پوچھا۔ کسی نے کہا کہ بادشاہ کی عورت پر لڑکا پیدا ہونے کی سختی ہے۔ اپنے بتوں سے یہ لوگ آسانی کے لیے سوال کر رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر میں اس عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھوں تو لڑکا جلدی نکلے گا۔ پس لوگ بادشاہ کے پاس ان کو لے گئے۔ بادشاہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں خبر دوں کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے تو تو ایمان لائے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ اس کے شکم میں لڑکا ہے جس کے رخسارہ پر سیاہ داغ ہے اور اس کی پشت پر سفید نشان ہے۔ پھر فرمایا کہ اے لڑکے میں تم کو پروردگار کی قسم دیتا ہوں کہ جلدی نکل آ۔ پس پیدا ہوا لڑکا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ بتایا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس بادشاہ نے ایمان لانا چاہا مگر اس کی قوم نے اس کو منع کر دیا اور کہا کہ مریم جادوگر عورت ہے اس کو بیت المقدس سے لوگوں نے نکال دیا ہے یعنی اس کے بیٹے کا خبر دینا تاثیر ہے جادو کی۔

حضرت وہب نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اول معجزہ یہ ہے کہ مصر میں ایک شخص مالدار مسکین سے محبت کرتا تھا اور غریب لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پس اس کا مال چوری ہو گیا اور اس نے مسکینوں کو ملامت کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس کو کہو کہ سارے مسکینوں کو جمع کرے اپنے مکان میں۔ پس جب اس نے سب کو جمع کیا تو

عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص بے دست و پا یعنی لنگڑے لولے، شل کو ایک مرد اندھے کی گردن پر بٹھا دیا اور اندھے سے کہا کہ اس کو اٹھا، اس نے کہا کہ میں ضعیف کمزور ہوں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ گزشتہ رات میں اس پر کیسے قوی ہو گیا تھا۔ یعنی اے اندھے اس شل کو رات کے وقت کیسے اٹھا کر اپنے ہمراہ کر کے چوری کر لی؟ اور حالانکہ ان دونوں نے مل کر چوری کی تھی۔ بعد ازاں اس صاحب خانہ نے لڑکے کی خوشی اور شادی شروع کی مگر پینے کی کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے وہ غمناک تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اس کے مکان میں جا کر جس برتن پر ہاتھ لگاتے وہی برتن شربت سے پُر ہو جاتا اور اسوقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بارہ برس کی تھی...... الخ باری تعالیٰ نے فرمایا قرآن پاک میں ﴿وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مضبوط کیا ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے۔ تفسیر حسینی و تفسیر مظہری و تفسیر عزیزی و معالم و ابن کثیر نے لکھا ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام ہر وقت قرین اور رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے۔ ''فتح البیان'' میں ہے کہ جبرائیل عیسیٰ علیہ السلام سے ایک دم بھی جدا نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان کو گئے۔

حکایت: حضرت کلاباذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ایک بار عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے شیطان آیا رستہ میں 'افیق وادی' میں قریب بیت المقدس کے۔ پس ابلیس نے کہا کہ کون ہے تو؟ فرمایا کہ میں بندہ اللہ کا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی کنیز اور اس کی بندی کا بیٹا ہوں۔ یعنی بی بی مریم کا فرزند ہوں۔ شیطان نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ساری زمین کا خدا ہے کیونکہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مریضوں کو اچھا کرتا ہے اور کوڑھی اور اندھے مادر زاد کو اچھا کرتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سب فخر اور شان اور بڑائی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ میں اس کے اذن اور حکم سے بیماروں کو اچھا کرتا ہوں میرا کوئی اختیار نہیں وہ اگر چاہے

تو مجھ کو مریض کر دے۔ شیطان نے کہا کہ صبر کریں میں شیطانوں کو تیرے آگے سجدہ کرواتا ہوں۔ پس بنی آدم بھی دیکھ کر تم کو سجدہ کریں گے اور تو زمین کا خدا ہو جائے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت کرنا شروع کر دی اور شیطان کی بات کو رد کر دیا۔ بعدازاں حضرت جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تینوں فرشتے آئے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے۔ پس میکائیل علیہ السلام نے شیطان کو پھونک مار کر ایسا مشرق کی طرف اڑایا کہ سورج سے جالگا اور اس کی گرمی اور تپش سے جل گیا۔ بعدازاں اسرافیل علیہ السلام نے شیطان کو مغرب کی طرف پھونک مار کر ایسا اڑایا کہ جس چشمہ میں سورج جا گرتا ہے وہاں جا پڑا۔ جب نکلتا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کو پھر اسی میں دھکیل دیتے تھے اس طور پر سات روز اس میں رہا۔ پس بعد اس کے عیسیٰ علیہ السلام سے بہت خوف کرتا تھا۔

حکایت: لڑکپن کی عمر میں عیسیٰ علیہ السلام لڑکوں کو خبر دیا کرتے تھے کہ ان کے ماں باپ نے ان کے لیے کیا کیا رکھا ہے۔ پس لڑکے آکر مکان میں وہ چیزیں طلب کیا کرتے تھے۔ ماں باپ دریافت کرتے تھے کہ تم سے کس نے یہ کہا ہے؟ تو وہ کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے الگ کر کے ایک مکان کشادہ میں کر دیا تا کہ ان کی ملاقات لڑکوں سے نہ ہوا کرے اور لڑکے ان سے حال اپنے گھر کی چیزوں کا سن کر ماں باپ کو تنگ نہ کیا کریں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے لڑکے کیا اس مکان میں ہیں؟ ان لوگوں نے عذر کیا اور کہا کہ اس میں تو بندر اور سوئر ہیں اور کچھ نہیں۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ ایسے ہی ہوں گے۔ پس جب لوگوں نے دروازہ کھولا تو بے شک بندر اور سوئر ہی تھے۔ "کبیر و ابوالسعود خازن" نے کہا کہ ایسی خبریں دینا عیسیٰ علیہ السلام کا اس سبب سے تھا کہ پروردگار نے ان کو اپنا برگزیدہ نبی کر کے بعض امور کا علم غیب عطا

فرمادیا تھا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ کو ساتھ بتانے پروردگار کے ہوا کرتا ہے۔ کما صرح به غیر واحد. نہ اس سبب سے کہ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ وہ اقنوم تھا اقنوم ثلثہ سے۔ عینی بخاری، جلد اول، صفحہ ۶۵ میں ہے والنصاری لایقولون فی عیسی الله نبی یاتیه جبرئیل علیه السلام وانما یقولون ان اقنوما من الاقانیم الثلثة اللاهوتية حل بنا سبت المسيح على اختلاف بينهم في ذلك الحلول وهو اقنوم الكلمة والكلمة عندهم عبارة عن العلم فلذلك كان المسيح في زعمهم يعلم الغيب ويخبر بما في الغد في زعمهم الكاذب......الخ. لفظ زعم کاذب کا تعلق اعتقاد عدم اتیان جبرئیل اور حلول اقنیم سے ہے نہ اخبار بالغیب سے۔ فانه صحیح

"امام رازی" نے سورۃ آل عمران میں کہا کہ سب سے اول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح نام ہونے کی وجہ:

اول: تو یہ کہ جب پیدا ہوئے تھے تو بدن پر ان کے تیل ملا ہوا تھا۔ دہن مبارک سے جس تیل کے ساتھ انبیاء لوگ ملے جاتے تھے خاص اور یہ تیل علامت ہوگا اس بات کی کہ ملائکہ جان لیں کہ جو تیل ملا ہوا پیدا ہوتا ہے۔ وہ نبی ہوتا ہے پس مسیح بمعنی 'ممسوح' ہوا فعیل بمعنی مفعول۔ (تفسیر کبیر)

دوم: یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

سوم: اور یا یہ کہ وقت پیدا ہونے کے جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پروں سے ان کو ملا تھا شیطان سے بچنے کے لیے۔

چہارم: اور یا یہ کہ زمین کی سیاحی کیا کرتے تھے اور مقیم نہ ہوتے تھے۔

پنجم: اور فقیر کو بعض دوسری کتابوں میں یاد ہے کہ بیماروں پر تندرستی کے لیے ہاتھ پھیرنا بھی ایک وجہ ہے۔

''تفسیر کبیر، رازی'' میں ہے کہ لفظ مسیح اسم مشتق ہے یا موضوع۔ پس اس میں دو قول ہیں۔ ابوعبیدہ اور لیث نے کہا کہ اصل اس کا مشیحا ہے عبرانی زبان میں اور عرب والوں نے مسیح بنالیا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اصل یشوع ہے جیسا کہ موسیٰ کا اصل موشی اور میشا ہے عبرانی میں۔ فعلى هذا القول لايكون له اشتقاق. اور دوسرا قول اشتقاق کا ہے۔ پانچ وجوہ تو یہ جو گزرے ہیں۔

ششم: یہ کہ انه مسح من الاوزار والآثام یعنی گناہوں سے پاک تھا۔

ہفتم: یہ کہ بوجہ ننگے پاؤں چلنے کے ان کے قدم ملے گئے تھے۔ چہارم معنی پر میم زائد ہے مسیح بمعنی 'سیاح' ہے۔ وعلى هذا المعنى يجوز ان يقال عيسى مسّيح بالتشديد على المبالغة كما يقال للرجل فسّيق وشرّيب اور دوسرے معنی پر مسیح بمعنی 'ماسح' ہے، فعیل بمعنی فاعل ہے جیسے رحیم بمعنی راحم۔ (تفسیر کبیر)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ''وجیہ'' فرمایا ہے جیسا کہ سورہ احزاب میں موسیٰ علیہ السلام کو ''وجیہ'' فرمایا اور وجیہ کے معنی صاحب جاہ کے۔ اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں مگر اس معنی سے کہ وہ ممسوح العین ہے یعنی ایک آنکھ اس کی بیٹھی ہوئی ہے یا یہ کہ اس کی ناک نہیں ہے۔ پس وہ امسح الوجه والانف۔ اور سوائے اس کے ہزاروں معجزات ان کے کتابوں میں مذکور ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر کیا فخر ہوگا کہ جن کے بارے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''کیسے ہلاک ہوگی وہ امت کہ جس کے اول میں ہوں اور آخر میں مسیح ہوں

گے''۔ (قوت القلوب لابی طالب المکی) اور امام یافعی کے ''روض الریاحین'' میں ہے۔ ''کس طرح خوف کروں میں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے''...... الخ هذا الكل من الكتاب المستطاب نزهة المجالس ومنتخب النفائس للشيخ عبدالرحمن الصفوری رحمة الله تعالى عليه۔ خوشخبری امت محمد ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے۔ سبحان اللہ باوجود اتنے بڑے مرتبہ کے پھر بھی محمد ﷺ کے تابع اور پیرو ہی ہوں گے۔ وصلى الله عليه وعلى سائر النبيين والهم واصحابهم اجمعين.

علامات امام مہدی رضی اللہ عنہ

سب مسلمانوں کو واضح ہو کہ کاذب مکار مہدی بہت گزر چکے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ۸۲ یا ۸۳ شخصوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بعض بعض کو لوگوں نے خوب مانا اور لاکھوں خلقت تابع ہوگئی مگر آخر امر میں پردہ کھل گیا اور جب کہ سچا مہدی آئے گا تو روز بروز اسلام کا چرچا، کفر کی تباہی ہوتی جائے گی۔ جمیع روئے زمین کی بادشاہی کرے گا اور ہر کس و ناکس اس سے خبردار ہوگا نہ ایسا کہ قادیانی غلام احمد مرزا چند روز کے بعد قبر میں چپ چاپ جا گھسا اور کوئی کام مہدی کا نہ کیا۔

پس فقیر کتب اسلام سے ان کے اوصاف اور علامات ذکر کرتا ہے۔ امام مہدی صاحب خوبصورت جوان عمدہ بال والا، بال ان کے لٹکتے ہوں گے دونوں شانوں پر، قد ان کا میانہ ہوگا، ناک انکی دراز اور بلند، کشادہ پیشانی، دہنے رخسارہ پر سیاہ خال ہوگا۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کی پیشانی فراخ اور بینی بلند اور دراز ہوگی، پُر کردے گا زمین کو عدل اور انصاف سے جیسا قبل اس سے ظلم کے ساتھ پر

ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابوعبداللہ نے روایت کیا ہے اپنی کتاب میں علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع کر کے کہ اگر زمانہ کا ایک روز باقی رہے گا جب بھی امام مہدی میرے اہل بیت سے آئے گا اور زمین کو عدل سے ایسا پُر کرے گا جیسا کہ ظلم سے ہوگئی تھی۔ (ابوداؤد) سات برس تک بادشاہی کرے گا۔ اور ''نظم الفرائد بر شرح عقائد'' صفحہ ۲۵۴ میں ہے کہ بیس برس تک بادشاہی کرے گا۔

ابونعیم نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ''جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر۔ کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دیلمی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''امام مہدی میرے قبیلہ سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا''۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ''امام مہدی جس قریہ سے ظاہر ہوں گے اس کا نام کریمہ ہے''۔ (رواہ ابونعیم) اور امام مہدی رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہیں ہیں بلکہ اسی زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی وہ ابوالقاسم محمد حجۃ بن حسن عسکری ہے۔ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں سر من رائی میں اور ان کے باپ کے دوسرا سوا ان کے بیٹا نہیں تھا۔ جب ان کا باپ فوت ہوا تو عمر امام مہدی کی پانچ برس کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہے جیسے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو۔ اور وہ مدینہ میں دشمنوں کے خوف کے سبب سے پوشیدہ ہوگیا ہے۔ اس فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ شریعت کے نطقاء سات ہیں یعنی سات پیغمبر ہیں جو کہ ناطق بالشریعۃ ہیں۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ محمد و محمد مہدی علیہم السلام اور ہر دو نطقاء کے درمیان میں سات امام ہوتے ہیں۔ جو

کہ شریعت کی ہر زمانہ میں تتمیم کرتے ہیں اور اس اعتقاد والے فرقے کو اسماعیلیہ اور سبعیہ اور قرامطہ کہتے ہیں...... الخ۔ (شرح المواقف ۷۵۴)

اور غیبوبت دو قسم ہے ایک صغریٰ دوسری کبریٰ۔ مگر یہ صاف غلط ہے کیونکہ علامہ مکی نے جمہور شیعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن عسکری کا کوئی ولد نہیں رہا فقط تعصب کر کے اس کی اولاد ثابت کر رہے ہیں۔

حاصل یہ کہ شیعہ لوگوں کے بیس قول ہیں اس میں کہ بعد حسن عسکری کے کس کا انکار ہے؟ اور کون کون امام ہے؟ اور شیعہ غیر امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو امام حجت کے لقب سے مشہور کیا ہوا ہے وہ مہدی نہیں سوائے مہدی کے کوئی اور ہے اور ہم اہلسنت والجماعۃ سے شیعہ لوگوں کا چند باتوں میں اختلاف ہے۔ اول یہ کہ ہمارے نزدیک امام مہدی امام حسن کی اولاد سے ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے کہنا بڑی واہیہ روایت ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ تیسرا یہ کہ امام عسکری کے اولاد ہی نہ تھی کیونکہ ان کے بھائی جعفر نے ان کے ترکہ سے میراث لی ہے۔ واما نفس وجود الامام المهدی الخليفة الحق فمتفق عليه تواترت به الاخبار اخرجها احمد والخمسة والحاكم ونصيربن حماد وابونعيم والرويانی والطبرانی وابن حبان وغيرهم عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة امام الطبرانی اور رویانی وغیرہما نے کہا! کہ فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا۔ اس کا مونھ روشن ہوگا مثل ستارہ روشن کے۔ رنگ اس کا عربی ہوگا اور بدن اس کا اسرائیلی ہوگا۔ اس کی بادشاہی اور خلافت پر زمین اور آسمان اور ہوا کی چیزیں راضی ہوں گی''۔ اور ابن عساکر نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''جب مقیم ہوگا لوگوں میں وہ شخص جس کا لقب قائم

ہے (مہدی) آل محمد ﷺ سے، تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کے لوگ سارے جمع کر دے گا۔ رفقاء ہوں گے اہل کوفہ سے اور ابدال لوگ اہل شام سے''۔ قال الطبرانی مرفوعا قالوا لفاطمة نبینا خیرالانبیاء ھوابوک وشھیدنا خیرالشھداء وھو عم ابیک حمزة ومعنا من له جناحان یطیر بھما فی الجنة حیث شاء وھوا بن عم ابیک جعفر ومنا سبطا ھذہ الامة الحسن والحسین وھما ابناک ومنا المھدی وفیه اخبار کثیرة متواترة المعنی. واما کونه من العباسیین او خیر لامھدی الا عیسیٰ بن مریم فضعیف لایسمع نظم الفرائد۔

بعض لوگ بے علم کہتے ہیں کہ امام مہدی کوئی نہیں بلکہ فقط عیسیٰ ہی ہوں گے حدیث میں ہے ''لا مھدی الا عیسیٰ''مگر اسکا جواب چند وجہ سے ہے۔ اول تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا کہ محتمل التاویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماؤل ہے کیونکہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کے اوصاف میں تغائر ظاہر ہے تو معنی حقیقی اس کا متعذر ہے یعنی نفی وجود امام مہدی ﷺ کی اور وقت تعذر معنی حقیقی کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جاتے ہیں پس یہاں مجاز متعین ہوا اور وہ معنی اول ہیں۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المھد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور ابن جریج کی حدیث سے اب یہ معنی مخدوش نہ ہوں گے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہذا اس سے فرد کامل مراد ہوگا لان المطلق اذا اطلق یرادبه الفرد الکامل اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہی ہوتا ہے لہذا معنی یہ ہوئے، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد پورا اور کامل مہدی اور ہدایت یافتہ نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ''لانبی بعدی'' اس عموم سے یہ وہم ہوتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگر چہ انبیائے سابقین میں سے۔ پس حضور اس وہم کی نفی فرماتے ہیں کہ میرے بعد نبی جو نہ آئے گا تو مراد یہ ہے کہ اب جدید نبوت کسی کو نہ دی جائی گی نہ مستقلہ، نہ تابعہ ہاں انبیاء سابقین میں سے ایک نبی ہماری شریعت کا تابع ہو کر آئے گا، وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت کریمہ یا احادیث متواترہ یا اجماع امت یا مسئلہ ضروریہ دینیہ کہ حضور ﷺ کا ختم نبوت ان چاروں وجوہ سے آفتاب کی طرح بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زائد واضح وروشن ہے اس سے اس قدر ثابت ہے کہ اب کسی کو نبوت عطا کیے جانے کا دروازہ بند فرما دیا گیا۔ اصلاً مطلقاً ہرگز اب کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ کیسا ہی تابع وغیر مستقل ٹھہرایا جائے۔

ہم پوچھتے ہیں وہ نبی کہ شریعت جدید نہ رکھتا ہو شرائع میں دوسرے نبی کا تابع ہو، جیسے حضرات حاملان تورات تھے علیہم الصلوۃ والسلام وہ نبی ہیں یا نہیں؟ اگر نبی نہیں تو ہمارا مطلب حاصل کہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا نہ تابع، نہ مستقل۔ اور اب اسے نبی کہنا غیر نبی کو نبی کہنا اور اللہ عزوجل پر افتراء ہوگا اور اگر نبی ہے تو قرآن مجید نے جملہ نبیین کا ہی خاتم فرمایا ہے استقلال کی قید نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، نہ اجماع میں، نہ ضروریات دین میں۔ تو جدید نبی تابع کا آنا ان سب کے خلاف ہوا۔

ہاں کسی سابق کا تشریف لانا وہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہو سکتا کہ اس کو نبوت پہلے مل چکی، نہ کہ جدید۔ اور ''فتاوی کاملیہ'' میں کہا ہے کہ اگر چہ حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ مگر درجہ ان کا اول سے زیادہ ہوگا بوجہ زندہ کرنے کے دین محمدی ﷺ کو۔ کہ اس وقت دین میں بہت کمزوری اور ضعیف ہوگا اور یا تو آسمان سے احکام شریعت کے سیکھ

آئے گا یا یہاں آکر قرآن شریف اور حدیث کو معائنہ کرے گا اور پوری مراد شریعت پر واقف ہو جائے گا اور حجابات علمیہ دور ہو جائیں گے اور یا اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا یا بواسطہ وحی کے، جو جو نبی ﷺ کی شریعت سے جانتے ہیں اس پر حکم کریں گے اور یا رسول ﷺ سے علم شریعت کا حاصل کریں گے اور یہ جو بعض جاہلوں نے مشہور کیا ہے غلط ہے کہ حکم کریں گے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر۔ اور خواجہ خضر نے امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علم سیکھا ہے بارہ برس میں اور ان سے امام ابو القاسم قشیری نے سارے علوم تین برس میں جان کر بہت سی کتابیں تصنیف کر کے صندوق میں رکھ کر اپنے کسی مرید سے دریائے جیحون میں ڈالوا دی ہیں۔ تا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کتابوں کا نکال کر ان کے مسائل پر عمل کریں گے۔ پس یہ کلام بالکل باطل ہے اور بے اصل ہے اس کا نقل کرنا بھی درست نہیں سوائے رد کرنے کے۔ اول تو اس میں علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز نے سخت غلطی کی اور بعد کے لوگ اس کی متابعت کرتے گئے۔ یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر مجتہد غیر نبی کی تقلید کریں گے اور خواجہ خضر علیہ السلام جن کا مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چند مرتبہ زیادہ ہے یقیناً اور وہ استاد موسیٰ علیہ السلام کے ہیں۔ انہوں نے کیسے بارہ برس امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا؟ اور پھر اسی علم کو خواجہ خضر علیہ السلام سے امام ابو القاسم نے تین برس میں حاصل کر لیا۔ پس شاگرد استاد سے زیادہ ذہین ہے اور اس بناء پر تو عیسیٰ علیہ السلام امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد کے شاگرد کے شاگرد ہوئے۔ بہت لوگوں نے اس بات کو سخت رد کیا ہے۔

فتاویٰ کاملیہ میں ہے: سئلت عن السید عیسیٰ ابن مریم اذا نزل اخر الزمان هل یکون کواحد من هذه الامة واذا قلتم انه یکون کواحد من

هذه الامة هل یتنزل عن مرتبة الرسالة **الجواب**: مافی حواشی شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وهذا نصه قوله کواحد من امة. یعنی یکون کواحد منهم فی المشی علی شریعة ﷺ۔ واَمّا نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل یزیده الله تعالیٰ رفع درجات وعلو مقامات حیث احیی الله تعالیٰ به هذا الدین وکاد یضمحل لما یقع فی هذا الدین من محو آثار الحق وتفاقم الحن وزلازل الضلال فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنة ویکشف الله له الغطاء عن المراد من احکام کتاب الله وسنة رسول الله ﷺ وبهذا تعلم بطلان ماتقوله بعض الجهلة من الاحناف المتاخرین من ان عیسیٰ علیہ السلام اذا نزل یحکم بمذهب الامام الاعظم ابی حنیفة رحمة الله تعالیٰ. وقد رد ذلک القول محققا المتاخرین من الحنفیة کالسید احمد الطحطاوی والسید محمد امین فی حواشیهما علی الدر المختار وشنعوا علی القائل بذلک۔ اقول: قال الشامی علیٰ قول الدر المختار فی مدح الامام الاعظم رحمة الله تعالی وقد جعل الله الحکم لاصحاب الامام الاعظم واتباعه من زمنه الیٰ هذه الایام الی ان یحکم بمذهبه عیسیٰ علیہ السلام تبع فیه القهستانی. لکن لادلیل فی ذلک علیٰ ان نبی الله عیسیٰ علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام بحکم بمذهب ابی حنیفة رحمة الله تعالی علیه وان کان العلماء موجودین فی زمنه فلابدله من دلیل ولهذا قال الحافظ السیوطی فی رساله سماها الاعلام ماحاصله ان مایقال انه یحکم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لااصل له وکیف یظن بنبی انه

يقلد مجتهدا مع ان المجتهد من آحاد هذه الامة لايجوز له التقليد وانما الحكم بالاجتهاد اَوبما كان يعلمه قبل من شريعتنا بالوحى اوبما تعلمه منها. وهو فى السماء او انه ينظر فى القرآن. فيفهم منه كما كان يفهم نبينا عليه السلام الخ. واقتصر السبكى على الاخير.

وذكر ملا على القارى ان الحافظ ابن حجر العسقلانى سئل هل ينزل عيسى عليه السلام حافظاً للقرآن والسنة. اويتلقاهما عن علماء ذلك الزمان فاجاب لم ينقل فى ذلك شئ صريح. والذى يليق بمقامه عليه السلام انه يتلقى ذلك عن رسول الله ﷺ فيحكم فى امته كما تلقاه منه لانه فى الحقيقة خليفة عنه اه. ومايقال ان الامام المهدى يقلد اباحنيفة رواه ملا على القارى فى رسالة المشرب الوردى فى مذهب المهدى وقرر فيها انه مجتهد مطلق ورد فيها ما وضعه بعض الكذابين من قصة طويلة حاصلها ان خضر عليه السلام تعلم من ابى حنيفة الاحكام الشرعية ثم علمها للامام ابى القاسم القشيرى وان القشيرى صنف فيها كتبا وضعها فى صندوق وامر بعض مريدى بالقائه فى جيحون. وان عيسى عليه السلام بعد نزوله يخرجه من جيحون. ويحكم بما فيه. وهذا كلام باطل لااصل له. ولايجوز حكايته الالرده كما اوضحه الطحطاوى واطال فى رده وابطاله فراجعه..... الخ

(شامی جلداول)

چونکہ مستقل نبی میں ہادی ہونے کی شان غالب ہے اور تابع نبی میں مہدی ہونے کی شان غالب ہے۔ حتیٰ کہ اس کا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونے کی شان سے

اس واسطے بعنوان مہدی تعبیر فرمایا پس معنی یہ ہوئے کہ میرے بعد میرے تابع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ تیسری تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ ایسی ترکیب دو چیزوں کے کمال اتحاد پر مشعر ہوتی ہے۔ گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں۔ پس مہدی موضوع اور عیسیٰ علیہ السلام ...... محمول ٹھہرا اور موضوع ومحمول میں اتحاد کا حکم کبھی باعتبار حقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزوں کا زمانہ آپس میں بہت تقارب ہو اور ایک چیز کے واقع ہونے سے دوسری چیز کا واقع ہونا سمجھا جاتا ہو، تو اس لحاظ سے ان دونوں کو موضوع ومحمول بنا کر حکم اتحاد کا کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر کتب عربیہ میں بکثرت موجود ہیں اور خود حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں موجود ہیں۔ جو ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہیں عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ عمران بيت المقدس خراب يثرب وخراب يثرب خروج الملحمة وخروج فتح قسطنطنية وفتح قسطنطنية خروج الدجال ثم ضرب بيده على فخذ الذى حدثه اومنكبه ثم قال ان هذا ملحق كما انك ههنا او كما انك قاعد يعنى معاذ ابن جبل...... الخ

غور کرو کہ اس حدیث میں اسی صورت کے چار قضایا ایسے ہیں کہ جن میں ثبوت المحمول للموضوع اسی معنی سے ہے۔ فتح الودود حاشیہ ابوداؤد میں ہے اس حدیث کے متعلق والمعنى ان كل واحد من هذا الامور امارة لوقوع مابعده وان وقع هناك مهلة. پس مانحن فیہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی کے آتے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے۔

ایضاح امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی خبر پر اجماع جمہور ہے اور خلاف جمہور کے نہایت اشد

اور اندر اور اقل ہیں اور پُر ظاہر کہ غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابتدا سے لے کر آج تک برابر بڑے بڑے علمائے مستندین و آئمہ معتبرین فقہاء و محدثین و مفسرین اسی پر متحد ہیں اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ ابوہریرہ وانس سعید الخدری وثوبان وام سلمہ وام حبیبہ وابن عباس وابن مسعود وابن عمر و حضرت طلحہ امام بزار وابن ماجہ والحاکم وابو یعلی الموصلی وطبرانی نے بطریق مختلفہ نقل کیا۔

سوال: صحیح بخاری میں امام مہدی کے ظہور کی حدیث نہیں۔ پس یہ نہ ہونا صحیحین میں موجب ضعف ہے اور قادح اجماع ہے۔

جواب: بخاری اور مسلم میں مذکور نہ ہونا اس خبر کا اجماع کو مضر نہیں ہے۔ دو وجہ سے اول تو یہ کہ ہم نہیں مانتے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ خبر مذکور نہیں بلکہ مسلم میں یہ خبر موجود ہے۔ اگرچہ مبہم طور پر سہی۔ ونصه فینزل عیسٰی بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا ...... الخ مگر مبہم کو جب کہ مفسر پر محمول کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا عین ہو جاتا ہے۔ پس صحیحین خبر مہدی سے خالی نہ رہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ کسی امر کے اجماع کے لیے ہر ایک کا قول جدا جدا نقل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ کسی قول کا مشہور ہو جانا اور اس میں کسی کا انکار منقول نہ ہونا اس کے مجمع علیہ کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ محدثین اور اصولیین نے اس پر تصریح کر دی ہے پس جب تک کہ امام مسلم اور امام بخاری سے اس خبر مہدی کا انکار نقل نہ ہو اجماع میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ علاوہ یہ کہ یہ خبر امام بخاری اور امام مسلم سے پیشتر متقدمین میں مشہور بلکہ اشہر تھی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ پس اجماع منعقد ہو گیا اور یہ مسئلہ کتب فقہ شامی، بحر، حموی و علم اصول میں مبرہن ہے کہ ''خلاف متاخر رافع اجماع متقدم کا نہیں ہوتا۔''

ایضاً اگرچہ اہل اصول علم حدیث نے حدیث متواتر کے متعین ہونے میں کلام کیا

ہے۔ بعض نے تین حدیثیں صرف اتنی لاکھوں احادیث سے معین کیں اور بعض علماء نے چار، وعلی ہذا اگر کتب احادیث کو پورے طور پر معائنہ کیا جائے اور بتأمل تلاش کی جائے اور احادیث کے طرق اور اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جائے۔ تو بہت احادیث ایسی نظر آئیں گی جو متواتر ہوں گی۔ کما حقق به المحققون وصرحوا به. پس اگر اسی خبر مہدی [illegible] کو دیکھا جائے کہ اس کی طرق مختلفہ اور اسانید متکثرہ اور رواۃ متوفرہ ہیں۔ تو بے شک متواتر کی مصداق ہے اور کسی حدیث کے متواتر ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ سارے راوی اس کے عادل ہی ہوں۔ کما ہو مسلم۔ پس اگرچہ بعض راویوں کیوجہ سے بعض طریقوں میں ضعف معلوم ہوتا ہے مگر ضعف اختلافی ہے اور محدثین نے تصریح کر دی ہے اتفاقی ضعف بھی کثرت طرق سے محصر ہو جاتا ہے۔ پس ضعف مختلف فیہ کا انجبار بطریق اولی ہوگا بالخصوص ایسی کثرت، کہ حد تواتر تک ہو۔

سوال: امام مہدی کی خبر میں جو راوی ہیں ان میں سے بعض راویوں کو بعض نقاد حدیث نے ضعیف و مجروح کہا ہے۔

جواب: اگرچہ بعض علماء سے ان کی تضعیف نقل ہے۔ مگر دوسرے آئمہ نے ان کی توثیق بھی کر دی۔ پس یہ جرح ضعیف مختلف فیہ ہوئی۔ اور حالانکہ متواتر میں رواۃ کا ثقہ و عادل ہونا بھی شرط نہیں، اگرچہ یہ جرح قوی ہو۔ پس جس جگہ میں کہ جرح قوی بھی مضر نہ ہو وہاں پر جرح ضعیف مختلف فیہ کیا ضرر دے گی؟

سوال: کیوں ضرر نہ دے گی حالانکہ جرح مقدم ہے تعدیل پر؟ پس موثقین کی توثیق اور تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

جواب: جرح کا مقدم ہونا تعدیل پر یہ قاعدہ خود ظنی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں کلام طویل

ہے۔ تیسرا یہ کہ مسلمان میں اصل عدالت ہے اور یقینی امر ہے اور جبکہ اختلاف ہو کسی شخص میں کہ عادل ہے یا غیر عادل۔ تو بقاعدہ الیقین لایزول بالشک تعدیل کو مقدم کرنا مسوغ ہے۔ **دوسرا جواب:** یہ کہ خبر مہدی میں جو کہ بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ جرح مضر نہیں۔ کیونکہ اس جرح کا انجبار ہو چکا ہے تواتر اور اجماع سے۔

سوال: امام مہدی کی ایک حدیث میں ایک روای سلیمان بن عبید بھی ہے اور اس سے صحاح ستہ میں کسی نے روایت نہیں کی۔

جواب: یہ استخراج نہ کرنا علت قادحہ نہیں ہے کیونکہ کسی راوی کے مجروح ہونے کی علت کسی نے آج تک یہ نہیں بیان کی کہ اس کی حدیث فلاں محدث نے نہیں لی۔ بلکہ سلیمان بن عبید ثقہ ہے، اس کو ذکر کیا ہے ابن حبان نے ثقات میں اور کہیں مذکور نہیں کہ اس میں کسی ثقہ نے کلام کیا ہو۔

سوال: بعض اخبار مہدی میں عمار ذہبی ہے اور اس میں تشیع کا شبہ ہے۔

جواب: یہ امام مسلم کا راوی ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہیں اور امام مسلم اعلیٰ درجہ کے منقد ہیں علم حدیث کے مجروح لوگوں سے روایت نہیں کرتے۔ پس جب کہ امام مسلم نے عمار ذہبی سے روایت کی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کی جرح کو صحت حدیث کا قادح نہیں سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ جب کسی سے حدیث نقل کرتے ہیں تو اس کے صدق اور حفظ پر پورا اطمینان کر کے نقل کرتے ہیں اور بڑا مدار اس باب میں صدق اور حفظ ہی پر ہے۔ پس عمار ذہبی کے سبب سے صحت حدیث میں کوئی قدح نہ ہوا۔ بشر بن مروان نے فقط تشیع کا قول اس میں کیا ہے۔ ورنہ احمد اور ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے اس کو ''ثقہ'' کہا ہے اور امام حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مطین نے کہا ہے کہ ۱۳۳ھ میں فوت ہوا ہے یہ

عمار بن معاویہ ذہبی ہے اور اس کو ابن ابی معاویہ اور ابن صالح بھی کہتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے زبردست فاضلوں نے روایت کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، صفحہ ۳۰۶)

سوال: امام مہدی کے بارے میں امام طبرانی نے حدیث نقل کی اور آخر اس کے کہا ہے رواہ جماعۃ عن ابی الصدیق ولم یدخل احد منهم بینه وبین ابی سعید احد الا بالواصل فانه رواه عن الحسن بن یزید عن ابی سعید. اور ابن خلدون مورخ نے اپنے مقدمہ میں امام ذہبی ناقد حدیث سے نقل کیا ہے کہ حسن بن یزید مجہول ہے اس سبب سے اس حدیث میں ضعف ہوا۔

جواب: یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم پر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل اس جرح کے متصل ہے۔ خود مورخ مذکور کے کلام میں مذکور ہے لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات. جیسے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث ''تمر بالرطب'' میں فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین اور نقاد حدیث نے جواب میں کہا کہ زید بن عیاش کذا وکذا فان لم یعرفه ابو حنیفة فقد عرفه غیرہ۔ اور ابو الواصل سے اگرچہ صحاح ستہ میں روایت نہ ہونا اسی مقدمہ میں مذکور ہے۔ مگر اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ وجہ جرح نہیں ہوسکتا۔ دوسرا یہ کہ وہ ثقات میں سے ہے جیسے کہ خود مورخ نے کہا ہے وذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقة الثانیة.

ثم اقول بڑے بڑے محققین علماء اور مدققین فضلا نے ثابت کیا ہے کہ کوئی شخص مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کا حکم ہے۔ کما قال الشامی فی غیر موضع۔ اور اگر مجتہد کسی بات کا امر کرے یا نفس اخبار کسی شے سے دے تو وہ بھی مانی جاتی ہے، چہ جائے کہ حدیث سے سند پکڑنا۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہد کا امر اور اخبار شارع کے امر اور اخبار سے ناشی ہوتا ہے شامی ج ۱، صفحہ ۳۷۶، فصل ویجبر الامام میں ہے ولا یخفی ان

امر المجتهد ناشی عن امر الشارع فکذا اخباره......الخ اور آخر زمانہ میں اگر کسی وجہ سے اس حدیث میں ضعف لاحق ہوگیا ہو تو وہ ضعف استدلال متقدم کو مضر نہیں ہے۔ پس جب کہ متقدمین نے ان رواۃ مجروحین سے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کے مضمون کے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا آنا فلاں فلاں صفت کے ساتھ ہے، معتقد رہے تو انہوں نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کردیا اور ضعف سند میں بعد اس کے عارض ہوا اور یہ ضعف احتجاج متقدم کو مضر نہیں ہوسکتا۔ اب علمائے متاخرین کے لیے اس حدیث کا قابل استدلال ہونا وہ اس اس طور پر ہے کہ متقدمین کا اس حدیث کو بنا بر قاعدہ صحیح کہہ دیا۔ اور اس تصحیح کی ان کی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیقات امام بخاری کے حجت ہوگیا کہ بخاری بعض احادیث کو بلا سند ذکر کرتے ہیں۔ مگر بوجہ اس کے کہ انہوں نے التزام صحت کا کرلیا ہے۔ لہٰذا لوگ ان کی سند نہیں ڈھونڈھتے۔ اور بخاری کی اس تصحیح ضمنی پر اکتفا کرتے ہیں۔ فکذا فیما نحن فیہ۔

دوسرا یہ کہ متاخرین کو متقدمین کی اتباع ضروری وواجب ہے۔ کیونکہ ہر دور والوں پر اپنے ماقبل کا اتباع ضروری ہے ابلاغ احکام وتفصیل اجمال میں اور ہر دور کے علماء کے کلام میں جو جو اجمال ہوگا ان کے بعد والے اس اجمال کی تفصیل اور اس مبہم کی تفسیر کردیں گے۔ پس لوگوں کو ان کی تفصیل اور تفسیر پر عمل کرنا ہوگا جیسا کہ اس مطلب کو کتاب ''انوار ساطعہ'' میں معتبر کتابوں کے حوالے دے کر واضح طور پر مع عبارات کے لکھا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا غیر کسی سے۔ فرمایا حضرت ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کردے گا۔ (رواہ الطبرانی)۔ ورواہ ابو نعیم فی الحلیۃ فتاوی حدیثیہ میں ہے کہ مہدی رضی اللہ عنہ جب ظاہر ہوں گے ان کے سر پر دستار ہوگی۔ اور ان کے ساتھ منادی ہوگا اور یہ آواز دے گا کہ یہ مہدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ ان کی تابعداری کرو اور یہ منادی فرشتہ ہوگا۔

خطیب ابو نعیم اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسا جوان پیدا ہوگا جو زمین کو عدل اور انصاف سے پر کردے گا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تابعداری کرو۔ اور تحقیق یہ کہ وہ مشرق سے آئے گا اور یہی مہدی ہوگا۔ (رواہ الطبرانی) اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کے ملک سے ظاہر ہوئے ہیں تو تم بھی ان لوگوں میں آملو۔ اگرچہ تم کو برف پر چلنا پڑے ہاتھ اور شکم سے، کیونکہ ان نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ روایت کیا ہے اس کو ابو نعیم اور حاکم اور امام احمد اور نعیم بن داؤد نے اور جب امام مہدی کی شہرت ہوگی۔ اس وقت سفیانی کافر بہت لشکر جمع کرکے ان کے مقابلہ کے لیے لائے گا اور لشکر اس کا خشک زمین میں دھنس جائے گا اور یہ خوشخبری امام صاحب کو پہنچے گی، ماہ شعبان کے نصف میں سورج سیاہ ہوجائے گا اور آخر مہینہ میں چاند سیاہ ہوجائے گا۔ برخلاف اپنی عادت کے اور حالانکہ نجومیوں کا حساب یہ ہے کہ چاند سیاہ نہیں ہوتا۔ مگر تیرھویں تاریخ یا چودھویں یا پندرھویں میں وقت تقابل نیرین کے ہیئت مخصوصہ پر اور سورج سیاہ نہیں ہوتا مگر مہینہ کی ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹ تاریخ میں، یمانی کا خروج اور مغربی کا ظہور مصر میں، مشرق سے ایسا ستارہ نکلے گا جس کی روشنی چاند کی طرح ہوگی اور دوہرا ہوجائے گا ایسے کہ دونوں طرفیں اس کی قریب ملنے کی ہوجائیں گی۔ آسمان میں سرخی ظاہر ہوکر دیر تک رہے گی، آسمان کے اطراف میں اور پورب سے ایک آگ ظاہر ہوگی، لمبی اور باقی رہے گی درمیان زمین اور آسمان کے، تین روز یا سات روز تک عرب کے لوگ خروج کریں گے عجم کی بادشاہی سے، اور مالک ہوجائیں گے عرب کے لوگ ان شہروں کے، قتل کرنا اہل مصر کا اپنے امیر کو، قیس اور عرب کے نشان چلیں گے بطرف مصر کے اور ساٹھ کذاب نکلیں گے جو پیغمبری کا دعویٰ کریں گے،

اور ذُریع کی موت، ملک شام کے دیہات میں سے قریۂ جابیہ کا خشک زمین میں غرق ہوجانا۔

روایت کیا ابونصر نے ابوعبداللہ سے کہ خارج ہوگا امام مہدی طاق برسوں پر مثلاً پہلا، تیسرا، پانچواں، ساتواں، نواں۔ شاید کہ صدی کے طاق برس مراد ہیں اور رمضان کی تیئسویں رات میں ندا کرے گا ساتھ اسم قائم کے اور محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے روز مکہ شریف میں خانہ کعبہ میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا ایک شخص کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو اس وقت زمین کی رگیں کھنچی جائیں گی اور زمین تنگ ہو کر لپٹ جائے گی۔ پر ہر ملک سے مددگار مسلمان آ کر اقرار کریں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور مکہ سے کوفہ تک آئیں گے اور وہاں سے لشکر کو تقسیم کر کے ملکوں کی طرف روانہ کردے گا اور کوفہ کی مسجدوں کو کشادہ کرے گا اور دور کرے گا ہر گناہ کو اور بدعت کو، اور قائم کرے گا سنت کو اور فتح کرے گا قسطنطنیہ کو اور صین اور پہاڑوں کو اور دیلم کو اور نیز اسی ابونصر نے ابوعبداللہ سے روایت کیا کہ مہدی رضی اللہ عنہ قیام کرے گا سات برس اور جب خارج ہوگا اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور جمع ہوں گے اس وقت ان کے پاس تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمی ان کے تابع اور اول کلام ان کا یہ آیت ہوگی ''بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین.'' یعنی میں خلیفہ پروردگار اور حجت اس کی ہوں اور بہتر ہوں تمہارے لیے اگر تم لوگ ایماندار ہو۔ اور جو کوئی امام مہدی رضی اللہ عنہ کو سلام دے گا۔ تو اس طور پر کہے گا السلام علیکم بقیۃ اللہ فی الارض جب کہ وہاں ہزار مسلمان جمع ہوں گے اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی سوائے ایمان کے باقی نہ رہے گا اور اس کو سچا جانے گا۔ انتہی۔

(العرائس الواضحہ)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زوراء میں ایک واقعہ ہوگا لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ زوراء کیا ہے؟ فرمایا کہ پورب کے ملک میں دریاؤں کے درمیان میں ایک شہر ہے کہ اس میں بڑے شریر اور سرکش لوگ میری امت کے ہوں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ چار بلا میں مبتلا کرے گا۔ ''تلواریں اور خشک غرق ہوجانا زمین میں اور پتھر پڑنا ان پر اور صورت ان کی بدل جانا''۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت خارج ہوں گے سودان اور تلاش کریں گے عرب کو اور وہ ظاہر ہوں گے۔ پس ناگاہ ایک بادشاہ ظاہر ہوگا تین سو ساٹھ (۳۶۰) سواروں میں اور دمشق کو آئے گا۔ پس قبل گزرنے ایک ماہ کے قبیلہ بنی کلب کے تیس ہزار آدمی ان کے تابع ہو جائیں گے اور بعد اس کے روانہ کریں گے لشکر کو طرف عراق کے اور قتل کریں گے زوارء میں ایک لاکھ آدمی کو اور ان کو خارج کردیں گے اور کوفہ کے قیدی لوگ ان کے ہاتھ سے نجات پائیں گے۔ اور خارج ہوگا ایک اور بادشاہ سفیانی لشکر لے کر بسوئے مدینہ منورہ کے۔ پس غرق کردے گا زمین میں ان کو اللہ تعالیٰ فقط دو (۲) آدمی غرق ہونے سے باقی رہیں گے جو کہ سفیانی کو ایک ان میں سے جا کر اس بات کی خبر دے گا اور دوسرا امام مہدی کو۔ اور قریش کے لوگ بھاگ کر قسطنطنیہ کو چلے جائیں گے، اور سفیانی روم کے سردار کو لکھے گا، کہ ''یہ لوگ میری طرف روانہ کردو۔ پس وہ سردار روم کا ان کو سفیانی کی طرف روانہ کردے گا اور زیادہ اجتماع کریں گے یہ لوگ دروازہ دمشق پر۔

کہا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی، کہ اے لوگو ظالموں اور منافقوں کا ظلم تم سے اللہ تعالیٰ نے دور کردیا ہے اور تمہارا مددگار ایسے شخص کو کیا ہے کہ جو اس وقت امت محمدی میں سے بہتر ہے۔ جاؤ مکہ میں اور اس سے مل جاؤ کہ وہ

مہدی ہے اور نام اس کا احمد بن عبداللہ ہے۔ حذیفہ نے کہا کہ عمران بیٹا حصین کا کھڑا ہو کر کہنے لگا! کہ ہم کس طور پر اس کو شناخت کریں گے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ''وہ ایک مرد ہے میری اولاد میں سے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں سے مشابہ ہے۔ اس پر دو چادریں صوف کی ہوں گی۔ منہ اس کا ستارہ کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کے منہ پر دائیں رخسار پر کالا تل ہوگا اور اس کی چالیس (۴۰) برس کی عمر ہوگی۔ شام کے ملک سے ابدال اور مصر سے نجباء وغیرہ اس کی قسم بزرگی اور غوثیت کے مرتبے والے لوگ اور مشرق وغیرہ ملکوں سے لوگ اس کے پاس آ کر بیعت کریں گے۔ مکہ شریف میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے بعد شام کی طرف جائے گا۔ اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ان کے لشکر کے سپہ سالار ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس لشکر کے ساقی ہوں گے۔ پس خوش ہوں گے اس سے اہل آسمان و زمین اور پرندے اور جنگلی وحشی جانور اور دریا میں مچھلیاں۔ اور ان کی حکومت میں پانی بہت ہوگا اور زمین سے خزانے خارج کرے گا۔ بعدہ ملک شام میں جا کر سفیان کافر کا ذبح کرے گا۔ اس درخت کے نیچے جس کی شاخیں بحیرہ طبریہ کی طرف کو ہیں اور قتل کرے گا قبیلہ کلب کو......الخ

اور روایت کیا ابونعیم نے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام مہدی رضی اللہ عنہ لوگوں کے سردار کہیں گے کہ آئیے اور امامت کیجیے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو، اس امت کی کرامت کے سبب سے۔ یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا۔ ابوعمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس

قدر قائم رہے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے وقت طلوع فجر[1] کے بیت المقدس میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ اے نبی اللہ کے آگے ہو کر نماز پڑھائیے۔ پس فرمائیں گے کہ اس امت کے بعض لوگ امیر ہیں بعض کے اوپر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ایک علامت یہ ہے کہ منا بازار کے حاجی لوگ سخت لوٹے جائیں گے

---

[1] ایک روایت میں عصر کا وقت مذکور ہے، جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا اور یہی قوی ہے، اور امام نماز کی جگہ سے پیچھے کو منہ پھیرے رجعت قہقری کریں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے امام مہدی کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپ ہی نماز پڑھائیے۔ آپ کے لیے اقامت کہی گئی ہے۔ پس امام مہدی رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اس وقت کی نماز عیسیٰ علیہ السلام ان کے اذن سے پڑھائیں گے اور پھر امام مہدی امامت کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی امت میں ہونے کا فخر کریں گے۔ ایسا کتب سیر وحدیث میں ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ مگر اصح یہی ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھیں گے اور شریعت محمدیہ کی تابعداری کریں گے۔ کیونکہ ان کی اپنی شریعت منسوخ ہوگئی ہے۔ شرح عقائد ہے لکنہ یتابع محمد ﷺ لا ن شریعتہ قد نسخت فلایکون الیہ وحی ونصب الاحکام بل یکون خلیفۃ رسول اللہ ﷺ ثم الاصح انہ یصلی بالناس ویومھم ویقتدی بہ المھدی لانہ افضل فامامتہ اولی ......الخ میں کہتا ہوں! کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کسی حکم جدید خارج از شریعت مصطفویہ کی وحی نہ ہوگی اور مستقل طور پر بطریقہ نبوت جدیدہ کوئی حکم نہ دیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام کا امامت کرنا بوجہ ان کے افضل ہونے کی یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ قیاس اور نص کے ہوتے ہوئے قیاس بے کار ہے۔ کما قالہ صاحب نظم الفرائد قولہ ثم الاصح ......الخ هذا تصحیح من طریق القیاس لکنہ یترک اذا لاح الاثر. فالاحادیث کلھا علی خلافہ منھا. حدیث ابی سعید رفعہ منا الذی یصلی عیسٰی بن مریم خلفہ اخرجہ نعیم فی مسندہ ومنھا حدیث جابر رفعہ مطولا فی آخرہ. فینزل عیسٰی بن مریم فیقول امیرھم صل لنا فیقول لان بعضکم علی بعض امیر اخرجہ ابونعیم ومنھا حدیثہ مختصر اکیف انتم اذانزل عیسٰی ابن مریم وامام کم منکم اخرجہ احمد ومسلم وابن جریر وابن حبان ومنھا حدیث ابی امامۃ الباھلی مطولا مرفوعا فی آخرہ. وامامھم المھدی رجل صالح اخرجہ ابن ماجۃ والرویانی وابن خزیمۃ وابوعوانۃ والحاکم فی صحاحھم وابونعیم فی الحلیۃ ومنھا حدیث حذیفۃ مرفوعا ومنھا حدیث جابر مرفوعا اخرجہ ابوعمرو الدارانی فی سننہ ومنھا اثر عبداللہ بن عمرو ومنھا اثر ابن سیرین اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ ففی کلھا تصریح بامامۃ المھدی فی الصلوۃ وانکار عیسٰی بن مریم. ومنھا اثر کعب مطولا وفیہ فقام الصلوۃ فیرجع امام المسلمین المھدی فیقول عیسٰی تقدم لک اقیمت الصلوۃ فیصلی بھم تلک الصلوۃ ثم یکون اماما بعدہ وبھذا وفق علی القاری بین قول الشارح والآثار وفیہ. اولا انہ لایعارض المرفوعات ولیس ھذا باثر صحابی ایضا. وثانیا ان المتقدمہ اخبار صحیحۃ الاسانید. وثالثا ان کعبا مشھور بالاخذ عن الاسرائیلیات فلاتقوم بہ حجۃ کاملۃ. ورابعا ان ضمیر بعدہ فی قولہ اما بعدہ یرجع الی المھدی ای بعد موتہ لاالی الصلوۃ ویؤیدہ تعلیلات المسیح بقولہ لک اقیمت وبعضکم علی بعض امیر. وخامسا انہ لو سلم فالکلام فی الصلوۃ عند نزولہ لافیما بعدہ انتھی بتغیر یسیر. ۱۲ منہ

اور قبائل جنگ آپس میں زور سے ہوگا اور اس قدر خون جاری ہوگا کہ جمرات پر پڑے گا۔
پس امام مہدی رضی اللہ عنہ کو لوگ خلیفہ وقت اور بادشاہ بنائیں گے درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے اور وہ انکار کریں گے یہاں تک کہ ایک منادی غیب سے ندا کرے گا کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی اتباع کرو اس وقت آپ بیعت لیں گے اور ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز خطبہ پڑھ کر ذکر دجال کا کیا اور فرمایا کہ مدینہ سے شر اور پلیدی اس طور پر نکالی جائے گی جیسے کہ لوہار کی بھٹی میں لوہے کا میل دور کیا جاتا ہے اور اس روز کو ''روزِ خلاص'' کہا جائے گا۔ ام شریک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس روز عرب لوگ یہاں ہوں گے فرمایا کہ وہ تھوڑے ہوں گے اور اکثر بیت المقدس میں جار ہیں گے اور ان کا امام اور بادشاہ ایک مرد صالح ہوگا جو مہدی ہے۔...... الخ (مختصرا)

ابن جوزی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سارے روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہوئے ہیں۔ دو مومن اور دو کافر پس مومن سکندر ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور کافر نمرود اور بخت نصر۔ اور قریب ہے کہ مالک ہوگا ساری زمین کا پانچواں میری اولاد سے یعنی امام مہدی۔ انتہی

ترمذی اور ابوداؤد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ فرمایا نبی ﷺ نے دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہولے عرب کا ایک مرد میرے اہل بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا میرے باپ کا نام ہوگا زمین کو عدل سے پر کردے گا جیسے کہ ظلم سے پر تھی قبل اس کے جب مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا تو اس پر ایک شخص اپنا لشکر جنگ کے لیے روانہ کرے گا اور اس شخص کے ماموں، نانا قبیلہ بنی کلب سے ہوں گے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی اس پر لشکر روانہ کریں گے۔ پس مہدی رضی اللہ عنہ اس پر غالب ہوں گے اور مہدی

رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے اور ان کے وقت میں اسلام آرام لے گا۔ اور جب وفات پائیں گے تو مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے اور مہدی بےشمار مال دونوں ہاتھ سے تقسیم کریں گے اور ان کے زمانہ میں مال بہت ہوگا سب لوگ دولت مند ہوں گے مالدار زکوٰۃ کا مال دے گا اور فقیر قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ (صحیح مسلم و بخاری وغیرہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات رسالہ میں جا بجا ذکر ہو چکے ہیں اور یہاں پر چنداں بیان کی ضرورت نہیں کہ ان کا آنا موقوف ہے بعد آنے امام مہدی کے۔

مؤلف رسالہ کی طرف سے آخری عرض مسلمانوں کی خدمت میں یہ ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خروج بےشک قریب ہے مگر یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور کوئی آج کل کے موجودہ لوگوں سے امام مہدی ہونے کا دعوی کرے یا کوئی شخص امام مہدی ہو چکا ہے یہ سب غلط اور خبط ہے اور یہ اعتقاد خلاف شرع ہے۔ صاحب ''مجمع بحار الانوار'' فرماتے ہیں کہ بڑے بےقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مزاح سمجھتے ہیں اور بےعلموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعوے کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کر لیتے ہیں اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کے اوصاف اور خواص اور علامات اس میں نہیں ہوا کرتے بلکہ بعض ایسے بےدین ہوتے ہیں کہ اس کو رسول اللہ ﷺ پر افضل جانتے ہیں اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر صدیق اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما رکھتے ہیں اور بعض بےقوفوں نے ملک سندھ کے ایک شخص کاذب غدار کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش سے بعض جلاوطن کیے گئے اور بعض قتل کیے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد بد سے توبہ کر لی اور عبارت ''مجمع بحار الانوار'' کی یہ

ہے۔ ومنه مهدی آخر الزمان رای الذی فی زمن عیسیٰ علیہ السلام ویصلی معه
ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملک العرب والعجم ویملأ
الارض عدلا وقسطا ویولد بالمدینة ویکون بیعته بین الرکن والمقام
کرهاعلیه ویقاتل السفیانی ویلجأ الیه ملوک الهند مغلغلین الی غیر
ذلک وما اقل حیاء واسخف عقلا واجهل دینا ودیانة قوما اتخذوا دینهم
لهوا ولعبا کلعب الصبیان بالخذف والحصا فیجعل بعضها امیرا وبعضها
سلطانا ومنها فیلاً افراسا وجنودا فهکذا هولاء المجانین جعلوا واحدا
من غرباء المسافرین مهدیا بدعواه الکاذبة بلا سند وشبهه جاهلا متجهلا
بالاخفاء لم یشم نفحة من علوم الدین والحقیقة فضلا من فنون الادب
یفسرلهم معانی الکلام الربانی ویتبوأبه مقاعد فی النار ویسفههم با
لاحتجاج بایات المثانی بحسب مایأولها لهم فیما شرع لهم عن عقائد
ظهرت فسادها عند الصبیان واذا اقیم الحجج النبویة الدالة علی شروط
المهدوی یقول هی غیرصحیح ویعلل بان کل حدیث یوافق اوصافه هو
صحیح وما یخالفه فغیر صحیح ویقول انه مفتاح الایمان بیدی فکل من
یصدقنی بالمهدویة فهومومن ومن ینکرها فهو کافر و یفضل ولایته علی
نبوة سید الانبیاء ﷺ وینسبه الی الله عزوجل ویستحل قتل العلماء واخذ
الجزیة وغیر ذلک من خرافاتهم ویسمون واحدا ابابکرالصدیق واخر
بآخر وبعضهم المهاجرین والانصار وعائشة وفاطمة وغیر ذلک وبعض
اغبیائهم جعلوا شخصا من السند عیسیٰ فهل هذا الا لعب الشیطان

وکانوا علی ذلک مدوا کثیرة وقتلوا فی ذلک من العلماء عدیدة الی ان
سلط الله علیهم جنود لم یروها فاجلی اکثرها وقتل کثیر وتوّب اخرین
توبة وفیرا ولعل ذلک بسعی هذا المذنب الحقیرواستجابة لدعوة
الفقیروالله الموفق لکل خیرفا لحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات۔انتہی

(صفحہ ۱۸۰، تکملہ مجمع بحار الانوار)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے ادلہ

قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ مجملہ اقسام قصر الموصوف
علی الصفة کے ایک قسم ہے یعنی قصر قلب۔ کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لیے
ہوتا ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لیے کرے گا اور معطوف
علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دے گا اور بعض نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو بر حال خود رکھے
گا اور ضد اس حکم کی مابعد کے لیے ثابت کرے گا۔ قام زید بل عمروا۔ لیقم بکر بل
خالد۔ شعر

لم اکن فی مربع بل فیها لاتضرب زیدا بل عمروا

اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملۂ اولی اور اثبات جملہ ثانیہ
کے لیے ہوگا۔ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ یا انتقال من غرض الی غرض آخر پر دال
ہوگا۔ قولہ تعالیٰ ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ نیز یہ بھی معلوم ہو کہ ﴿بَلْ﴾ دونوں
صورتوں یعنی مفرد اور جملہ میں عطف کے لیے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ
ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ
میں حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور ﴿بَلْ﴾ مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں اور ظاہر ہے زکی

ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اس کے افراد میں نہیں کرسکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرف پاتے ہیں تو ان کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے۔ بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع لہ سمجھ لیتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ ''توفی'' میں دھوکا لگا ہوا ہے بیان اس کا عنقریب آئے گا۔ کلمہ ''بل'' کا موضوع لہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی علیٰ ہذا القیاس۔ ابطال ذات پہلی کی یا انتقال غرض سے یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنی وضعی ہیں۔ (۱۲ بحر العلوم مسلم الثبوت)

الغرض کلمہ ﴿بَلْ﴾ کا بنا بر تحقیق ہذا آیت مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولیٰ یعنی ''قتلوہ'' کے لیے اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمییزا بین الخطاء والصواب کے بولتا ہے تا کہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جائے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔ مانحن فیہ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس مقتولیت کو محقق بولنا۔ یعنی ﴿اِنَّا قَتَلْنَا﴾ سے تعبیر تاکیدی کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ سے رد کیا۔ وجہ دوسری کو ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے۔ اب اگر ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کو کنایہ اعزاز و اکرام سے کہا جائے جیسا کہ مرزا قادیانی ورافعک الی میں کہتا ہے تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ مابعد ''بل'' یعنی اعزاز اور ماقبل یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے ظلماً اعلیٰ درجہ کا معزز

اور مکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسرے وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ماذکرہ المتکلم کے متصور ہو اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز مثل مزعوم مرزا کے لی جائے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیا ثم توفه اللہ ورفعه الیہ کے ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اس کے سے ہے، خلل واقع ہوگا۔ متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام کی تعبیر ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسے کلام بولے جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہوں معنی مراد سے کیونکہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے تحقق رفع در واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بل جاء هم بالحق. کو جو بعد ام یقولون افتراه کے ہے۔

اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر یستلزم بین الحقیقۃ والمجاز کما ہو مزعوم القادیانی۔ کیونکہ مرزا بصورت ہونے کلمہ الی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتا ہے۔ پس یہ ارادہ مرزا کا قول باری تعالیٰ بل رفعه اللہ الیہ سے مع زعم تحقق اس کے قبل از واقع صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الٰہی میں والعیاذ باللہ. لانتفاء الحکی عنه بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ماقبل ''بل'' کے اور ظاہر کہ ماضویت بالاضافۃ الی زمان النزول مخل ہے فصاحت میں بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں لہٰذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چوں کہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی

واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ﴿قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ اور ما من نفس منفوسة......الخ وغیرہ وغیرہ اور یہی آیت قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے ''توفیتنی'' سے اور ''متوفیک'' سے برتقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ اور یہی آیت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ ﴿شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ﴾ میں حیا ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث فاقول کما قال العبد الصالح......الخ میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ﴾ سے معنی غیر موت کا لینے کے۔ اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین......الخ میں برتقدیر صحت کے حیات حیات فی الارض مراد لینے کے۔ اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔ هذه الاية تكفى جوابا لجميع السوالات وان اجبنا عن كل سوال تبرعا من بعده اور نیز معلوم ہو کہ مرزا جو بڑے زور شور سے کہتا ہے کہ ''انی متوفیک'' سے معنی ''ممیتک'' کا بشہادت محاورہ قرآنیہ لیا جائے گا اور ایسا ہی ''فلما توفیتنی'' میں بھی معنی موت کا تحقق یعنی ''انی متوفیک'' سے وعدۂ موت اور ''فلما توفیتنی'' سے تحقق موت کا اور بل رفعه الله اليه سے رفع روحانی مراد ہوگا جیسا کہ ''ازالۂ اوہام'' میں کہتا ہے۔ لفظ ''توفی'' میں مرزا اور اس کے اذناب کو سخت دھوکا لگا ہوا ہے لہذا اس میں قدرے بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ مرزائی جان لیں کہ ''توفی'' کے معنی سوائے موت کے قرآن اور لغت سے ثابت ہے اور اسی سے تطبیق بین الایات بھی ہاتھ آئے گی۔

توفی ماخوذ ہے 'وفا' سے وفا کے معنی 'پورا ہونا'۔ کہتے ہیں فلانی چیز وافی وکافی ہے۔ ایفا کے معنی پورا کرنا اور توفی تفعل ہے بمعنی استفعال کے۔ یعنی استیفاء جس کا ترجمہ

پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح، صراح، قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب اس معنی پر متفق ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ لغت اور تفاسیر میں معنی مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں اگرچہ موضوع لہ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس موضوع لہ کا ہو یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے رکھتا ہو۔ جیسا کہ لفظ ''اله'' جس کا معنی معبود مطلق ہیں واجب ہو یا ممکن اور ''الهة'' بمعنی معبودات مطلقہ کواکب ہوں یا بت یا آدمی حالانکہ بہت جگہ اہل لغت اور مفسرین لفظ ''الهة'' کی تفسیر اصنام کے ساتھ کر دیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت میں ظاہر ہے اور تفسیر ابن عباس میں متعلق اموات غیر احیاء کے لکھا ہے ''اموات اصنام''۔ وہیں پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت لفظ ''الهه'' کے معنی وضعی نہیں ہیں بلکہ اس معنی موضوع لہ کا ایک فرد ہے جو کہ معبودات مطلقہ ہیں۔ بے علم مولوی اردو خواں زعمی مولوی ایسے الفاظ کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں بوجہ اس کے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔

الغرض الفاظ مشتقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتے ہیں اور معنی مستعمل فیہ اور ہوتے ہیں۔ پس مانحن فيه میں بھی مرزا اور اس کے اذناب کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفی کے معنی موت کے بھی ہیں اور صحیح بخاری میں ''متوفیک'' کی تفسیر ''ممیتک'' کے ساتھ کی ہے تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ ''اله'' اور اموات کے معنی اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے ورنہ توفی سے معنی موت ہی کے لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔

تفصیل یہ ہے کہ ''توفی'' نے جس سے تعلق پکڑا ہے وہ شے کیا ہے یا روح ہوگی یا غیر روح؟ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ایک تو اس کا پکڑنا

مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔ اس کا نام تو موت ہے۔ پس موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے زیادہ اعتبار کیے گئے ایک روح دوسرا امساک۔ اور دوسری قسم پکڑنے کی نیند ہے۔ جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہیں توفی کے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، شرح کرمانی، صحیح بخاری)

اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہوگا جیسا کہ ''انی متوفیک'' یا اور چیز ہوگی جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی ''توفی'' کا معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا ہے عام ہے اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح اور بتقدیر روح ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک۔ نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی آیت سے پروردگار اپنی قدرت کا تصرف ظاہر فرماتا ہے اس طور پر کہ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا...... الخ﴾ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں۔ فقط فرق اتنا ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیت میں تو استعمال لفظ ''توفی'' کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض۔ اور ارواح مدلول ہے لفظ ''انفس'' کا اور آیت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ...... الخ﴾ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا اور آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ...... الخ﴾ وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو منجملہ افراد اسی توفی کے ہے۔ پس ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ میں اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ میں بھی معنی موت کے مطابق بعض نظائر قرآنیہ وغیر قرآنیہ جیسا کہ توفی اللہ زیدا۔ توفی اللہ بکرا۔ وغیرہ وغیرہ لیا جاتا بشرطیکہ نص ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی رفع

جسمی عیسیٰ علیہ السلام پر شہادت نہ دیتی یا آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ...... الخ﴾ اور ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اور احادیث صحیحہ رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں اسی واسطے معنی موت کے نہیں لیے جاسکتے۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ کسی نص سے حکم معلوم ہو جائے تو جو آیات کہ برخلاف اس کے عام ہوتی ہیں ان میں داخل نہیں ہوتا اور نہ اس لفظ کو پھر اپنے نظائر پر محمول کیا جاتا ہے۔

مثال اس کی سنو! حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب کہ نص ﴿خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ سے معلوم ہو چکا تو پھر ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ اور ایسا ہی ﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے کروڑہا نظائر پر خلق اللہ زیدا۔ خلق اللہ بکرا۔ خلق اللہ خالدا۔ وغیرہا پر یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا یہ دلیل نہیں ہو سکتا کہ بروقت قائم ہونے قرینہ مانعہ اس معنی کے بھی وہ معنی مستعمل فیہ مراد ہو۔ جیسا کہ متوفی اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ میں معنی موت کے نہیں لے سکتے ہیں بوجہ اس کے کہ آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ بوجہ افادہ دینے اس کے رفع جسمی کو معنی موت سے روک رہی ہے۔ پس اب منصف ایماندار پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ میں معنی موت کے لے کر اس پر بطور شہادت کے ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ﴾ وغیرہ وغیرہ کو پیش کرنا محض عناد و ضد یا جہالت ہے۔ مرزا اپنے ازالہ میں اور اپنی کتاب ''ایام الصلح'' میں لفظ توفی بحسب محاورۂ قرآن شریف کے موت ہی کے معنی میں منحصر کہتا ہے اور کسی جگہ وجہ اطلاق توفی کے نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں ایک تو یہ دھوکا کھایا کہ موضوع لہ کے فرد کو عین

موضوع لہ سمجھ گیا اور دوسرا یہ دھوکا کھایا کہ اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد فہم کرلیا اور پھر بعد دعوائے حصر مذکور کے قائل بھی ہوا کہ توفی کے معنی باستعمال محاورۂ قرآن شریف نیند ہے۔ واہ واہ

پس صاف معلوم ہوا کہ اگر کسی لفظ کا ایک معنی میں استعمال زیادہ ہو تو بوقت قیام قرینہ مانعہ وصارفہ استعمال اس کا دوسرے معنی میں بھی کیا جائے گا اگرچہ وہ قرینہ صارفہ حدیث ہے اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔

خیال کرو قرآن شریف میں ہر جگہ ''اسف'' کے معنی غم ہیں مگر غضب کے معنی بھی آئے ہیں۔ فلما اسفونا کے معنی فلما اغضبونا ہیں۔ انہوں نے غضب دلایا ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کے معنی زوج ہیں مگر باری تعالیٰ کے قول أ تدعون بعلا میں بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن پاک میں مصباح کے معنی کوکب ہیں مگر سورۂ نور میں مصباح سے مراد چراغ ہے اور ہر جگہ قرآن شریف میں قنوت سے مراد طاعت ہے مگر قولہ تعالیٰ کل له قانتون میں مراد اقرار کرنے والے ہیں اور ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر قولہ تعالیٰ فی بروج مشیدة میں مراد محل پختہ ہے قرآن شریف میں صلوة سے مراد رحمت یا عبادت ہے مگر بیع وصلوات ومساجد. میں مراد صلوات سے مقامات ہیں۔ ہر جگہ قرآن شریف میں کنز سے مراد مال ہے مگر سورۂ کہف میں جو لفظ کنز ہے اس سے مراد صحیفہ علم کا ہے۔ نظائر ان کے اور بھی موجود ہیں تفسیر اتقان میں ملاحظہ کرو۔ علیٰ ہذا لقیاس اکثر جگہ قرآن شریف میں توفی کے معنی موت یا نیند ہیں مگر فلما توفیتنی میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیا مراد ہے بقرینہ بل رفعه الله اليه کے اور ایسا ہی متوفیک سے بر تقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ (شمس الدرایہ)

الغرض آیۃ یعیسٰی انی متوفیک میں بعد تقدیم وتاخیر کے معنی موت کے لیے جائیں اور فلما توفیتنی سے رفع کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح پر لینا پڑے گا اور یا ہر دو جگہ میں معنی قبض کے لیں گے سوائے موت کے اور اس دوسری صورت پر تقدیم وتاخیر کی ضرورت نہ پڑے گی۔ واضح ہو کہ یہ مطلب عام فہم کرنے کے لیے کئی بار صراحۃً اور ضمناً بیان ہو چکا۔

اب مرزا اور مرزا کے بڑے مددگار فاضل حکیم نور الدین کے معنی بھی اس آیت کے متعلق سنا دوں۔ فاضل نور الدین اپنی کتاب ''تصدیق براہین احمدیہ'' میں لکھتا ہے۔ اذ قال الله یعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی......الخ ''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف''۔ (بلفظہ صفحہ ۸، کتاب تصدیق ''براہین احمدیہ'') اور خود مرزا لکھتا ہے۔ انی متوفیک ورافعک الی اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ (بلفظہ صفحہ ۵۵۷، براہین احمدیہ)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے انی متوفیک ورافعک الی. میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ بلفظہ

اب خیال کرنا چاہیے کہ مرزا نے دو دفعہ یہ ترجمہ الہام کے ذریعے سے لکھا ہے کون سے ترجمہ کو صحیح کہا جائے گا؟ پس خود ہی اس نے فیصلہ تو کیا ہوا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر تو خود اس کو جزم اور یقین نہیں ہے مگر بیچارہ ایک بار جو کہہ چکا ہے اسی کو شرم کے مارے چھوڑ نہیں سکتا۔ اور ''براہین احمدیہ'' صفحہ ۳۶۱ میں خود اقرار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ کمال پہنچا دے گا۔ سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے۔

.....الخ بلفظہ

اور ''براہین احمدیہ'' صفحہ ۴۹۸و۴۹۹ میں لکھتا ہے ''هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله'' یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین واسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ بلفظہ

خیال کرو کہ اب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا دنیا میں اظہر من الشمس بیان کردیا۔ پس کونسی بات اس کی مانی جائے؟ موافق دین واسلام کے یہی بات ہے۔ ہم یہی مانتے ہیں۔ الحمدللہ کہ حق بات اس کی زبان پر جاری ہوگئی۔ پس مرزائیوں کو بدل وجان یہ فیصلہ مرزاہی کا ماننا چاہے۔ غرض کہ ایسے تناقض ہزاروں اس مجنون اور بے علم کے کلام میں موجود ہیں۔ عوام کا خیال کرکے چند ورق اس کے رد میں لکھے گئے۔ ورنہ اہل علم کے مخاطبہ کے قابل نہیں ہے۔ وبس مسلمان اس کی ہرایک بات کو ایسا ہی بے قرار جانیں۔ فقط

وفیه کفایة لذوی الدرایة والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم.

احوال قیامت اوراس کی نشانیاں

قیامت کے علامات دوقسم کے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے۔ پس چھوٹے علامات یہ ہیں کہ علم اٹھ جائے گا اور جہالت زیادہ ہوجائے گی اور علم کے ہوتے ہوئے علماء اس پر عمل نہ کریں گے۔ زنا اور شراب بہت ہوگا۔ عورتیں بہت ہوں گی اور مرد کم۔ یہاں تک کہ ایک

مرد بیس عورتوں کی پرورش کرے گا۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے کہ جاہل لوگ سردار ہوں گے اور حکم کریں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ امام احمد وغیرہ آئمہ محدثین نے زیاد بن لبید سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے یارسول اللہ ﷺ علم کیسے نہ ہوگا؟ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور وہ پھر اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے۔ پس قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ پس حضرت محمد ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ میں تم کو دانا مرد جانتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہیں؟ اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یعنی ایسا ہی میری امت میں ہوگا کہ لوگ علم پڑھیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ نالائق لوگوں کے ذمہ لیاقت کے کام سپرد کیے جائیں گے اور بوجہ بختی اور مصیبت کے لوگ موت کی آرزو کریں گے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ کے مال کو یعنی غنیمت کے مال کو جو غازیوں اور فقیروں کا حصہ ہے سردار اور امیر لوگ اپنا مال سمجھیں گے، امانت میں خیانت کریں گے، زکوۃ دینے کو تاوان اور نقصان جانیں گے، علم دنیا کمانے کے لیے سیکھیں گے، مرد اپنی عورت کی تابعداری ہر بات میں کریں گے، دوست اور یار کو نزدیک اور ماں باپ کو دور کریں گے، مسجدوں میں زور سے آواز بلند کریں گے، بدمعاش فاسق لوگ سرداری کریں گے، رذیل اور کمینے لوگ بڑے مرتبے میں جائیں گے اور بدمعاش لوگوں کی عزت کریں گے، بوجہ خوف کے، ڈھول طبلہ، باجا، دوتارا، سارنگی، ستار، رباب، چنگ وغیرہ اسباب گانے بجانے کے ظاہراً استعمال کریں گے، اس امت کے لوگ پچھلے اگلے لوگوں کو ملامت اور طعن کریں گے، لواطت بہت ہوگی، بے حیائی بہت ہوگی، سود حرام خوری بہت ہوگی، مسجدیں بہت ہوں گی اور پختہ خوبصورت مگر لوگ ان کو عبادت کے ساتھ آباد نہ کریں گے اور جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا۔

غرض کہ اس قسم کی علامات قیامت کی بہت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں ایسے ایسے عذابوں کے منتظر رہو کہ سرخ آندھی آئے اور بعض لوگ زمین میں دھنس جائیں اور آسمان سے پتھر برسیں اور صورتیں آدمی کی سور، کتے کی ہوجائیں اور بہت سی آفتیں پے در پے جلدی آنے لگیں۔ جیسے کہ بہت سے دانے کسی تاگے اور ڈورے میں پرو رکھے ہوں اور وہ تاگا ٹوٹ جائے اور سب دانے اوپر تلے گرنے لگیں۔ کفار کا سب طرف زور ہوجائے گا اور جھوٹے جھوٹے طریقے نکلنے لگیں گے۔ ان نشانیوں کے بعد اس وقت میں سب ملکوں میں نصاریٰ لوگوں کی عملداری ہوجائے گی اور اسی زمانہ میں ابوسفیان کی اولاد سے ایسا ایک شخص پیدا ہوگا کہ بہت سیدوں کا خون کرے گا۔ ملک شام اور ملک مصر میں اس کے احکام چلنے لگیں گے۔ اس عرصہ میں روم کے مسلمان بادشاہ کی نصاریٰ کی ایک جماعت سے لڑائی ہوجائے گی اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے صلح بھی ہوجائے گی۔ پس دشمن کی جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے اپنا دخل کرلے گی۔ اور وہ روم کا مسلمان بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور نصاریٰ کی جس جماعت سے صلح اور محبت ہوگی۔ اس جماعت کو ہمراہ کر کے اس دشمن کی جماعت سے بھاری لڑائی ہوگی۔ مگر اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔

ایک دن بیٹھے بٹھلائے جو نصاریٰ کی جماعت موافق ہوگی۔ اُس میں سے ایک نصرانی ایک شخص مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب یعنی دین عیسوی کی برکت سے فتح ہوئی ہے اور مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی ہے اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں آدمی اپنے اپنے طرف داروں اور مذہب والوں کو جمع کرلیں گے اور آپس میں لڑائی شروع ہوجائے گی۔ اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہوجائے گا اور شام کے ملک میں بھی نصاریٰ کا عمل ہوجائے گا اور نصاریٰ اس دشمن کی

جماعت سے صلح کرلیں گے اور باقی رہے سہے مسلمان مدینہ منورہ کو چلے جائیں گے اور خیبر کے قریب تک نصاریٰ کی عمل داری ہوجائے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو فکر ہوگی کہ امام مہدی تلاش کریں تا کہ ان مصیبتوں سے امن پائیں۔ اُس وقت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس ڈر سے کہ کہیں مجھ کو حاکم اور بادشاہ نہ بنادیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے بزرگ ولی لوگ جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں۔ سب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش کریں گے اور بعض اس وقت جھوٹے مہدی بننا شروع ہوں گے غرض کہ امام مہدی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان میں ہوں گے۔ کہ بعض نیک لوگ ان کی شناخت کرلیں گے۔ اور ان کو زبردستی گھیر گھار کر حاکم بنادیں گے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے ایسی آئے گی، جس کو سب لوگ جتنے وہاں موجود ہوں گے، سنیں گے۔ وہ آواز یہ ہوگی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہوا، امام مہدی رضی اللہ عنہ ہے۔ اور اسوقت سے بڑی بڑی نشانیاں قیامت کی ظاہر ہوں گی اور جب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا قصہ مشہور ہوگا تو مسلمانوں کے لشکر کی جو فوجیں مدینہ منورہ میں ہوں گی وہ مکہ معظمہ کو چلی آئیں گی اور ملک شام اور یمن اور عراق والے ابدال، نجباء، غوث لوگ سب امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ملک عرب کی فوجیں اور جگہ سے بھی بہت آجائیں گے جب یہ خبر مسلمانوں میں خوب مشہور ہوگئی تو ملک خراسان یعنی افغانستان جس میں کابل، سوات، کشمیر غزنی، قندھار وغیرہ ہیں۔ ایک بڑی فوج لے کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا اور اس کے لشکر کے آگے چلنے والے کا نام منصور ہوگا اور وہ راہ میں چلتے چلتے بہت بد دینوں کی صفائی کرتا جائے گا اور وہ ظالم جو ابوسفیان کی اولاد میں سے ہوگا اور سید لوگوں کا قاتل ہوگا چوں کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی سید ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ان کے

لڑنے کے لیے ایک فوج روانہ کریں گے یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے تلے ڈیرا لگائے گی پس سب فوج اس زمین میں دھنس جائے گی صرف دو آدمی بچیں گے ان میں سے ایک تو امام مہدی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری جا کر سنا دے گا اور دوسرا اس ظالم سفیانی کو جا کر خبر دے گا۔ پھر نصاریٰ لوگ ہر ملک سے لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنا چاہیں گے۔ اس لشکر میں اس روز تعداد اسی (۸۰) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ پس کل آدمی لشکر کا نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگا۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ مکہ سے چل کر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچنے پائیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آ جائے گی۔ پس امام مہدی رضی اللہ عنہ کی فوج تین حصہ ہو جائے گی ایک حصہ تو بھاگ جائے گی اور ایک حصہ لڑ کر شہید ہو جائے گی اور ایک یہاں تک لڑے گی کہ اس کو نصاریٰ پر فتح ملے گی اور اس فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نصاریٰ سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کریں گے تو بہت سے مسلمان آپس میں قسمیں کھائیں گے کہ بے فتح کیے ہوئے ہرگز نہ ہٹیں گے۔ پس سارے آدمی شہید ہو جائیں گے صرف تھوڑے سے رہیں گے ان کو لے کر امام مہدی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں چلے آئیں گے دوسرے دن پھر اسی طرح سے قسم کھا کر لڑائی شروع کریں گے اکثر آدمی شہید ہو جائیں گے اور تھوڑے آدمی بچ جائیں گے اور تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوگا آخر چوتھے روز یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور بعد اس کے کافروں کے دماغ میں حکومت کا شوق نہ رہے گا۔ پس اب امام مہدی رضی اللہ عنہ ملک کا بندوبست کرنا شروع کریں گے اور سب طرف کو مسلمانوں کی فوجیں روانہ کریں گے اور خود امام مہدی رضی اللہ عنہ ان سب کاموں سے فراغت پا کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کو چلے جائیں گے جب کہ دریائے روم کے

کنارے پر پہنچیں گے اس وقت بنو اسحاق قبیلہ کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) آدمیوں کو کشتیوں کے اوپر سوار کر کے اس شہر کے فتح کرنے کے واسطے روانہ فرمائیں گے جب یہ لوگ قسطنطنیہ کی حد کے قریب پر پہنچیں گے اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا شروع کریں گے اس نام کی برکت سے شہر پناہ کے سامنے کی دیوار پھٹ جائے گی اور گر پڑے گی اور مسلمان لوگ حملہ کر کے شہر کے اندر گھس پڑیں گے اور لڑ کر کفار کو قتل کریں گے اور عمدہ طور سے ملک کا انتظام کریں گے اور ابتدائی بیعت سے لے کر اس شہر کی فتح تک چھ یا سات سال کی مدت گزری ہوگی کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ اس طرف انتظام کرتے ہوں گے کہ یکا یک ایک بے اصل اور جھوٹی خبر مشہور ہو جائے گی کہ یہاں کیا بیٹھے ہو وہاں شام کے ملک میں تو دجال آ گیا ہے اور فتنہ وفساد تمہارے خاندان میں کر رکھا ہے۔ اس خبر کے سننے سے امام مہدی رضی اللہ عنہ شام کی طرف جا کر اس حال کے معلوم کرنے کے لیے پانچ یا نو سواروں کو اپنے آگے روانہ کر دیں گے ان میں سے ایک شخص واپس آ کر خبر دے گا کہ وہ بات دجال کے آنے کی غلط ہے امام مہدی رضی اللہ عنہ کو سن کر تسلی ہو جائے گی اور پھر خوب بندوبست کے ساتھ درمیان کے ملکوں اور شہروں کا حال دیکھتے بھالتے تسلی کے ساتھ ملک شام جا پہنچیں گے بعد پہنچنے کے تھوڑے روز گزریں گے کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔

دجال سے پہلے تین برس سخت قحط ہوگا۔ اول برس میں تیسرا حصہ بارش کا آسمان کم کر دے گا اور زمین تیسرا حصہ زراعت کا کم کر دے گی۔ دوسرے برس سے زمین و آسمان دونوں دو حصے کم کر دیں گے اور تیسرے برس میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ برسے گا اور زمین سے کوئی سبزی نہ ہوگی، مال مویشی ہلاک ہوں گے اور مسلمان لوگوں کے لیے طعام کا بدلہ اللہ کی تسبیح، تہلیل، حمد وثنا ہوگی اور دجال کی صورت مثل عبدالعزیٰ بن قطن کے ہوگی

اور دجال کے ماں باپ کے گھر میں قبل پیدا ہونے دجال کے تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔
شرح السنۃ وغیرہ کتب حدیث اور صحیح مسلم میں تمیم داری کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال
موجود ہے مگر دریائے شام یا دریائے یمن کے جزیرے میں بند ہے۔ باذن پروردگار اول
شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور پیغمبری کا دعویٰ کرے گا۔ جب شہر اصفہان
میں جا پہنچے گا وہاں کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) یہودی مرد اور عورت اس کے ساتھ ہو جائیں
گے اور مسلمان طرف وادی انیق کے چلے جائیں گے پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا۔
حلیہ اس کا یہ ہے کہ اس کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور بعض روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔
دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا منشی ہو یا غیر منشی اور
دجال جوان ہوگا پریشان بال ہوں گے چالیس (۴۰) روز زمین پر رہے گا۔ ایک روز برس
کی مثل، ایک روز مہینہ کی مثل اور ایک روز ہفتہ کی مثل اور سوائے ان تین دنوں کے باقی دن
ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے ان دنوں میں جو سال اور ماہ اور ہفتہ کے برابر ہوں گے
نمازوں کا حساب کر کے پڑھنا ہوگا فقط پانچ ہی نمازیں کافی نہ ہوں گی۔ آسمان سے کہے گا
پانی برسا تو برسائے گا جب زمین سے کہے گا کہ سبزی نکال تو زمین سبزی نکالے گی۔ جو لوگ
اس کے تابع ہوں گے ان کا مال کھیتی خوب ہوگا اور بیل گائے موٹے ہوں گے اور جو اس
کے مخالف ہوگا اس کا مال واسباب خراب ہوگا، غیر آباد زمین سے خزانہ نکالے گا، جنت اور
دوزخ کی صورت اس کے پاس ہوگی فی الواقع اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہے۔
ایک شخص سے کہے گا کہ مجھ کو خدا جان۔ وہ انکار کرے گا پس آرہ کے ساتھ دو ٹکڑے کر دے
گا پھر دونوں پارے کے درمیان سے گزرے گا اور اس سے کہے گا کہ زندہ ہو جا اور اٹھ۔
پس وہ زندہ ہوگا پھر اس سے وہی بات کہے گا۔ وہ کہے گا کہ تو دجال ہے اب مجھ کو خوب یقین

ہوگیا۔ پس اس کو ذبح کرنا چاہے گا مگر اس کی گردن تانبے کی ہو جائے گی تلوار اس پر تاثیر نہ
کرے گی۔ پس اس کو پاؤں سے پکڑ کر پھینکے گا لوگ جانیں گے کہ دوزخ میں پھینک دیا مگر
وہ جنت میں چلا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص شہادت کے درجہ میں نزدیک
اللہ تعالیٰ کے بہت بزرگ ہوگا۔ صحابی لوگ سمجھتے تھے کہ وہ شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے
مگر جب وہ فوت ہوگئے تو وہ گمان جاتا رہا اور بعض حضرت خضر علیہ السلام کو کہتے تھے۔ اسی
طرح بہت ملکوں سے پھرتا ہوا ملک یمن کے کنارے پر جا پہنچے گا اور ہر جگہ سے بد دین،
معیوب، بدمعاش، شیطانی کام کرنے والے ساتھ ہوتے جائیں گے اور تند باد کی طرح تیز
چلے گا۔ آتے آتے مکہ معظمہ سے باہر قریب جا ٹھہرے گا لیکن فرشتوں کی چوکیداری کے
سبب سے شہر مکہ معظمہ کے اندر نہ جا سکے گا۔ فرشتے تلوار لے کر آگے ہو جایا کریں گے۔ پھر
وہاں سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے گا وہاں پر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے اندرون شہر
مدینہ منورہ کے جانے نہ پائے گا بلکہ کوہ احد کے بعد قیام کرے گا۔ مگر پروردگار کی یہ آزمائش
ہوگی کہ مدینہ منورہ کو تین زلزلے ہوں گے جتنے آدمی کمزور اور سست دین میں ہوں گے وہ
زلزلے کے سبب سے ڈر کر باہر مدینہ سے جا کھڑے ہوں گے اور دجال کے جال اور مکر میں
گرفتار ہو جائیں گے اس وقت مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ نیک شخص ہوں گے وہ دجال سے
خوب بحث کریں گے۔ دجال آ کر ان کو قتل کر دے گا پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ اب بھی
میرے خدا ہونے پر قائل ہوتے ہو یا نہیں؟ وہ بزرگ صاحب جواب میں کہیں گے کہ اب
اور زیادہ میرا یقین ہوگیا ہے کہ تو دجال لعین ہے۔ پھر اس بزرگ صاحب کو مارنا چاہے گا مگر
اس کی ہمت نہ ہوگی اور اس بزرگ پر کچھ تاثیر نہ کر سکے گا۔ پس وہاں سے دجال ملک شام کو
روانہ ہوگا جب دمشق شہر کے قریب جا پہنچے گا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ تو آگے ہی سے وہاں پہنچ

چکے ہوں گے اور جنگ وجدال کا سامان کرتے ہوں گے۔ کہ عصر کی نماز کے لیے موذن اذان کہے گا اور نماز کی تیاری میں لوگ ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے، آسمان سے اترتے دکھائی دیں گے۔ جب سر نیچے کریں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر کو بلند کریں گے تو مروارید موتی کی طرح دانے گریں گے اور صورت ان کی مثل صورت عروہ بن مسعود صحابی کے ہوگی۔ (مسلم) اور سینہ ان کا چوڑا ہوگا۔ (بخاری) اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف کے منارے سفید پر آ کر ٹھہریں گے اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ لڑائی کا سارا سامان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کرنا چاہیں گے مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ لڑائی کا سامان اور انتظام آپ ہی رکھیں میں فقط دجال کے قتل کرنے کو آیا ہوں۔ جب رات گزر کر صبح ہوگی امام مہدی رضی اللہ عنہ لشکر کو تیار کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر دجال کی طرف جائیں گے اور مسلمان لوگ دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے اور بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس یعنی دم کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس جگہ تک نظر جائے گی اس جگہ تک سانس بھی جائے گی اور جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا جا پہنچے گی اسی وقت وہ کافر ہلاک ہو جائے گا۔ دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے تشریف لے جائیں گے۔ لد کے دروازہ شرقی پر جا کر اس کو نیزہ مار کے قتل کر دیں گے۔ بیہقی نے روایت کیا کہ گدھے پر سوار ہوگا اس کے دونوں کانوں میں فاصلہ دوسواسی (۲۸۰) گز ہوگا اس قدر بڑا وہ خر دجال ہوگا۔ پس اگر قتل نہ کرتے جب بھی ان کو دیکھ کر ایسا پانی ہو جاتا جیسا کہ پانی میں نمک گل جاتا ہے مگر لوگوں کو اس کا خون نیزے پر دکھائیں گے اس لیے قتل کریں گے۔

''لد'' وہاں ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک گاؤں ہے قریب بیت المقدس کے اور بعض علماء نے کہا کہ ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض نے کہا کہ موضع فلسطین ہے۔ الفقیر مؤلف الکتاب عرض کرتا ہے کہ بہر صورت وہ ''لد'' مخفف لدھیانہ کا نہیں پنجاب میں، جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ بعد قتل ہونے دجال کے مسلمان لوگ اس کے لشکر کو قتل کریں گے اور حضرت شہر بشہر تشریف لے جائیں گے اور مسلمانوں کو تسلی دیں گے اور درجات بہشت کی خوشخبری سنائیں گے۔ پس اس وقت کافر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے گا اور سب بندوبست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ پس پروردگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام روانہ کرے گا کہ اب میں نے اپنے ایسے بندے ظاہر کیے ہیں کہ کسی کو لڑائی کرنے کی طاقت ان کے ساتھ نہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو تو کوہ طور میں لے۔ جا پس خارج ہوں گے یاجوج و ماجوج اور ان کے رہنے کی جگہ شمال کی طرف کی آبادی ختم ہونے سے بھی آگے ساتھ ولایت سے باہر ہے اور بہ زیادہ سردی کے اس طرف کا دریائی سمندر ایسا جما ہوا ہے کہ کشتی جہاز بھی اس پر نہیں چل سکتا۔ یاجوج ماجوج میں سے کچھ لوگ جو آگے ملک شام میں طبریہ بستی کے دریا پر گزریں گے اس کا سارا پانی پی جائیں گے بعد والے جب آئیں گے تو کہیں گے کہ جیسا کہ کبھی اس دریا میں پانی نہیں ہوا تھا، ایسا خشک ہوگا۔ پس وہ کیچڑ چاٹیں گے اور ان کی موت کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک کی اولاد جب ایک ہزار پوری ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتے ہیں بعض کا قد بقدر یک بالشت کے اور بعض بلند مثل آسمان کے، کان ان کے اتنے

لے اس درخت یا دیوار، پتھر یا اور جس چیز کے پیچھے کافر ہوگا وہ چیز کہے گی کہ اے مومن، کافر یہاں پر ہے اس کو قتل کر مگر غرقد ہ ایک قسم کا درخت ہے یہود کے درختوں میں سے وہ نہ بولے گا۔ ۱۲

بڑے ہوں گے کہ ان کو بچھا کر سویا کریں گے۔ پس سیر کرتے ہوئے بیت المقدس کے قریب ''جبل خمر'' ایک پہاڑ ہے اس کے پاس جا پہنچیں گے اور کہیں گے کہ اہل زمین کو قتل کر چکے۔ اب اہل آسمان کو قتل کریں گے۔ پس آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے آلودہ کر کے نیچے ڈال دے گا وہ اس سے خوش ہوں گے کہ واقعی آسمان کے رہنے والوں کو ہم نے قتل کر دیا ہے اور اس حال میں عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر طور پہاڑ پر بند ہوں گے۔ ایک سر بیل، گائے کا ان لوگوں کو بوجہ بھوک کے سو (۱۰۰) اشرفی سے بہتر ہوگا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام سے التماس کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ والوں کو لے کر دعا کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں کیڑا پیدا کرے گا اس سبب سے سب مر جائیں گے۔ بعدہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر پہاڑ سے نیچے اتریں گے مگر یاجوج ماجوج کی بدبو اور مردار کے سبب سے ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے جانور پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی خراسانی اونٹوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی وہ جانور ان مرداروں کو اٹھا کر کوہ قاف کے پیچھے ڈال دیں گے اور ان کے تیر و کمان اس قدر باقی رہیں گے کہ مسلمان لوگ سات برس تک جلاتے رہیں گے۔ پس پروردگار بارش برسائے گا۔ کوئی جگہ زمین، پتھر، جامہ، لباس اس بارش سے خالی نہ رہے گا۔ پس تمام زمین کو دھو کر صاف کر کے مثل آئینہ کے صاف کر دے گا۔ پس پروردگار زمین کو ایسی برکت دے گا کہ میوہ غلہ بکثرت ہوگا۔ ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ آدمیوں کی ایک جماعت اس سے پیٹ بھر کر کھائے گی اور اس کے پوست کے سایہ میں بیٹھ سکے گی اور چار پایوں میں ایسی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی یعنی شتر مادہ کا دودھ ایک چند

جماعت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلہ کے لوگوں کو بس ہوگا اور بکری کا دودھ چھوٹے قبیلہ کو کفایت کرے [1] گا اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب پیغمبر کے خاندان میں نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی [2] بعد چالیس (۴۰) برس کے انتقال فرمائیں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ پاک میں دفن ہوں گے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضرت ﷺ کے مقبرہ میں ہوگی اور عبارت تفسیر ''درمنثور'' کی یہ ہے۔ اخرج الترمذی وحسنه عن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیه عن جده قال مکتوب فی التوراة صفة محمد وعیسیٰ بن مریم علیهم السلام یدفن معه. وقال ابوداؤد وقد بقی فی البیت موضع قبر. اور مرقات میں ہے قال ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم ای الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمساً واربعین سنة.ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنها بالقبر لقرب قبره بقبره فکانهما فی قبر واحد۔ اور ابن جوزی ''کتاب الوفاء'' میں بھی لایا ہے اور سوائے ان کے اور کئی کتابوں میں ہے۔ طبرانی اور امام بخاری نے

---

[1] عمدہ گھوڑا تھوڑے روپیہ کے ساتھ ملے گا بوجہ نہ ہونے لڑائی کے گھوڑا بہت سستا ہوگا اور بیل کی قیمت زیادہ ہوگی بوجہ کشت کاری کی محنت کے۔ ایک من تخم سے سات سو من غلہ ہوگا۔۱۲

[2] بعض روایت میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت نماز پڑھا کریں گے دن رات میں۔ مگر قوی یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر فقط پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ اور مشکوۃ شریف وغیرہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پینتالیس سال زمین میں زندگانی کریں گے۔ ''مرقات'' میں ہے کہ جب آسمان پر گئے تو عمران کی ۳۳ برس کی تھی اور بعد اترنے کے سات برس زندگانی کریں گے۔ سات برس کا ذکر ''صحیح مسلم'' میں ہے۔ اگرچہ اس حساب سے چالیس برس ہوتے ہیں مگر فی الواقع پینتالیس برس زمین پر پورے ہوں گے اور جس نے چالیس برس کو بیان کیا ہے اس نے کسر کو بیان نہیں کیا جو کہ پانچ برس ہیں کیونکہ عینی اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ بعد نزول کے ۱۹ برس رہیں گے۔ جیسا کہ مرزا کے جواب وسوال میں ہر امر گزرا ہے۔ پس اس حساب سے مجموعہ ۵۲ برس ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ

تاریخ کبیر میں اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں عبداللہ بن سلام سے روایت کی
ہے یدفن عیسٰی بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا.
مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے گنبد میں بالفعل تین قبریں ہیں۔ حضرت ﷺ کی قبر
مبارک اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دو قبریں اور چوتھی قبر کی جگہ باقی ہے
اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب فوت ہوں گے تو دفن ہوں گے اور ان کی جگہ پر ایک شخص
جہجاہ نامی ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان کا ہوگا اور بہت انصاف اور عدل کے
ساتھ حکومت کرے گا اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی اور بادشاہ ہوں گے۔ پھر رفتہ رفتہ
نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں زیادہ ہوتی جائیں گی۔
اب قیامت کی بڑی نشانیوں کا بیان ہے۔

بیان قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کا

امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسد غفاری سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول
اللہ ﷺ نے کہ قیامت برپا نہ ہوگی جب تک کہ دس (۱۰) نشانیاں ظہور میں نہ آجائیں:

۱.....دخان

۲.....دجال

۳.....دابۃ الارض

۴.....طلوع آفتاب کا مغرب سے

۵.....اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

۶.....نکلنا یاجوج ماجوج کا

۷.....اور تین بار خسف یعنی دب جانا زمین میں ایک بار مشرق میں

۸.....دوسری بار مغرب میں

۹.....تیسری بار جزیرہ عرب میں اور

۱۰.....آخر سب سے ایک آگ ملک یمن سے نکلے گی جو کہ لوگ کو بطرف محشر کے ملک شام
کی زمین میں لے جائے گی۔ اور ایک روایت میں دسویں نشانی باد سخت کا ذکر آیا ہے جو کہ
لوگوں کو دریا میں پھینک دے گی۔ اور ابوذر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بعد
ظاہر ہونے دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کے مغرب سے کافر کا ایمان اور کسی کی تو
بہ قبول نہ ہوگی۔ اور امام بغوی وغیرہ نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ جو آگ کہ
لوگوں کو چلا کر بطرف محشر کے لے جائے گی وہ عدن شہر کے غار سے نکلے گی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ
نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ دخان کیا ہے؟ فرمایا حضرت ﷺ نے اس آیت کو
﴿فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم﴾
"منتظر ہو اس روز کا کہ لائے گا آسمان ایک دھواں ظاہر جو کہ ڈھانک لے گا لوگوں کو یہ
عذاب درد دینے والا ہے"۔ اور فرمایا کہ وہ دھواں مشرق سے مغرب تک ہو جائے گا اور
چالیس دن رات تک رہے گا۔ مسلمانوں کو زکام کی طرح پہنچے گا اور کافروں کو بیہوشی دے گا
اور ان کی ناک اور کان اور پاخانہ کے رستہ سے نکلے گا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا
ہے کہ دخان ہو چکا ہے اس وقت میں جب کہ کفار قریش نے حضرت ﷺ کے ساتھ کمال
برائی اور بے ادبی کی تو حضرت نے بددعا کی۔ پس ایسا قحط ہوا کہ لوگ ہڈیاں کھاتے تھے اور
بھوک کے سبب سے ان کو زمین سے آسمان تک دھواں نظر آتا تھا۔
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع دھواں نہیں ہے لیکن حضرت حذیفہ
وغیرہ حضرات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دخان ہے فی الواقع وہ علامات کبری قیامت سے

ہے اور یہی ہے نزدیک عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہم کے اور وہ قحط کا واقعہ دوسرا ہے۔ بعد چالیس (۴۰) روز کے آسمان صاف ہو جائے گا اور اسی زمانہ کے قریب بقر عید کے مہینے میں دسویں تاریخ کے بعد دفعۃً ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ لوگوں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے دق ہو جائیں گے اور چار پائے جانور جنگل میں جانے کے واسطے شور مچائیں گے اور کسی طرح صبح ہی نہ ہوگی اور تمام آدمی ہیبت اور پریشانی سے بے قرار ہو جائیں گے۔

جب بقدر تین راتوں کے وہ ایک رات ہو چکے گی اس وقت سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اور روشنی اس کی تھوڑی سی ہوگی۔ جیسے کسوف یعنی گہن لگنے کے وقت روشنی تھوڑی ہوتی ہے اس وقت جو لوگ موجود دنیا پر ہوں گے کسی کافر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اور مسلمان جو کوئی گناہ سے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس سورج اتنا اونچا آئے گا جیسا کہ دوپہر سے ذرہ قدر پہلے بلند ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب کی طرف لوٹ جائے گا اور دستور کے موافق غروب ہوگا۔ پھر ہمیشہ پہلے کی طرح روشن اور صاف اپنے قدیمی دستور کے موافق نکلتا رہے گا۔ اس کے بعد بہت تھوڑے دنوں میں قریب دابۃ الارض نکلے گا۔ جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے۔ ﴿**واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایاتنا لایوقنون**﴾ یعنی ’’جس وقت واقع ہوگا حکم اللہ تعالیٰ کا ساتھ قائم ہونے قیامت کے یعنی قیامت نزدیک پہنچے گی تو خارج کریں گے ہم لوگوں کے لیے چار پایہ زمین سے کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اس امر میں کہ ہماری آیتوں کے ساتھ وہ لوگ یقین نہیں رکھتے تھے۔‘‘

اور ایک متواتر قرأت میں ’’**تکلمھم**‘‘ ساتھ سکون کاف اور تخفیف لام کے بھی

آ چکا ہے۔ یعنی لوگوں کو زخمی کرے گا اس بات کے لیے کہ ہماری آیات کے اوپر یقین نہ رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں یعنی مسلمانوں سے کلام کرے گا اور کافروں کو زخم پہنچائے گا۔ اور احادیث کی روایات میں اختلاف ہے بعض میں ذکر ہے کہ منہ اس کا مثل انسان کے منہ کے ہوگا اور داڑھی اس کی ہوگی اور باقی سارا بدن اس کا پرندے کے بدن کی طرح ہوگا اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ چہار پایہ ہوگا کہ صفا کے پہاڑ سے نکلے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا حج کے موسم میں صفا کے پہاڑ پر مارا اور کہا کہ دابۃ الارض اس میرے عصا مارنے کی آواز سنتا ہے۔ پس مکہ شریف میں زلزلہ پیدا ہوگا اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور اس جگہ وہ دابۃ الارض جانور نہایت عجیب صورت کا نکلے گا۔ قد اس کا بہت بڑا ہوگا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ سر اس کا ابر کے ساتھ لگے گا اور پاؤں اس کے ابھی زمین میں ہوں گے۔ اور امام بغوی نے ابو شریح انصاری سے روایت کی ہے کہ دابۃ الارض تین بار خارج ہوگا۔ اول بار یمن میں خارج ہوگا اور بات چیت اس کی فقط جنگل میں پہنچے گی اور مکہ شریف میں ذکر اس کا نہ پہنچے گا۔ دوسری بار مکہ شریف کے قریب ایک جنگل میں سے نکلے گا اور چرچا اس کا مکہ شریف میں جا پہنچے گا۔ تیسری بار خاص مکہ شریف سے نکلے گا اور سر اپنے کو جھاڑے گا اور بہت جلدی سے لوگوں پر گزرے گا اور اس سے کوئی بھاگ نہ سکے گا اور بات کرے گا۔ مسلمان کو کہے گا 'یا مومن' اور کافر کو کہے گا 'یا کافر'۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی ایمان والوں کی پیشانی پر اس عصا کے ساتھ سفید نقطہ لگائے گا اس سے لفظ مومن کا لکھا جائے گا اور سارا چہرہ اس کا روشن ہو جائے گا مثل ستارہ چمکنے والے کے اور بے ایمان

کافر کی پیشانی پر اس انگوٹھی سے سیاہ نقطہ لگائے گا جس سے لفظ کافر لکھا جائے گا اور مونھ اس کا کالا ہو جائے گا۔ بعد اس کے لوگ ایک دوسرے کو شناخت کرلیا کریں گے یہاں تک کہ بازار میں کہیں گے مومن سے کہ اے مومن اپنی فلانی چیز کتنی قیمت پر بیچتا ہے؟ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دابۃ الارض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خارج ہوگا کہ زمین کانپ جائے گی اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور دابۃ الارض نکلے گا۔ لیکن قوی بات یہی ہے کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے گا۔

جلال الدین سیوطی نے کہا کہ بعد دابۃ الارض کے نیک کام کا امر کرنا اور برے کام سے منع کرنا باقی نہ رہے گا اور بعد اس کے کوئی کافر ایمان نہ لائے گا۔ پس دابۃ الارض یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت دینے والی چلے گی اس ہوا سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ سب مر جائیں گے۔ جب سب مسلمان مر جائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری زمین میں عمل دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے اور حج بند ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس وقت شام کے ملک میں غلہ کی بہت ارزانی ہوگی بہت لوگ سواریوں پر اور پا پیادہ اس طرف کو روانہ ہو جائیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ آگ سب لوگوں کو ہانکتی ہوئی شام کے ملک میں پہنچا دے گی اس واسطے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کو اسی جگہ ملک شام میں کھڑا ہونا ہوگا۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین، چار برس اسی حال میں گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت

سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ اسرافیل علیہ السلام فرشتہ جو کہ صور لیے کھڑا ہے اس صور کو پھونک دے گا۔ صور کی شکل سینگ کی طرح پر ہوتی ہے۔ اول ہلکی ہلکی آواز ہوگی پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے حاملہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے۔ کھانے والے کے مونھ سے لقمہ گر جائے گا۔ جس جگہ میں جو کوئی ہوگا وہیں رہ جائے گا۔ زمین و آسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب کہ آفتاب مغرب سے نکلا تھا صور کے پھونکنے تک ایک سو بیس (۱۲۰) برس کا زمانہ ہوگا۔ پس اب یہاں سے قیامت کا دن شروع ہو گیا۔ فقط۔

یا اللہ اس فقیر حقیر ہیچمدان قاضی غلام گیلانی اور اس کے والدین وغیرہ خویش و اقارب اور پیروں اور استادوں اور دوستوں اور جملہ اہل سنت و جماعت کو خاتمہ بالایمان روزی فرما اور صغیرہ و کبیرہ کل گناہ بخش دے ساتھ برکت اپنے حبیب محمد ﷺ کے۔

قاضی غلام گیلانی پنجابی حنفی نقشبندی

سیاح بنگال بقلمہ ۱۳۳۰ ہجری

جوابِ حقّانی
در
ردِّ بنگالی قادیانی

تصنیفِ لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت

حضرت علامہ **قاضی غلام گیلانی** چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین کحمد اهل السمٰوت والارضین من الجنة والناس اجمعین والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین. اللّٰهم اغفرلنا ولوالدینا ولأساتذنا ولأحبائنا ولتلامذنا ولاقاربنا ولمن له حق علینا ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات انک سمیع قریب مجیب الدعوات یا خالق الارضین والسمٰوات. آمین ثم آمین ثم آمین الٰی یوم الدین بجاہ سیّد المرسلین.

امابعد! بخدمت اہل اسلام عموماً واہل بنگال ضلع پترہ مقام برہمن بریہ خصوصاً عرض ہے کہ ملک پنجاب موضع قادیان ضلع گورداسپور میں مسمی غلام احمد پیشہکشت کاری قوم مغل نے پہلے بزرگی کا دعویٰ کیا رفتہ رفتہ مہدی مطلق ہوا بعدکو یہ کہا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں جس کا تم لوگ انتظار کررہے ہو۔ حضرت عیسیٰ بن مریم مرگیا۔ اب وہ دنیا میں نہ آئے گا بلکہ اس کی روح میرے پر آگئی ہے۔ غرض کہ کبھی کچھ بکا اور کبھی کچھ۔ جیسا موقع اور لوگ دیکھے بکتا رہا۔ اور اپنی زبان اور تحریر میں ایسے کفریات بکتا رہا کہ شیطان پر بھی سبقت لے گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ حضرت مریم علیہا السلام وغیرہ پروردگار کے محبوبوں کو گالیاں دیں۔ عجب یہ کہ جس کا مثیل بننا چاہتا ہے۔ اس میں طرح طرح کے ناشائستہ گناہ کے کام اپنے گمراہ اعتقاد کے موافق ثابت کرتا ہے۔ علماء نے ہر طرف سے سمجھایا بجھایا مگر وہ باز نہ آیا آخرالامر علماء ربانیین نے مجبوراً ایسے الفاظوں پر کفر کا حکم دیا۔ خود تو وہ مرگیا مگر بعض جگہ اس کے تعلیم یافتہ گمراہ بے دین خلیفے اور چیلے رہ گئے ہیں جو کہ مسلمانوں کو کافر کرنا چاہتے ہیں۔

اور دن رات رسول اللہ ﷺ کے دین متین کے خراب کرنے کے در پے ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ نتیجہ برعکس ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اہل اسلام کے علماء کے وعظ ونصیحت کی تاثیر سے صدہا قادیانی مسلمان ہوگئے۔ اور اب بھی ہمیشہ توبہ کر کر مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ اور قادیانی چونکہ اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتے۔ اور قیامت تک بھی ثابت نہ کرسکیں گے کیونکہ باطل چیز کا ثبوت ہی کیا ہوگا۔ لہٰذا علماء نے ان کو لا جواب جان کر ان سے خطاب وعتاب ترک کردیا تھا۔

ع — جواب جاہلاں باشد خموشی

لیکن ملک بنگالہ ضلع پترہ مقام برہمن بڑیہ میں ایک ملا عبدالواحد نامی مسجد کا خطیب قدرے اردو فارسی لکھا پڑھا ہوا نصیب کی شامتوں سے قادیانی ہوکر دائرہ اسلام سے خارج ہوکر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آمادہ ہوا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنے لگا۔ اور جن باتوں کے سبب سے اس پر علماء نے کفر کا حکم دیا تھا۔ انہی باتوں کو برحق کہنے لگا۔ اور اسی اپنے پیغمبر کی کتابوں سے چند باتیں پرانی نکال کر ایک رسالہ بنایا۔ اور اس کا نام ''ھدایۃ المھتدی'' رکھا۔

ع — برعکس نہند نام زنگی کافور

اس رسالہ کا نام ''ضلالۃ المھتدی'' ہونا چاہیے اور جاہل نے اتنا نہ سوچا کہ ان باتوں کا جواب دنداں شکن بارہا دیا گیا ہے۔ جس کے سبب سے قادیانی بحر خموشی اور چاہ مرگ میں غرق ہوچکے ہیں۔ مگر برہمن بڑیہ اور اطراف کے بعض جاہل بے وقوف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بظاہر ایک صورت نکالی کہ کتاب کا نام سن کر عوام الناس دام فریب میں آئیں گے۔ اور اہل اسلام کے علماء اس کی کتاب کو قابل جواب نہ سمجھ کر اپنے دین

واسلام کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ اس طرف قادیانیوں کو بے علم لوگوں کے ورغلانے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ گاؤں بہ گاؤں بکتے ہیں کہ اگر اس رسالے کی باتوں کا کوئی جواب ہوتا۔ تو مسلمان علماء جواب کیوں نہ دیتے۔ معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا اعتقاد حق ہے اور کل روئے زمین کے مسلمانون کا اعتقاد باطل ہے۔ چونکہ اس میں بعض سیدھے سادھے مسلمانوں کے گمراہ ہوجانے کا احتمال ہے۔ لہٰذا میں نے اس ملا عبدالواحد خطیب کے رسالہ کی بعض موٹی موٹی غلطیوں کا رد لکھا۔ تاکہ اگر پروردگار اپنا فضل کرے تو لوگ اس کے مکر کے دام میں نہ آئیں۔ اور وہ ملا خود اور اس کے ہم مذہب لوگ اگر بغور اس کتاب کو اور میری دوسری کتاب کو جس کا نام ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' ہے، مطالعہ کریں اور کسی مسلمان عالم ذہین سمجھدار سے پڑھیں۔ تو امید ہے کہ اپنے کفری اعتقاد سے توبہ کریں اور کم از کم اتنا تو ہو کہ اپنی بے علمی اور جہالت پر خبردار ہوں۔

لفظ **قولہ** کے بعد عبدالواحد برہمن بڑیہ کے خطیب کی عبارت ہے۔ اور لفظ **الجواب** کے بعد اس فقیر کا جواب ہوگا۔

قولہ: ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔ (ص۲،اھ)

الجواب: انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں مشہور ہے کہ راوایات مختلفہ وارد ہیں۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار۔ تیسری روایت میں بائیس لاکھ۔ (رواہ کعب الاحبار) چوتھی روایت میں دس لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ (رواہ مقاتل)

پس درست بات یہی ہے کہ کوئی تعداد مقرر نہ کرنی چاہئے بلکہ پروردگار کے علم کے سپرد کرے اور کہے کہ سب انبیاء پر میرا ایمان ہے۔ جس قدر بھی ہوں۔ کیونکہ اگر خاص ایک عدد اور ایک مقدار کو لے لیا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ کسی غیر نبی کو نبی کہنا ہوگا یا نبی کو غیر

نبی کہنا ہوگا۔ واقعی مقدار سے اگر تھوڑے کہے تو بعض انبیاء کو نہ مانا۔ اور اگر واقعی عدد سے زائد کہہ دیئے تو جو نبی نہ تھے ان کو نبی کہا۔ اور یہ دونوں باتیں کہ نبی کو غیر نبی کہے یا غیر نبی کو نبی کہے، کفر کی ہیں **بناء علی ان اسم العدد اسم خاص فی مدلوله لا یحتمل الزیادة و النقصان۔** (دیکھو شرح عقائد نسفی وغیرہ) مگر مرزائیوں کے لئے یہ دونوں باتیں سہل معلوم ہوتی ہیں۔ کہ اگر کسی موقع میں کسی نبی اللہ کو درجۂ نبوت سے نکال کر عدد کو درست کرنا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثلاً طرح طرح کے طعن، کذب اور زنا اور مکاری و دغا بازی و شراب خوری کے اس میں ثابت کر کے نکال دیں گے اور کسی غیر نبی کو نبی بنانا ہوا واسطے پورا کرنے کسی خاص عدد کے تو مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی خلیفہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثل کر کے پیغمبر کر دیں گے اور قرآن شریف کی آیات اس کے حق میں فوراً نازل کریں گے۔ اور جو نہ مانے اس کو کافر اور مردود اور مرتد کہہ دیں گے کیونکہ مرزا خود اپنی کتاب ''توضیح المرام''، ص ۱۸ میں لکھتا ہے کہ باب نبوت کا من کل الوجوہ مسدود نہیں۔ اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ (دیکھو تیغ غلام گیلانی کا ص ۲۹)

نعوذ باللہ من ذالک.

قوله: اور کتب آسمانی بھی بہت نازل ہوئیں کہ سب سے اکمل قرآن کریم ہے۔

الجواب: ارے ملاجی کیا کہتے ہو۔ تم تو اپنے پیغمبر قادیانی سے مخالف ہو گئے۔ اور تمہارے نزدیک قادیانی کا مخالف اسلام سے خارج ہے۔ تم قرآن کریم کو اکمل کہتے ہو۔ تمہارا نبی تو اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔ اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔ اور اسی ''ازالہ'' میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار

پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا تو پھر قرآن شریف تو انقص بلکہ اس سے بھی زیادہ نکما ہوا۔ **معاذ اللہ** (دیکھو ''تیغ غلام گیلانی کا صفحہ ۳۰ اہل اسلاموں کو) کہ قادیانی نے کیسے کیسے اعتراض اور نقصان قرآن شریف میں نکالے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اکمل کا مقابل انقص ہے۔ یعنی سوائے قرآن کریم کے سب آسمانی کتابیں انقص ہیں۔ مرزا نے اپنی کتاب ''دافع البلاء'' کے ٹائٹیل پیج کے صفحہ ۴ میں لکھا ہے۔ عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت کی کتاب انجیل تھی۔ یعنی انجیل کامل نہ تھی بلکہ ناقص تھی۔ اور فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی پروردگار کی شریعت کو ناتمام اور ناقص کہے گا، وہ کافر ہے۔ اگر ملاجی کا یہ اعتقاد ہے جو کہ اس کے پیغمبر کا ہے تو یہ تو صاف کفر ہے۔ اور اگر وہ کتب آسمانی اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو کامل اور اکمل جانتا ہے۔ تو اس کے نزدیک پھر بھی کفر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی قادیانی سے مرتد ہوا۔

شعر

دوگونہ رنج وعذاب است جان مجنون را ۔۔۔ بلائے صحبت لیلیٰ وفرقت لیلیٰ

قوله: صفحہ ۳ میں کیونکہ موعود کے صفات من قبیل پیشین گوئیوں کے ہیں۔ اور پیشین گوئیوں کی حقیقت قبل وقوع کے کھل جانا ضروری نہیں ہے۔ اکثر وقت وقوع کے ان کی حقیقت کھلتی ہے۔

الجواب: جو مہدی موعود ہوگا اس میں وہ ساری نشانیاں جو صحیح طور پر وارد ہیں، ضرور پائی جائیں گی اور مرزا کی زندگانی میں تو خود وقت پیشین گوئیوں کے وقوع کا تھا کیوں واقع نہ ہوئیں؟ یقیناً معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز ہرگز سچا مہدی موعود نہ تھا۔ بلکہ کذاب، مکار مہدیوں میں سے ایک مہدی تھا کہ اتنی عمر دراز میں دعوی مہدویت کا کیا۔ اور اقوال وافعال اس کے

اکثر شرع شریف کے برخلاف تھے۔

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

قوله: ص۴۔ ہر ایک کو ایک مدت معینہ عمر انسانی پا کر ضرور پیالہ موت کا نوش جان کرنا ہے۔ اگر کسی فرد بشر کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا کہ زمین میں کیا بلکہ آسمان پر جا کر برخلاف دوسرے افراد بشر کے ہزاروں برس زندہ رہ سکے تب ضرور رسول اللہ ﷺ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا...... الخ (ص۴)

الجواب: اس عبارت سے قادیانی ملا کو کوئی فائدہ نہیں ہم خود سب مسلمان لوگ مدت معینہ عمر انسانی پر موت کے قائل ہیں نہ ایک ساعت آگے ہوگی نہ ایک ساعت پیچھے ہوگی۔ قرآن شریف میں خود موجود ہے۔ ﴿اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ مگر یہ تو تصریح کے ساتھ کسی آیت یا حدیث میں مذکور نہیں کہ زید کی عمر بیس برس اور بکر کی تیس برس اور خالد کی سو برس کی ہوگی۔ باقی یہ امر کہ جس کا مرتبہ زیادہ ہو جیسے کہ محمد ﷺ، اس کی عمر بھی زیادہ ہونی چاہے ہر کوئی شرع کی بات نہیں۔ البتہ قادیانیوں کی نئی شریعت میں ہوگی۔ دیکھو خیال کرو کہ قرآن پاک میں خبر ہے کہ اصحاب کہف جو کہ تین آدمی مع ایک کتے کے یا چار آدمی مع ایک کتے کے یا اس سے زیادہ ہیں تین سو نو (۳۰۹) برس تک غار میں سوئے اور یہ خبر آنے سے اب اس وقت تک اور تیرہ سو چھتیس برس گزر چکے ہیں۔ مجموعہ سولہ سو پینتالیس (۱۶۴۵) برس ہوگئے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس (۹۳۰) سال تھی اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) برس کی ہوئی تو آسمان چہارم پر اٹھائے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

عمر دو سو تیئس (۲۲۳) برس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی تھی۔ کیا اس بات سے ان کا مرتبہ زائد اور حضرت محمد ﷺ کا کم ہو جائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ بذریعہ سرور عالم ﷺ کے ہوا۔ ان کے کمالات اور مراتب سب کے سب ظلّی اور طفیلی تھے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر دراز حیات واسطے ارشاد اور ہدایت دین محمدی ﷺ کے عطا ہوئی تو اس سے حضرت محمد ﷺ کی شان اور بھی اعلیٰ ہو جاتی ہے **کما لا یخفی**۔ بلکہ بعض کافروں کو بھی پروردگار نے دراز عمر دی ہے۔ ''شرعۃ الاسلام'' ص ۵۴۸ میں ہے کہ صمصام بن عوق بن عنق کی عمر ایک ہزار سات سو برس کی تھی۔ یاجوج ماجوج کے ہر ایک فرد بشر کی اتنی عمر ہوتی ہے کہ ہر ایک کی ہزار اولاد ہوتی ہے جب مرنا شروع ہوتا ہے۔ (دیکھو تیج کا صفحہ ۱۳۰)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''ایام الصلح'' میں علماء اہل اسلام پر یہ سوال کیا ہے کہ آیت ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ دال ہے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژگونی بنسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوگا اس شخص کا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا) جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ اس میرے جواب سے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا۔ مرزا کی جہالت کہ اسی نوے برس کی عمر کو اس آیت قرآنی کا مفاد سمجھ رہا ہے۔ افسوس جہالت بھی لاعلاج بیماری ہے۔

قوله: ص۴ میں ہے اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کی قرآن کریم سے ایسی ثابت ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر کی وفات ایسی ثابت نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود و مہدی آخر زمان علیہ السلام نے تیس آیتوں سے وفات عیسوی پر استدلال فرمایا ہے اور دوسرے علماء سلسلۂ حقہ احمدیہ

نے تو پچاس ساٹھ آیات تک پیش کی ہیں۔ اور ان میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن میں خاص لفظ ''توفی'' کے مشتقات جس میں صریح وفات کا مادہ واقع ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وارد ہوئی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مفید معلقاً ایک لفظ بھی قرآن پاک میں نہیں ہے چہ جائیکہ مادہ حیات پر کوئی لفظ کوئی شخص دکھا سکے...... (الخ)

الجواب: لعنة الله علی الکاذبین۔ بالکل دروغ بےفروغ ہے جس قدر آیات سے قادیانی موت کی دلیل لاتا ہے انہی آیات سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ جمیع احادیث شہادت حیات کی دے رہی ہیں۔ ہر چہار اماموں کا مذہب بلکہ جمہور اہل اسلام بلکہ مخالف فرقوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر جب کہ کسی کو حیا نہ ہو تو جو چاہے سو کہے۔ اذا لم تستحی فافعل ماتشاء۔ وہ تیس آیتیں فقط قادیانیوں کو معلوم ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ تھیں اور نہ بعد کے صحابہ و تابعین وائمہ کبار و علمائے اخیار کو معلوم تھیں جو انہوں نے قرآن شریف کے مخالف اعتقاد رکھا۔ اگر قرآن کریم میں اتنی آیات سے موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ تو حضرت ﷺ اور صحابہ کبار اور تابعین وتبع تابعین وغیرہ جمیع مذاہب اسلام سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور وہاں رہنے اور اترنے اور دجال کو قتل کرنے کی صحیح حدیثیں اور اقوال کیسے وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان سب علماء نے قرآن کریم کے مطالب کو نہیں سمجھا اور معاذ اللہ یہ سب غلط ہیں۔ پس مرزائی لوگوں کا ایمان تو ایسی ہی باتوں سے اڑا ہوا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام دس آیتوں کو جب پڑھتے تو آگے نہیں گزرتے تھے۔ جب تک کہ ان دس آیات کے معانی اور ان پر عمل کا طریقہ نہیں

سیکھ لیتے تھے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان الرجل منا اذا تعلم عشرایات لم یجاوزهن حتی یعرف معانیهن والعمل بهن۔

وقال عبد الرحمن السلمی حدثنا الذین کانوا یقرؤننا انهم کانوا یستقرؤن من النبی ﷺ وکانوا اذا تعلموا عشر آیات لم یخلفوها حتی یعمل بما فیها من العمل فعلمنا القرآن والعمل جمیعا ......الخ

غرض کہ سب صحابہ سے حیات عیسوی مذکور ہے اور خود معلوم ہے۔ کہ صحابی کی تفسیر غیر کی تفسیر پر مقدم ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ یہ آیت صاف طور پر حیات عیسوی کو مثل دیگر آیات کے ثابت کر رہی ہے۔ ولکن التعصب اذا تملک اهلک اور لفظ ''متوفی'' کے مشتقات سے مرزائیوں کی سند لانی باطل ہے۔ کیونکہ یہ مادہ موت کے معنی میں خاص نہیں کیونکہ ''توفی'' کا معنی قبض کرنا بھی ہے۔ اور قبض، موت سے بھی ہوتا ہے۔ اور صعود سے بھی۔ جلالین کے حاشیہ میں ابن حزم کا قول جو کہ موت کا نقل کیا ہے اسی حاشیہ میں دوسرا معنی بھی موجود ہے اور موت کا قول ضعیف لکھا ہے۔ سو وہ بھی وہ موت ہے جو کہ قبل چلے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بعض علماء کا اعتقاد ہے ظاہر لفظ ''توفی'' کو دیکھ کر وہ عبارت یہ ہے: التوفی هو القبض یقال وفانی فلان درهمی و اوفانی وتوفیتها منه غیر ان القبض یکون بالموت وبالاصعاد۔ فقوله ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ من الدنیا من غیر موت تعیین للمراد وفی البخاری قال ابن عباس ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ ممیتک ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الان.

قال شیخ السلام ابن حجر قد اختلفوا فی موت عیسی قبل رفعه فقیل علی ظاهر الأیة أنه مات قبل رفعه ثم یموت ثانیا بعد النزول وقال متوفی نفسک بالنوم اذ روی انه رفع نائما. (کرمانی) دیکھو ''توفی'' کے مشتقات کا استعمال قرآن شریف میں غیر معنیٰ موت میں ﴿ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّاکَسَبَتْ﴾ ﴿یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾ اس میں بھی مادہ وفات کا موجود ہے۔ حالانکہ موت کا معنیٰ نہیں لیا گیا۔ ﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ دیکھو تیغ غلام گیلانی کو غور سے کہ کیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا فیصلہ تو الحمدللہ مرزا قادیانی نے خود کر دیا ہے کہ وہ خود ہی ''براہین احمدیہ'' میں لکھتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا...... (الخ بلفظہ) قادیانی کے سب کلمہ گو امتی یہی پکار رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور اپنے نبی کا خیال نہیں کرتے کہ اس کا ایسا نکما حافظہ ہے کہ اگلی پچھلی بات اس کو یاد ہی نہیں رہتی کہ اس عبارت بالا میں کیسا صاف امر حق کا اقرار کر لیا ہے۔ مرزائیوں کو ضرور ان پر ایمان لانا چاہیے ورنہ راندہ درگاہ نبی اپنے کے ہوں گے اور کم از کم مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت وحیات میں تردد ضروری ہے۔ (دیکھو رسالہ ''تیغ'' ص۱۲۰ و ص۱۲۱ وغیرہ کو) پس جب کہ موت پر یقین اس کو نہ ہوا تو محض مبہوت اور پریشان ہی رہا ﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ﴾

قولہ: صفحہ۵ میں ہے مخالف مولویوں میں سے بھی جس جس کو کسی قدر فہم ودرایت سے

حصہ ملا ہے ہرگز عندالمقابلہ اس مسئلہ میں بحث کرنا قبول نہیں کرتا۔

الجواب: کاذب لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ارے کاذب کمبخت خود لاہور کی بحث میں تمہارا پیغمبر حاضر ہی نہ ہوا۔ اور امرتسر سے مرزائیوں کو سخت شکست ہوئی۔ اور تمہارا نبی ایسا فرار کر گیا کہ خواب کے اندر بھی ڈرتا رہا۔ خود تم ہی شرماؤ اور گریبان ندامت میں منہ ڈال کر سوچو کہ تم نے بحث مقرر کی اور مدت دراز نیک لوگوں کو اپنا فخر اور شان دکھاتا رہا۔ آخر الامر ''برہمن بڑیہ'' ودیگر ملکوں کے مولوی لوگ جمع ہوئے اور یہ فقیر بھی گیا اور تم اپنی بیت الخلاء سے باہر ہی نہ نکلے۔ جب تمہارے ساتھ بحث کرنے کے لئے یہ فقیر دولت خاں وکیل کے مکان پر گیا تو تم وہاں سے بھی لرزاں وہراساں ہوکر ایسے بھاگے کے تمہارا پتہ نہ چلا۔ اور معمولی عبارت خوانی میں چند غلطیاں تم سے ایسی ہوئیں کہ جس سے حاضرین مکان عام وخاص جان گئے کہ ابتدائی علوم صرف ونحو میں بھی تمہارا استعداد نہیں۔ پھر اسی ناز پر بحث کا نام لیتے ہو۔ واہ، واہ، واہ

قولہ: ص۶ میں: یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ.

الجواب: مفصل اگر دیکھنا چاہتے ہو تو ''تیغ غلام گیلانی'' کے صفحہ ۶۹و۷۰ وغیرہ میں دیکھو۔ مختصراً اب بھی لکھے دیتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ''اے عیسیٰ تحقیق میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں تم کو طرف اپنی''۔ یعنی بعد نزول من السماء کے تم کو تیری طبعی موت دے کر اپنے پاس مکرم کروں گا اور قتل یہود سے جو ذلت کی موت ہے، بچاؤں گا۔ پس ''متوفیک'' میں وعدہ وفات ہے کہ میں تم کو ماروں گا۔ یہ تو نہیں کہ میں نے تم کو مار دیا۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے، ماضی نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ جن کی روایت پر تم کو بہت ناز ہے وہ ''ممیتک'' کا معنیٰ ''متوفیک'' سے نہیں لیتے کما هو مذکور

مفصلاً فی کتابی "تیغ غلام گیلانی" فلیطالع ثمہ۔ اور اگر ان کی رائے یہی مانی جائے کہ وہ "مُتَوَفِّیکَ" کا معنی "ممیتک" لیتے ہیں تو اس بنا پر وہ آیت میں تقدیم وتاخیر کا قول کرتے ہیں۔ اخرج اسحق بن بشر وابن عساکر من طریق جریر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ یعنی رافعک ثم توفیک فی آخر الزمان "تفسیر درمنثور وتفسیر ابن عباس"۔
اور مواضع تقدیم وتاخیر کے قرآن شریف میں "تیغ غلام گیلانی" سے معائنہ کرو۔

"متوفیک" کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت "متوفیک" فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا۔ بلکہ اگر بعد ہزار، دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی "مُتَوَفِّیکَ" کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ "یٰعیسیٰ انی متوفیک الان اوبعد سنة وغیر ذالک" یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو مارنے والا ہوں اب یا برس، دس برس، سو برس کے بعد بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا "متوفیک" صادق ہو جائے گا۔ اور اگر یہ معنی لو کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ابھی تم کو مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں طرف اپنے اور قبل بعثت حضرت محمد ﷺ کے عیسیٰ علیہ السلام کی موت متحقق ہو چکی۔ تو اور آیات واحادیث واقاویل ائمہ عظام وعلمائے کرام کا جواب کیا دو گے جو حیات با آواز بلند ثابت کر رہے ہیں۔ ان سب کو ترک کرنا ہو گا اور تطبیق ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اسی واسطے علمائے مفسرین اور خود حضرت ابن عباس رحمہم اللہ اجمعین تقدیم وتاخیر کے آیت مذکورہ میں قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ ظاہر تر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔

اور بھی سنو "مُتَوَفِّیکَ" میں ضمیر خطاب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور "رَافِعُکَ" میں بھی مخاطب وہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نام جسم مع روح کا ہے۔ اور خطاب بھی اس عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ہے اور وہ زندہ ہے وقت مخاطبہ تو جیسے کہ موت عیسیٰ علیہ السلام پر یعنی اس کے جسم پر آئی ہے "رفع" بھی اسی کے لیے ثابت ہوا۔ تو معنی یہ ہوا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرے بدن کو مار کر پھر تم کو مع بدن اور روح کے اٹھانے والا ہوں حالانکہ جسم کے مرفوع ہونے کا کوئی قادیانی قائل نہیں۔ بلکہ مرزائیوں کے مطابق یہ معنی ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں نے تجھ کو مار کر تیری روح کو سوائے بدن کے اٹھالیا۔ اور یہ پورا معنی خود اس عبارت کا مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کماھو اور اگر معطوف میں ضمیر خطاب سے مراد روح لیا جائے بعلاقہ ذکر کل اور مراد اس سے جزء ہے کما ھو مذھب الجمھور تو کیا وجہ ہے کہ اسم فاعل کو اپنے معنی میں نہیں لیتے اور ظاہر نصوص آیات واحادیث وکلام علماء میں مجاز در مجاز اور تاویل علی التاویل کا بھروسہ لیتے ہیں۔ شاید کہ قادیانی مُلّا میری بات کو تو نہ مانے اب میں وہی معنی پیش کردوں جو اس آیت کا اس کے نبی اور نبی کے مددگار "فاضل نور الدین" نے لکھے ہیں۔ حکیم نور الدین نے کتاب تصدیق "براہین احمدیہ" صفحہ ۸ میں لکھا۔ اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی...... الخ "جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ علیہ السلام میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف"۔ اب خیال کرو کہ اس عبارت میں موت کا ذکر بھی نہیں بلکہ لینے کا ذکر ہے۔ اور لینے کا معنی درست بھی ہے کہ "میں تجھ کو آسمانوں پر اٹھا کر تیرا درجہ بلند کرنے والا ہوں"۔ اور مرزا خود "براہین احمدیہ" میں لکھتا ہے "انی متوفیک ورافعک الی"۔ "اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے

کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا''۔ (بلفظہ صفحہ ۵۵۷) اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ میں لکھتا ہے۔''انی متوفیک و رافعک الی'' ''میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا''۔ بلفظہ یہ دونوں معنی مرزا نے الہام کی برکت سے کئے ہیں۔ اول معنی میں موت یقینی نہیں محض احتمال ہے۔ اور مرزا مقام استدلال میں ہے مستدل کو لزوم چاہئے۔ احتمال سے کام نہیں چلتا جب احتمال پیدا ہوا دلیل باطل ہوئی: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور دوسرے معنی میں موت کا ذکر بھی نہیں کیا بلکہ پوری نعمت کا اور پوری نعمت دینا جب ہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع اس کے جسد کے آسمانوں پر اٹھا کر معزز کیا جائے۔ پس مرزا نے تو خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر ہرگز جزم اور یقین نہیں ہے۔ مولوی نور الدین کا معنی اور مرزا کا دوسرا معنی ہم اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق ہے ہم اسی کو مانتے ہیں اور قادیانیوں کو بھی یہ معنی ماننا چاہے ورنہ مرتد ہوں گے اپنے دھرم اور دین سے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ باطل کی طرف کتنا ہی کوئی شخص اگرچہ زور لگادے مگر حق بات گاہے ماہے اس کی زبان سے بالاختیار یا بلا اختیار نکل ہی جاتی ہے۔ مرزا نے چند سال سے موت عیسیٰ علیہ السلام پر بہت اندھا زور لگایا مگر آخر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علماء اہل سنت وجماعت کی کرامت دیکھو کہ کیسا صاف موافق مذہب مسلمانوں کے معنی کر گیا۔ اسی ''براہین احمدیہ'' میں موجود ہے: عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں۔ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے، وہ سب باتیں کھول دے گا۔ اور ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی﴾ کے متعلق مرزا کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ اس کو دیکھو کہ حیات فی السماء کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اقرار کیا ہے۔ اور اگر مُتَوَفِّیْکَ کا معنی ممیتک لیا جائے تو بھی اہل سنت والجماعت کو مضر نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے

عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اس سے ثبوت موت بالفعل تو نہیں ہوا بلکہ وعدہ موت ثابت ہوا ہے اور اس میں کیا نقصان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خوف گزرا تو پروردگار نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں ہی تم کو مارنے والا ہوں۔ تمہاری موت کے وقت میں یہود کے قتل سے تم مت ڈرو۔ (دیکھو رسالہ ''تیغ'' کو) اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت نہ ہوئی۔

قولہ: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ.﴾ (الآیۃ)

الجواب: اس آیت سے تو خود حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ (دیکھو رسالہ ''تیغ'' کو) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دیا بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ رَفَعَهٗ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام نام روح اور بدن دونوں کا ہے۔ اور مرجع اس کا روحِ عیسیٰ علیہ السلام نہیں جیسا مرزا کہتا ہے کہ مراد اس سے رفع تکریمی روح عیسیٰ کا ہے جیسے کہ شہداء کے لئے رفع تکریمی ہے۔ کیونکہ اس بنا پر عبارت قرآنی اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ ''بل رفع روحه'' اس میں ایک تو یہ کہ بلا ضرورت حذف ماننا پڑتا ہے۔ والمذکور راجح من المحذوف۔ دوسرا یہ کہ کل امت مرحومہ کے اعتقاد کے مخالف ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قولہ: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (الآیۃ)

الجواب: اس آیت کے ذکر کرنے میں نہ ہمارا کوئی نقصان اور نہ قادیانی کا کوئی فائدہ ہے۔ معنی اس کا نہیں سوچا؟ خلود کا ایک معنی مکث طویل یعنی ٹھہرنا بہت عمر تک بلا کسی مقدار معین کے۔ سو یہ معنی تو اس مقام میں کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا ہے۔

کیونکہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے صدہا ہزار لوگوں کو پروردگار نے مکث طویل اور عمر دراز میں بلا کسی مقدار معین کے دنیا میں رکھا۔ اور دوسرا معنی ''خلود'' کا ہمیشہ ابدالا باد رہنا۔ سو یہ معنی درست ہے کیونکہ آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ کسی شخص کے لئے قبل آپ کے اے محمد ﷺ صاحب ہم نے ہمیشہ کا رہنا دنیا میں مقرر نہیں کیا۔ پس کیا اگر آپ فوت ہو جائیں تو وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے یعنی ہمیشہ کوئی نہ رہے گا۔ سو جملہ اہل اسلام اس امر کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ جب ان کی موت کی تاریخ ہوگی ضرور وفات پائیں گے۔ پس اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قولہ: ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًاo اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًاo﴾

الجواب: مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ پروردگار نے زمین کو زندہ اور مردہ لوگوں دونوں کے لئے کافی کیا ہے۔ زندہ لوگ زمین کے اوپر اور مردہ لوگ زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کوئی زندہ شخص عارضی طور پر بھی آسمان پر نہ جائے گا۔ کیا اعتقاد ہے تمہارا؟ اے قادیانی فرقہ کے لوگو! کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں یا نہیں؟ اور اب تک موجود ہیں یا نہیں؟ اور حضرت سرور عالم ﷺ کا معراج مبارک جو اجماعاً ثابت ہے اور جابجا احادیث صحاح کی موجود ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے بھی تم لوگ منکر ہو جیسے کہ تمہارا نبی اس کا انکار کرتا ہے۔ ''**ولیس هذا بمصادرة علی المطلوب**''۔ یہ سوال بھی ملا عبدالواحد خطیب نے اپنے پیغمبر کی کتابوں سے نکالا ہے اور اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں ایک اور سوال بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

سوال: پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ﴾ ''اس

زمین میں تم لوگ زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے'' مرزا اسی حصر سے سمجھا ہے کہ کوئی فرد کسی صورت سے نہ آسمان پر زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں پر مرے گا۔ یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرۂ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرار گاہ اور نہیں تو پھر مسیح ابن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے؟

الجواب: یہ بیان بطریق اصالت ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ عیسیٰ زمین میں زندگانی بسر کریں گے اور اسی میں مریں گے۔ اس میں یہ تو نہیں فرمایا کہ کبھی کسی امر عارضی کے سبب سے بھی کسی دوسرے کرہ میں نہ جائیں گے بلکہ اگر کوئی زمین پر پیدا ہوتے ہی آسمانوں پر اٹھایا جائے اور دو ہزار سال یا دس ہزار سال تک وہاں زندہ رہ کر پھر وقت موت کے زمین پر آ کر مر جائے تو اس پر بھی یہ آیت صادق آئے گی بوجہ اس کے کہ اس کی حیات کچھ قدر اور موت دونوں علی الارض اور فی الارض پائی گئیں۔ **ولعمری هذا ظاهر جدا.**

غرض کہ کرۂ ارضی کا قرار گاہ اور سکونت کی جگہ ہونا بطریق اصالت کے یہ منافی نہیں ہے اور اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جائے۔ دیکھو جیسا کہ ملائکہ کے لئے موطن اصلی اور قرار گاہ طبعی افلاک ہیں۔ پھر بھی باوجود اس کے زمین پر عارضی طور پر سکونت اور آمد و رفت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ ہر قطرۂ بارش کے ساتھ ملائکہ کا آنا، جنگ بدر میں ملائکہ کا آنا واسطے امداد اہل اسلام کے، خود حضرت جبرئیل کا آنا حضرت محمد ﷺ پر۔ فتاویٰ غیاثیہ، ص۱۸۳ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام چوبیس ہزار بار رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی بکثرت نزول ہوا ہے جمیع پیغمبروں۔ اور ہر انسان کے ساتھ جو کثیر ملائکہ مقرر ہیں ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھ وغیرہ سوراخوں پر متعین ہیں، خود منہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے فوراً حضرت ﷺ کے دربار میں

لے جاتا ہے۔ دن کے اعمال رات کو اور رات کے دن کو فرشتے لے جاتے ہیں۔ خود کراما کاتبین جو ہر انسان کے دائیں بائیں مونڈھے پر مقرر ہیں۔ کیا مرزا کو یاد نہیں بعد موت مسلمان کی اس کے ہمراہی فرشتے اس کی قبر پر استغفار اور تسبیح وتہلیل پڑھتے رہتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔ مسجد اور خانہ کعبہ کے اردگرد جو ہزار ہا فرشتے محافظ رہتے ہیں۔ وقت خروج دجال کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور بیت المقدس اور طائف کے اردگرد فرشتے دیوار باندھ کر دجال کو روک لیں گے۔ اگر ساری مثالیں لکھوں تو دفتر عظیم ہوگا مسلمان منصف کو اس قدر کافی ہیں اور بدمزاج، بے دین، عدو المسلمین کو قرآن شریف بھی کافی نہیں۔ اور ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ میں تقدیم ظرف سے جو کہ حصر پایا جاتا ہے کہ اسی زمین ہی میں زندہ رہو گے اور اسی زمین میں تم مرو گے سو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے۔ واما الاختصاص المستفاد من اللام فی "قوله تعالیٰ ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ﴾". فهو اثر للجعل التکوینی الذی له المجعول الیه عارض غیر لازم وفی هذه الصورة یتصور الانفکاک بین المجعول والمجعول الیه کما فی قوله تعالیٰ ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ اذا کان زید یحصل وجه المعاش فی اللیل وینام فی النهار. دلیل عارضی ہونے مجعول الیہ یعنی "حیاة فی الارض" کے قصہ اترنے ابلیس کا اور بعد ازاں پھر چڑھ جانا اس کا بدلیل ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ﴾ اور ﴿فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ﴾ ہے جب کہ ابلیس ملعون نے بعد امر نزول کے پھر آسمان پر جا کر حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا۔ تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ پیدائشی وفطرتی نفخ روح القدس کا ہو یعنی جو آدمی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی

پھونک مارنے سے پیدا ہوا ہو جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ان کا آسمان پر جانا کیسے نادرست ہو سکتا ہے۔ پس اس آیت سے بھی موت ثابت نہ ہوئی۔

قوله: والی غیر ذالک من الایات۔

الجواب: وہ آیات مُلّا جی کے شکم ہی میں پوشیدہ رہ گئیں۔ اگر ذکر کرتا۔ تو ان کا جواب بھی دندان شکن دیا جاتا اور بارہا علماء اہل اسلام نے ایسے جواب دیئے ہیں کہ اب تک تین سو تیرہ ۳۱۳ مرزائیوں سے اس کا غلط جواب بھی نہ ہو سکا۔ جس شخص نے مسلمانوں کی کتابیں دیکھی ہیں وہ اس کو خوب جانتا ہے۔

قوله: اور احادیث میں بھی حیات عیسوی کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وفات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

الجواب: "لعنة الله علی الکاذبین الدجالین" عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی احادیث متواتر المعنی ہیں۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے جمیع علمائے امت وائمہ ملت نے تسلیم کیا ہوا ہے روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔ مگر جن پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اور جو شقی ازلی اور قرآن وحدیث کے دشمن اور انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو بلاف وگزاف شیطانی فوق جانتے ہیں وہ اندھے ہوگئے ہیں۔ شعر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمہ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ "تیغ" کو دیکھو تا کہ جہالت کا پردہ اٹھ جائے اور کچھ قدر تمہاری تردید کے ضمن میں اس کتاب میں بھی مذکور ہے۔

قوله: چنانچہ ذیل میں بطور نمونہ کے تین حدیث کے ٹکڑے ہم نقل کرتے ہیں۔

۱..... قال ﷺ فاقول کما قال العبد الصالح ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّادُمْتُ

فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ یہ حدیث بتمامہ صحیح بخاری میں ہے۔

۲..... قال ﷺ فاخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائة سنة یہ حدیث بروایت حضرت عائشہ صدیقہ مستدرک حاکم وطبرانی میں موجود ہے۔

۳..... ''قال ﷺ کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعهما الا اتباعی''. یہ حدیث بایں لفظ بہت کتابوں میں موجود ہے مثل تفسیر ابن کثیر وفتوحات مکیہ والیواقیت الجواہر وغیرہ وغیرہ۔

اقول: بے علمی بھی بری بلا ہے۔ ملا جی فقط عبارت کتابوں کی سوائے فہم مطلب کے لکھ مارتا ہے اور وہی عبارت اس کے منہ پر الٹی ماری جاتی ہے۔ ملا جی نے تین ٹکڑے تین حدیث کے بیان کئے ہیں۔ پس یہ بھی بالترتیب یکے بعد دیگرے جواب دیتا ہوں اور انہی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کرتا ہوں۔ ناظرین کو غور وانصاف سے ملاحظہ فرمانا چاہئے:

اول: ٹکڑے کا جواب مفصل ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' میں ہے۔ یہاں بقدر کفایت بیان کرتا ہوں۔ اول قادیانی کا مطلب بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کے اس اول ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قبل رسول ﷺ کے فوت ہوگئے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جب روز قیامت کے پروردگار مجھ سے میری امت کے اعمال کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں جواب میں وہ بات عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہی ہے۔ یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تم نے کہا تھا کہ نصاریٰ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا مانیں تو

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ (اور تھا میں ان پر حاضر اور ان کا نگہبان جب تک کہ میں ان کے اندر تھا اور جب کہ وفات دی تو نے مجھ کو تو تو ہی تھا نگہبان ان پر) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کہوں گا اپنی امت کے ناجائز افعال کی نسبت جو انہوں نے میرے بعد کئے ہوں گے۔ مرزا اس طور پر ترجمہ کرتا ہے، اس وجہ سے کہ ''فاقول کما قال العبد الصالح'' میں لفظ ''قال'' صیغہ ماضی کا ہے۔ رسول اللہ سے قبل یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ روز قیامت کا نہیں بلکہ دنیا ہی کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے کے بعد اس کی روح نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کی ہے۔ پس ''قال'' کی ماضویت بہ نسبت زمانہ حضرت علیہ السلام کے لیتا ہے اور ''توفیتنی'' کا معنی موت کا (مارا ہے تو نے مجھ کو) لیتا ہے۔

اول جواب: اس بنا پر کہ قال بمعنی یقول ہے۔ اور توفیتنی کا معنی موت حقیقی کی تقدیر پر اور یہ واقعہ بروز حشر ہوگا۔ معنی یہ ہوا کہ ''کہے گا عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر یا اللہ جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا تو ان کے اقوال وافعال پر حاضر اور نگہبان رہا اور جب کہ تو نے مجھ کو وفات دی بعد اتر آنے کے آسمان سے تو اس وقت تو خود ہی ان پر نگہبان تھا''۔ پس اب کہ تحقق موت کا مسیح ابن مریم کے لئے بعد النزول ہوگا تو ''توفیتنی'' کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے خود ہی ہو جائے گی۔ اور چونکہ بروز حشر جواب وسوال یقینی ہے لہٰذا ''یقول'' کی جگہ جو کہ صیغہ مضارع کا ہے ''قال'' صیغہ ماضی لایا گیا تاکہ تحقق واقعہ پر دلالت کرے اور ماضی بمعنی مستقبل قرآن شریف میں بقرینہ سیاق وسباق بہت جگہ آیا ہے چنانچہ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ تفسیر خازن میں ابن عباس سے روایت ہے: یکور اللہ الشمس والقمر یوم القیامة ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ﴾ قال الکلبی

وعطاء تمطر السماء یومئذ فلایبقی نجم الا وقع اور ایسے ہی اس کے بعد کلمات اس سورہ مبارک کے اگرچہ بصورت ماضی ہیں مگر معنی ان کا مضارع کا ہے۔ دیکھو ﴿اِذْتَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا﴾ میں ماضی "تبرأ" بمعنی مضارع مستقبل ہے کیونکہ یہ براءت حشر کے دن ہوگی۔ اور حدیث شریف میں بہت جگہ ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے۔

صحیح بخاری شریف ص ۳۱۶ میں کتاب المساقات سے دو تین حدیثیں قبل ایک حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس میں "استاذن" ماضی صیغہ ماضی مضارع "یستاذن" لیا گیا ہے۔ بقرینہ فیقول اللہ تعالیٰ کے پوری حدیث یہ ہے۔ عن ابی هريرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوما یحدث وعنده رجل من اهل البادية ان رجلا من اهل الجنة استاذن ربه فی الزرع فقال له الست ......(الخ) اور خود عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث موجود ہے کہ جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پگھل جائے گا جیسا کہ قلعی پگھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں صیغہ ماضی کا فرمایا گیا ہے مراد اس سے مستقبل ہے۔ وہ عبارت یہ ہے: ذاب کما یذوب الرصاص.

صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مسح الغبار فی سبیل اللہ میں پہلی حدیث میں جو یہ عبارت ہے: ویح عمار تقتله الفئة الباغية عمار یدعوهم الی الله ویدعونه الی النار۔ اس پر علامہ عینی ص ۵۵۹، جلد ۶ میں فرماتے ہیں: العرب تخبر بالفعل المستقبل عن الماضی اذا عرف المعنی کما تخبر بالماضی عن المستقبل ......(الخ) باب الجہاد باب جوائز الوفد میں ہے: فقالوا أ هجر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم میں ماضی یعنی مستقبل ہے۔ أی یهجر من الدنیا واطلق لفظ الماضی لما رأو فيه من علامات الهجرة عن دار الفناء ......(الخ) حاشیہ بخاری۔

قرآن شریف میں پورا کلام اس مقام کا یہ ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ○ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○﴾

تفسیر خازن میں ہے قوله عزوجل. ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ وقال سائر المفسرين انما یقول الله له هذا القول یوم القیامة بدلیل قوله ﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ ﴿وَذٰلِکَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ یہاں جب کہ "قال" کو بمعنی مستقبل لیا تو یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ "اذ قال اللّٰه" میں "اذ" کی اقتضا تو یہ ہے کہ مدخول اس کا ماضی رہے تو جواب دیا کہ "اذ" بمعنی "اذا" ہے۔ جواب کی عبارت یہ ہے: واجیب عن حرف اذ بانها قد تجیء بمعنی اذا کقوله ﴿وَلَوْ تَرٰی اِذْ فَزِعُوْا﴾ یعنی اذا فزعوا۔ وقال الراجز شعر

ثم جزاک الله عنی اذ جزی　　　جنات عدن فی السمٰوات العلیٰ

اور مدارک وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ ﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ

﴿الصَّادِقِینَ﴾ کے متعلق ہے خازن میں کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ دن قیامت کا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کہ روز قیامت کے قبر سے اٹھیں گے تو کہیں گے۔ یہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے قصہ کیا ہے۔ ﴿اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ......الخ﴾ (الآیۃ)

تفسیر جلالین میں بھی ''قال'' کو بمعنی ''یقول'' لیا ہے: واذکر ﴿اِذْ قَالَ﴾ ای یقول ﴿اللّٰہُ یٰعِیسٰی﴾ فی یوم القیامة توبیخاً لقومه۔ کمالین میں ہے الماضی بمعنی المضارع علی طریق قوله تعالیٰ ﴿وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ نادیٰ بمعنی ینادی ہے۔ اور امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے کہ آیت کریمہ ﴿اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیسٰی ابْنَ مَرْیَمَ......الخ﴾ میں قال بمعنی ''یقول'' ہے۔ جیسا کہ فاقول کما قال العبد الصالح میں ''قال بمعنی یقول'' ہے۔ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ سے مراد موت ہے۔ مگر وہ موت جو بعد النزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوگی۔

امام بخاری کتاب التفسیر باب میں قوله ﴿مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَةٍ......الخ﴾ کے اذ قال اللہ میں قال کو بمعنی یقول کہتے ہیں۔ مگر وہ اذ کو صلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں۔ گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جواب پہلے ہو چکا ہے۔ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ خبر دیتا ہے کہ عیسیٰ مر چکے ہیں بلکہ ''واذ قال اللہ'' میں قال بمعنی یقول کے ہے۔ اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا۔ جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ ''فلما توفیتنی'' کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ کہا قیامت کے دن۔ اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں ایسے دن ہوں گی جس میں

سچوں کو سچائی نفع دے گی۔ ﴿هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ﴾ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پروردگار جب روز قیامت کے مجھ سے فرمائے گا کہ اے محمد ﷺ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب یعنی امت کے لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے بعد تیرے تو میں اس کے جواب میں بندۂ صالح عیسیٰ علیہ السلام کا قول عرض کروں گا کہ ﴿وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ﴾ اور میں ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے بیچ تھا پھر جبکہ مار دیا تو نے مجھ کو تو تو ہی ان پر نگہبان رہا''۔

اس حدیث میں کما قال العبد الصالح میں ''قال'' بمعنی ''یقول'' ہے اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ سے معنی موت کا ہوا مگر وہ موت جو بعد النزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگی۔ جس کے سارے اہل اسلام صحابہ کرام سے لے کر آج تک قائل ہیں۔ پس امام بخاری بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول مسیح بن مریم کا ہی قائل ہے نہ اس کے کسی مثیل کا۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنی ''تاریخ کبیر'' میں بھی فرمایا ہے جس کو علامہ سیوطی نے تفسیر ''درمنثور'' میں ذکر کیا ہے: واخراج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا......الخ

اب ذرا بخاری کے محشی امام بدرالدین عینی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ باب ﴿وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا......الخ﴾ ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ......الخ﴾ لما یخاطب اللہ به عبده ورسوله عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام مما عملا له یوم القیامة من اتخذه وامه الهین من دون اللہ

تهديدا للنصارىٰ وتوبيخا وتقريعا على رؤس الاشهاد. هكذا قال قتاده وغيره ......الخ امام بخاری کے اس قول ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ يقول (قال الله واذ ههنا صلة) پر عینی فرماتے ہیں۔ اشاربه الى قوله تعالىٰ ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ﴾ وان لفظ "قال" الذى هو ماضى بمعنى "يقول" المضارع لان الله تعالىٰ انما يقول هذا القول يوم القيمة وان كلمة اذ صلة اى زائدة وقال الكرمانى لان اذ للماضى وههنا المراد به المستقبل قلت اختلف المفسرون هنا. فقال قتادة هذا خطاب الله تعالىٰ لعبده ورسوله عيسىٰ ابن مريم عليهما السلام يوم القيمة توبيخا وتقريعًا للنصارى......الخ اختلاف فقط اس میں ہے کہ آیا یہ جواب وسوال قیامت کو ہوگا یا وقت آسمان پر جانے کے ہو چکا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ اس سے ثبوت موت فی الحال نہیں اور نہ کسی کو مضر ہے بلکہ اختلاف کی دوسری شق سے تو رفع بجسده على السماء ثابت ہوتا ہے۔ اور "علامہ سندی" اس پر فرماتے ہیں۔ کہ "قال" بمعنى "يقول" ہے۔ اور "اذ" عبارت میں زائد ہے۔

قوله ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ يقول(قال الله واذ ههنا صلة)اعلم ان قوله يقول تفسير لبيان ان الماضى بمعنى المضارع وقوله "قال" الله لبيان ان "اذ" زائدة ثم صرح بذالك بقوله و"اذ" ههنا صلة كافة قال. قال فى اذ "قال الله" بمعنى "يقول" واصله قال الله و"اذ" زائدة والله تعالىٰ اعلم. انتهى

اور امام بخاری نے جو کہ اسی جگہ میں "مُتَوَفِّيكَ" کا معنی ابن عباس سے "مميتك" لکھا ہے تو اس میں وعدہ موت ہوا، بالفعل موت ثابت نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے کہ "اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں نہ یہود"۔ اور اظہار اس امر کا

ہے کہ "عیسیٰ نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا"۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے وقت موت میں مارے گا اور جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سمجھ جائیں کہ مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت ﷺ کے اثر موت سے متاثر ہوں گے۔ امام بخاری کا صاف یہی مذہب ہے کہ یہ سوال وجواب حشر کے دن ہوگا۔" كما يدل عليه قوله تعالىٰ ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ......الخ﴾ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ﴾ حکایت ہے وفات بعد النزول سے اور حدیث (اقول كما قال العبد الصالح) میں "قال" بمعنی "يقول" ہے۔ اگر امام بخاری کا یہ مذہب نہ ہوتا تو "قال" کو بمعنی "يقول" اور "اذ" کو زائد کہنے اور ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ کے لانے کی کیا وجہ تھی اور موت کو زمانہ ماضی میں کیوں نہ ثابت کرتے۔ خود امام بخاری کا باب "نزول عیسیٰ" کا باندھنا اور اس کے آنے کو قیامت کی نشانیوں سے ٹھہرانا اور اس زمانے میں ایک سجدہ کا دنیا اور دنیا کے اسباب سے اچھا ہونا۔ اور ان کا رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہونا۔ اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا اور اہل کتاب سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرنا یہ صاف کہہ رہا ہے کہ امام بخاری کا مذہب موافق مذہب کل امت مرحومہ کے ہے۔

بڑا احمق اور اندھا اور گمراہ ہے جو امام بخاری کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور ان کا مثیل آیا۔ ان احادیث وآیات وتفاسیر میں تو عیسیٰ بن مریم ہی کے دوبارہ زمین پر زندہ باصلہ آنے کی خوشخبری ہے۔ مرزائی لوگ کسی ایک ضعیف حدیث ہی سے ثابت کر دیں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے مراد اس کا مثل ہے۔ خالی زبانی باتیں بکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام دے دے۔ افسوس! کہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہیں مگر موقوف ہونا جزیہ کا یا بہتر ہونا ایک سجدہ کا تمام دنیا سے وغیرہ وغیرہ اب تک کوئی نشان ثابت نہ کر سکے۔

زیادہ تحقیق اس مقام کی جناب فضیلت مآب فاضل گولڑوی کی تصنیفات میں موجود ہے، اس میں دیکھو۔

جواب دوم: اس بنا پر کہ آیت ﴿اِذْقَالَ اللّٰهُ...... الخ﴾ میں ''اذ'' زائد نہیں اور ''قال'' ماضی بھی اپنے ہی معنی میں ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سے قبل درمیان باری تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے یہ جواب وسوال ہو چکا ہے۔ مگر (تَوَفَّيْتَنِي) ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ''رفعتنی'' ہے۔ معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''کہ جب مجھ سے پروردگار میری امت کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں وہ عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام نے بروقت زندہ اٹھ جانے کے آسمان پر عرض کی تھی۔ وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ 'یا اللہ میں اپنی امت پر نگران تھا جب تک کہ ان میں موجود تھا اور جب کہ اٹھالیا تو نے مجھ کو یا اللہ آسمان پر تو تو خود ہی ان کا نگران تھا''۔

قرآن شریف میں اکثر جگہ ''توفی'' کا معنی موت یا نیند ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں بمعنی موت نہیں بلکہ بمعنی ''رفعتنی'' ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ''جب کہ اٹھالیا تو نے مجھ کو''۔ یہ معنی بہت کتابوں میں موجود ہے۔ جس میں صاف رفع جسمی مسیح بن مریم کے لئے ثابت ہوتا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ عبداللہ بن عباس ہی کی روایت نقل کردوں تا کہ ملّا جی کو گریز کا راستہ نہ ملے۔ کیونکہ ''ھدایة المھتدی'' کے اخیر میں کسی ہندوستانی شاعر کی نظم جو ملّا جی نے لکھی ہے، اس میں خود ابن عباس سے سند لی ہے۔

وہ شعر یہ ہے۔ شعر

فرزند عم مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کیا — دیکھے جسے ہو شک ذرا کیا ہے بخاری میں رقم

اس فرزند عم مصطفیٰ سے عبداللہ بن عباس مراد ہیں۔ اور ملّا جی کے قادیانی نبی نے

تو جا بجا عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے اور ان کو افقہ الناس لکھا ہے وہی عبداللہ بن عباس جنہوں نے اگرچہ بخاری میں مُتَوَفِّيكَ کا معنی ممیتک میں ''تیرا مارنے والا ہوں'' لیا ہے۔ جس سے فقط وعدہ موت ثابت ہوتا ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی فلما رفعتنی لیتے ہیں۔ موت کا معنی نہیں لیتے اب امید ہے کہ مرزائی لوگ ابن عباس کا معنی تو مان ہی لیں گے۔ اپنے نبی کا اتباع کر کے دیکھو تفسیر درمنثور میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے متعلق ''رفعتنی'' کا معنی مروی ہے: اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتهم ﴿وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ﴾ ای من ترکت منهم ومدفی عمره۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام حتی اهبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوک واقروا انا عبید وان تغفرلهم حیث رجعوا عن مقالتهم ﴿فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (درمنثور)

خیال کیجئے! ابن عباس کے قول ''ومد فی عمره'' کو جس سے واضح طور پر درازی عمر عیسیٰ بن مریم کی اور اترنا اس کا آسمان سے زمین پر ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر خازن، جلد اول، ص۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ یعنی فلما رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت. ۸۲نمبر کی حدیث میں یہ عبارت موجود ہے۔ اور ایسا ہی ''تفسیر عباسی'' میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی ''فلما رفعتنی'' مذکور ہے۔ اور ''بخاری کی عینی'' میں یہ معنی بھی نقل کیا ہے: وقال السدی هذا الخطاب والجواب فی الدنیا وقال ابن جریر هذا هو الصواب وکان ذالک حین رفعه الی السماء الدنیا...... الخ۔

"تفسیر خازن" ص ۵۰۷ میں متعلق قول باری تعالیٰ: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ...... الخ﴾ کے ہے: اختلف المفسرون فی وقت هذا القول فقال السدی ﴿قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى﴾ هذا القول حين رفعه الى السماء بدليل ان حرف "اذ" يكون للماضى۔ اور ص ۵۰۹ میں ہے: وهذا القول موافق لمذهب السدی حيث يقول ان هذا المخاطبة جرت مع عيسى عليه السلام حين يرفع الى السماء مگر سدی کا قول جمہور کے مخالف ہے۔ جمہور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ جواب وسوال بروز قیامت ہوگا۔ اسی عبارت کے بعد مذکور ہے: وقال سائر المفسرين انما يقول الله له هذا القول يوم القيامة أما على قول جمهور المفسرين أن هذا السوال انما يقع يوم القيامة.

"ثانی ٹکڑے" حدیث کا جواب یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس طور پر روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے...... الخ۔ پس پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھالئے گئے۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر وتواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جائے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فساد مضمون کا منجملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث موضوع ہے۔ دیکھو اصول حدیث کو۔ اور "حاکم کا مذہب" تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں زندہ آسمان پر چلے جانے کا قائل ہے۔ جیسا

کہ "درمنثور، جلد ثانی، ص ۳۶ میں ہے: واخرج ابن سعد واحمد فی الزهد والحاكم عن سعيد بن المسيب قال رفع عيسى ابن ثلث وثلثين سنة...... (انتهى) پھر بی بی عائشہ صدیقہ کی طرف جو موضوع حدیث ہے، لانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مگر یہ حاکم کا تساہل ہے اور حاکم تساہل میں مشہور ہے۔ "فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث" میں ہے: وكالمستدرك على تساهل منه فيه بادخاله فيه عدة موضوعات حمله على تصحيحها أما التعصب لما رمى به من التشيع وأما غيره فضلًا عن الضعيف وغيره بل يقال أن السبب فى ذلك أنه صنّفه فى آخرعمره وقد حصلت له غفلة وتغيرًا وأنه لم تيسرله تحريره وتنقيحه ويدل له ان تساهله فى قدر الخمس الاول منه قليل جدا بالنسبة لباقيه. نعم هو معروف عند اهل العلم بالتساهل فى التصحيح والمشاهدة تدل عليه...... الخ اور طبرانی میں تو خود یہ موجود ہے کہ بہشت میں لوگ داخل ہوں گے تینتیس (۳۳) برس کی عمر پر جو کہ میلاد ہے عیسیٰ علیہ السلام کی۔ قبل "رفع" کے۔ دیکھو "بدور السافرہ" ص ۲۷۳ پر کہ طبرانی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔

"تفسیر درمنثور" میں ہے: اخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبدالله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم مع رسول الله ﷺ فيكون قبره رابعا۔ حاکم اور طبرانی دونوں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان رہے ہیں۔ اگر ملاّ جی حیا ہو تو مان لو۔ اور امام مہدی کے آنے کا بھی امام طبرانی قائل ہے اس نے اس کے اثبات میں حدیث نقل کی ہے۔ جس کے آخر میں کہا ہے: رواه جماعة عن ابى بكر الصديق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "یارسول اللہ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا کسی غیر سے؟

فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کردے گا'' رواہ الطبرانی، رواہ ابونعیم فی الحلیۃ اور طبرانی نے اور علامات امام مہدی کی بھی بیان کی ہیں۔ (دیکھو''رسالہ تنخ ص ۱۰۷'' کو)

تیسرے ٹکڑے کا جواب: ''اول جواب'' یہ کہ یہ حدیث بعض ناقدین حدیث کے نزدیک غیر ثابت ہے۔ کمافی اصول الحدیث۔

''دوسرا جواب'' یہ کہ برتقدیر ثبوت کے مقید بقید فی الارض ہے یعنی حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے: لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین فی الارض لما وسعھما إلا اتباعی یعنی ''اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے زمین پر تو ان کو جائز نہ ہوتا مگر میری اتباع''۔ مگر چونکہ وہ دونوں زندہ فی الارض نہیں ہیں لہٰذا اتباع فی الارض اس وقت منتفی ہے یعنی دونوں زندہ ہیں مگر زندہ زمین پر نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگرچہ بظاہر فوت ہوگئے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی عنداللہ زندہ ہیں۔ جیسا کہ اور اولیاء کما ورد ان اولیاء اللہ لایموتون بل ینقلون من دار الفناء الی دار البقاء۔ اور ان دونوں پیغمبروں کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ دونوں نبی آخر کے اولوالعزم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں مگر زندہ فی الارض نہیں بلکہ آسمان پر زندہ ہیں۔ جو لوگ حدیث کو صحیح مانتے ہیں وہ ''فی الارض'' کی قید ضرور لگاتے ہیں۔ اگر برہمن بڑیہ کا ملّاجی نہ مانے تو اس کے قادیانی مذہب کے جید عالم ثقہ ملقب بہ فاضل سید محمد احسن امروہی کی کتاب سے ثابت کردوں۔ اور سبحان اللہ غرائبات زمانہ سے ہے کہ مرزائیوں کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے جمہور اہل اسلام کی بات مانی جاتی ہے۔ اس سید محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب ''شمس بازغہ'' کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے: دربارہ اثبات موت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہی آیت قرینہ ہے

حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین...... (الخ) جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر۔

اقول: چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کردی ہے جیسا کہ کچھ گزرا اور اب بھی بیان ہوگا۔ لہٰذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں، حیات مسیح پر مضر نہیں۔ کیونکہ جب کہ صاحب فتوحات نے حدیث مذکور میں لفظ ''حیین'' کو ''مقید بحیاۃ فی الارض'' ٹھہرایا تو بمقتضی کلمۂ ''لو'' کے، اتباع موسیٰ وعیسیٰ کا شرع محمدی کے لئے منتفی ہوا۔ اس لئے کہ موسیٰ وعیسیٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث مذکور سے صرف یہی مفہوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام بوقت بولنے آنحضرت ﷺ کے اس حدیث کو زندہ زمین پر موجود تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں۔ ''تفسیر ابن کثیر'' میں اس حدیث کا یہی معنی لیا ہے جو بیان ہوا۔ کیونکہ اس تفسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان پر جانا اسی خاکی بدن کے ساتھ واضح ثابت کیا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲۹ کو اور ۳۷ کے بعد کی عبارت کو۔

اور شیخ اکبر نے ''فتوحات'' کے ۳۶ باب میں ابن عمر کی حدیث مرفوع جس میں نضلہ انصاری کا ذکر ہے حیات مسیح کو صاف ثابت کیا ہے اور بڑی قوت سے کہ جس سے چار ہزار اصحابی کا اجماع حیات مسیح پر ثابت ہوا ہے اور اس حدیث سے اول ۳ سطر پر فرمایا کہ ہمارے موجودہ زمانے میں ایک جماعت زندہ ہے عیسیٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے وفی زماننا الیوم جماعة أحیاء من اصحاب عیسیٰ والیاس...... الخ اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں حدیث معراج میں لکھتے ہیں کہ ''جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آسمان میں تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن اصلی کے ساتھ وہاں تھے۔ کیونکہ وہ اب تک مرے نہیں بلکہ اٹھالیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی طرف اور اس میں اس کو ٹھہرایا ہے۔

اوراس آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حاکم بنایا ہے اور وہ ہمارا اول مرشد ہے کہ جس کے ہاتھ پر ہم نے رجوع کیا ہے اور اس کو ہمارے حال پر بڑی عنایت ہے۔ ہم سے ایک ساعت بھی غافل نہیں رہتا۔'' عبارت یہ ہے: **فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام بجسده عینه فانه لم یمت الی الان بل رفعه الله الی هذه السماء واسکنه بها وحکمه فیها وهو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیه وله بنا عناية عظیمة لایغفل عنا ساعة واحدة۔**

اسی فتوحات کے باب ۵۷۵ میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی کرامت میں سے ہے یہ بات ہے کہ پروردگار نے ان کی امت سے رسول کئے پھر خاص کیا رسولوں سے اس کو جس کی نسبت انسان سے بعید تھی۔ پس نصف اس کا ہوا انسان اور دوسرا نصف اس کا ہوا روح پاک فرشتہ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے ہبہ کیا اس کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو بی بی مریم کے لئے بشر کر کے اور اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف پھر اس کو اتارے گا درحالیکہ وہ پروردگار کا ولی ہوگا، خاتم الاولیاء ہوگا، آخر زمانہ میں حکم کرے گا۔ محمد ﷺ کی امت میں ان کے شرع کے ساتھ عبارت یہ ہے: **اعلم وفقنا الله وایاک ان من کرامة محمد ﷺ علی ربه ان جعل من امته رسلًا ثم انه اختص من الرسل من بعد نسبة من البشر فکان نصفه بشر اونصفه الاخر روحاً مطهرا ملکا لان جبرئیل علیہ السلام وهبه مریم علیها السلام بشرا سویا رفعه الله الیه ثم ینزله ولیا خاتم الاولیاء فی آخر الزمان یحکم بشرع محمد ﷺ فی امته ......الخ۔**

فتوحات کے ص ۷۳ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے بعد رسول اللہ ﷺ کے تین رسولوں کو انکے جسموں کے ساتھ اس دار دنیا میں اور باقی رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس اور حضرت خواجہ خضر علیہما السلام کو اور یہ دونوں پیغمبروں میں سے ہیں۔ اور نزول

عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ اجماعی ہونا ثابت فرمایا۔ اسی باب ۷۳ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے میں کوئی خلاف ہی نہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے: **وانه لا خلاف انه ینزل فی آخر الزمان......(الخ)** اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں ہے عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرے بلکہ ان کو اٹھالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کی طرف: **فانه لم یمت الی الان بل رفعه الله الیه الی هذا السماء۔** اسی شیخ اکبر نے فتوحات میں اور بھی کئی جگہ تصریح کردی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمانوں میں زندہ ہیں جیسے کہ الیاس اور خضر علیہ السلام۔ برہمن بڑیہ کے مُلّا جی نے فتوحات کو شاید کہ دیکھا نہیں ہے۔ فقط کسی مرزائی غلط نویس، دھوکہ باز، ابلہ فریب کے کسی رسالہ کی بے سروپا عبارت کو دیکھ کر فتوحات کا نام لے لیا۔ مُلّا جی نے جانا کہ فتوحات نایاب ہیں، کسی کے پاس نہ ہوں گی، حوالہ دیکر جاہلوں میں نام کرلوں گا۔ اور تفسیر ابن کثیر کی عبارت مفصل قبل اس سے گزر چکی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے اس جسم عنصری کے ساتھ مقر ہیں۔ اور اسی کے مثبت اور مدعی ہیں۔ پس مرزائیوں کی بات کذب ثابت ہوئی۔ **فلعنة الله علی الکاذبین۔**

اور ''الیواقیت والجواہر'' کی عبارت اگر مُلّا جی لکھتے تو اس کا جواب بھی اسی طور سے دنداں شکن دیا جاتا۔ یہ حوالہ بھی مُلّا جی کا بفضلہ تعالیٰ دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اور

قوله: وغیرہ وغیرہ اقوال اگر مُلّا جی کتاب کا نام بجائے وغیرہ وغیرہ کے لکھتا تو ہم ان کتابوں کو دیکھ کر اس کا رد دیتے۔ مگر یہ مُلّا جی کی محض مکاری اور ابلہ فریبی ہے۔ بعضے بے علم لوگ ایسے ہی کاذب حوالہ دے دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کی بے علمی کا ایک قسم کا پردہ ہوا کرتا ہے۔ شعر

نہیں کھلتا ہے کوئی بھید تیری اس وغیرہ کا یہی پردہ ہے بے علمی کا نواچنوا خیرا کا

قولہ: اور مدت دراز سے مخالف مولویوں کو اشتہار دیا گیا ہے کہ اگر کسی قسم کا بھی اگرچہ موضوع ہو ایک حدیث یہ لوگ کسی کتاب حدیث سے نکال کر دکھا سکیں، جس میں صریح مذکور ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم عنصری (یعنی خاکی) آسمان میں چلے گئے تھے اور اب تک وہ زندہ ہیں اور پھر وہ کسی وقت اس دنیا میں رجوع کریں گے تب ان کو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر آج تک کسی سے نہ ہو سکا کہ اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت کر سکے، چہ جائے کہ حاصل کر لے۔ (ہدایۃ المہدی، ص۷)

اقول: کیسا صاف جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کاذبوں دروغگوؤں پر بلکہ مدت دراز سے مرزا کے دعوی باطل کی ابتدا ہی سے صدہا کتابیں، صدہا رسالہ جات مرزا کی تردید میں چھپ چکے اور بکثرت صحیح احادیث اس امر کی دکھائی گئیں۔ مگر منکروں نے اپنے آپ کو صاف اندھا کر لیا۔ انبیاء علیہم اسلام سے منکر لوگ معجزات دیکھا کرتے تھے اور پھر انکار کر جایا کرتے تھے۔ ملک پنجاب وہند وسندھ وخراسان وغیرہ ملکوں میں تو روز روشن سے زیادہ روشن ہے کہ قادیانی صحیح احادیث اور کتب احادیث کو نہیں مانتا اور بارہا بحث معین کر کے فرار کر گیا۔ مگر ملا عبدالواحد برہمن بڑیہ کا جانتا ہے کہ بنگالہ میں قادیانی کی کفر اور فرار اور بے علمی کے بارے میں شہرت نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے ایسا بک دیا۔ اب اگر اس کا ایمان رواجی ہے اور اپنی بات کی کچھ قدر غیرت بھی ہے۔ تو میں اس طفل مکتب کو چند احادیث اس امر کی بتاتا ہوں، جن سے اس کی جہالت کا پردہ کھل جائے۔

اب دل کے کانوں کا پردہ کھول کر مُلّا جی سنو اور بیس ہزار روپیہ کی فکر کرو، ورنہ منافقانہ کلام سے توبہ کرو۔ تفسیر ابن کثیر کی عربی عبارت کا مطلب بیان کرتا ہوں۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکان کے چشمہ سے باہر نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، بارہ حواریوں کے پاس آئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور پھر ساتھ میرے درجہ میں بہشت کے اندر رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ بیٹھ جا اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی۔ یعنی بعینہ مثل عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہوگیا باذن پروردگار۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جان کر سولی پر قتل کر دیا...... الخ

اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کی طرف۔ قال ان ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد اللّٰه تعالیٰ ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلاً من الحواریین[1] یعنی فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماءً فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی

[1] حواریوں کے معنی مددگار ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ کون لوگ تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ مچھلی پکڑنے والے لوگ تھے۔ بعض نے کہا کہ رنگریز یعنی دھوبی لوگ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ امیر لوگ تھے...... الخ۔ (کتاب السمعیات)

ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد
علیهم فقام ذالک الشاب فقال انا فقال هوانت ذاک فالقیٰ علیه شبه
عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من
الیهود فاخذو الشبه فقتلوه ثم صلبوه فکفربه بعضهم اثنی عشر مرة بعد
ان اٰمن به وافترقوا ثلث فرق فقالت فرقة کان اللّٰه فینا ماشاء ثم صعد الی
السماء وهولاء الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا ابن اللّٰه ماشاء ثم رفعه الله
الیه وهولآءِ النسطوریة وقالت فرقة کان فینا عبد اللّٰه ورسوله ماشاء الله
ثم رفعه اللّٰه الیه وهؤلاء المسلمون فتظاهرت الکافرتان علی المسلمة
فقتلوها فلم یزل الاسلام طامسا حتّٰی بعث اللّٰه محمد ﷺ۔ تفسیر ابن کثیر اور
روایت کیا ہے اس حدیث کو امام نسائی نے بھی ابی کریب سے اور انہوں نے ابی معاویہ سے
مثل طریق مذکور کے۔ اور اسی طرح ذکر کیا ہے بہت علمائے متقدمین نے۔

۲......اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد
رضی اللہ عنہ سے کہ یہودیوں نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے
تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ
آسمان پر اٹھالیا۔ (درمنثور)

۳......حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے تابعی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے، مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی
قتل کیا گیا۔ (درمنثور)

۴......روایت کیا ہے ابن جریر نے سدی تابعی سے جو شاگرد ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہ

فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان
میں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ایک شخص پر ڈالی گئی۔ یہود نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور
عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ یہ مضمون ہے پروردگار کے اس قول پاک کا: ﴿وَمَکَرُوْا
وَمَکَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ﴾ یعنی ''یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے
کا حیلہ اور مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مکر کی سزا دی اور اللہ تعالیٰ عمدہ سزا دینے والوں
سے ہے''۔

۵......واخرج ابن جریر عن ابن مالک ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ
بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال ذالک عند نزول عیسی ابن مریم ولا یبقی احد من اهل
الکتاب الا آمن به. نزول سے مراد نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ اس کے غیر
میں آسمانوں پر جانا جابجا مذکور ہے اور قرینہ دوسرے معنی کے ہونے کا موجود ہے۔ جس کو
اس جگہ معنی غیر نزول سے دھوکہ لگا ہے اور جو نزول من السماء مراد نہیں لیتا وہ پورا
جاہل ہے۔

۶......اور اخراج کیا عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن
علی بن ابی طالب سے آیت مذکور کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوتڑ پر
ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ
اور کلمۃ اللہ ہے وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں آسمانوں پر پھر نازل ہوں گے
قیامت سے آگے پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل
موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

۷......اور ان ہی محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے پوری مفصل روایت ہے جس

کے آخر میں یہ بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں میں سے ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر بدل گیا اور ایک دریچہ چھت سے آسمان کی طرف ظاہر ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی یعنی مقدمہ نوم جو کہ پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بندی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے پس اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام بطرف آسمان کے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو نیند لاکر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔'' ''وفات'' کا معنی وہ بھی ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا ہوں۔ یعنی موت دینے والا ہوں۔ اور یہ معنی بھی درست ہیں کہ میں تجھ کو اس وقت اونگھ دینے والا ہوں۔

۸......ابن جریر نے جو حدیث امام حسن سے روایت کی ہے بواسطہ ابورجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں یہ جملہ بھی ہے: واللّٰہ انہ لحی الان عند اللّٰہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون۔ یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر ایمان لائیں گے بدکار اور نیک۔

۹......اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اور وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جریر یہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس حی اور زندہ رہنے سے زندہ رہنا روحانی مراد نہیں کیونکہ وہ تو ہر نبی اور صحابی اور ہر مومن کے لئے ثابت ہے۔ اس پر قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے اور نہ وہ جائے تعجب ہے بلکہ مراد اس سے ثابت کرنا اس امر کا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔ قسم کھا کر اور حروف تاکید سے وہی امر بیان کیا جاتا ہے جو کہ عقل میں ذرا بعید معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حرف قسم اور اِنَّ تحقیقیہ اور لام تاکید یہ سے بیان کرنا حیات جسمانی ہی مراد ہے۔ ولعمری ھذا ظاھر لمن زادنی درایۃ.

۱۰......اور امام بخاری نے اپنی بخاری میں ذکر الانبیاء میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اترنا آسمان سے ذکر فرمایا ہے۔

۱۱،۱۲......اور امام مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کی نیت باندھیں گے روحاء کی وادی میں۔

۱۳......امام احمد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو لد کے دروازہ پر قتل کرے گا۔

۱۴......امام اوزاعی نے زہری سے بطریق مجمع بن جاریہ۔

۱۵......اور امام ترمذی نے قتیبہ سے۔

۱۶،۱۷،۱۸،۱۹،۲۰......اور عمران بن حصین اور نافع بن عینیہ اور ابوہریرہ اور حذیفہ بن اسید اور ابوہریرہ۔

۲۱،۲۲،۲۳،۲۴،۲۵......اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابوامامہ اور ابن مسعود

۲۶،۲۷،۲۸،۲۹......اور عبداللہ بن عمر اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف ۳۰......اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے حدیثیں آپ کی ہیں کہ قبل از قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو قریہ لد کے دروازہ پر قتل کریں گے۔ ان سب احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ اوما الی ذلک کلہ الامام الترمذی.

۳۱......امام احمد نے سفیان سے حدیث بیان کی ہے اور اس میں قیامت کے علامات شمار کئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا آسمانوں سے بھی ذکر فرمایا ہے۔

۳۲......امام مسلم نے عبدالعزیز کی روایت سے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

۳۳.....حیاۃ الحیوان میں ابوداؤد سے ایک حدیث مفصل بیان کی جس میں آثار حشر ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً بھی معلوم ہوگیا کہ آسمان ہی سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے اور اگر آسمان سے مراد نہ لیا جائے۔ تو "الی الارض" کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔

۳۴.....اور اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے کہ دفن کیے جائیں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، پس ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ اور تاریخ امام بخاری کی عبارت یہ ہے: یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعاً...... الخ۔

امام ترمذی نے فرمایا عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیه عن جده قال مکتوب فی التوراة صفة محمد وعیسیٰ ابن مریم یدفن معه. اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں عرض کی، کہ "یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں پس فرمایا" حضرت ﷺ نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا جگہ نہیں ہے"۔ عن عائشة قالت قلت یا رسول اللہ انی اری ان اعیش بعدک فتاذن لی ادفن الی جنبک فقال وانی بذلک الموضع مافیه الا موضع قبری وقبر ابی بکر و عمر وعیسی ابن مریم. پس یہ حدیث مرسل ہوئی اور مرسل حدیث نزدیک جمہور علماء کے حجت ہے۔

شرح "نخبۃ الفکر" میں ہے: قال جمهور العلماء المرسل حجة مطلقا بناء علی الظاهر وحسن ظن به انه مایروی حدیثه الا عن الصحابی انما

حذفه بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعة من الصحابة لما ذکر عن الحسن البصری انه قال انما اطلقه اذا سمعته من السبعین من الصحابة وکان قد یحذف اسم علی ایضا بالخصوص لخوف الفتنة. یعنی امام حسن بصری صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب صحابی کو چھوڑ کر قال رسول اللہ کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ستر صحابی سے سن لیتا ہوں اور امام حسن بصری کی تو خود مرزا نے اپنی کتابوں میں بارہا وصف بھی کی ہے۔ ضرور ہی مرزائی لوگ تسلیم کریں گے اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف کی "ششم فصل" میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے ستر صحابی بدری سے ملاقات کی ہے۔ ان کا لباس صوف کا تھا۔

۳۵.....اور روایت کیا حدیث کو امام ابن جوزی نے اپنی کتاب "وفاء" میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے۔ پس نکاح کریں گے اور صاحب اولاد ہوں گے اور مدفون ہوں گے ساتھ میرے۔ پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی) ایک مقبرے سے درمیان ابوبکر اور عمر کے۔

۳۶، ۳۷، ۳۸.....عینی بخاری میں بھی ایسا ہی ہے۔ محقق ابن جوزی نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ ابونعیم نے "کتاب الفتن" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آ کر زمین پر موسیٰ علیہ السلام کے سسرال میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح کریں گے اور وہ لوگ جذامی ہوں۔ پس ان کی اولاد ہوگی، پھر فوت ہو جائیں گے اور دفن ہوں گے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے قریب۔

۳۹.....تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ شب قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں کہا (عیسیٰ علیہ السلام نے کہا) کہ اس کا معین وقت تو میں نہیں بتا سکتا، مگر

میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرلے گا۔

۴۰.....اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے دوسری اسناد سے۔

۴۱.....امام فخر الدین رازی نے ''تفسیر کبیر'' میں فرمایا :

الاول: معنى قوله تعالى ﴿انى متوفيك﴾ اى انى متم عمرک فحينئذ تفاک فلا اترکهم حتى يقتلوک بل انا رافعک الى السماء ومقربک بملائکتى واصونک من ان يتمکنوا من قتلک وهذا تأويل حسن اقول لانه ليس فيه دلالة على الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهاران الرفع قبل اتمام العمر وهذا لايخفى على اولى النهى۔

۴۲.....وقد ثبت بالدليل انه حى و ورد الخبر عن النبى ﷺ انه سينزل ويقتل الدجال ثم انه تعالى يتوفاه بعد ذلک.

۴۳.....حضرت شیخ امام اجل ابونصر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی نے اپنی کتاب ''سبعیات'' میں فرمایا کہ یوم السبت یعنی سنیچر کے روز سات شخصوں نے مکر کیا ہے سات شخصوں کے ساتھ۔ (۱) نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۲) صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۳) یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر (۴) موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۵) عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر (۶) قریش کے سرداروں کا مکر حضرت رسول اللہ ﷺ سے (۷) بنی اسرائیل کی قوم کا مکر پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز سنیچر کے یعنی شنبہ کے روز۔

اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے

بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آسمان پر بلالیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص پر شباہت ڈالی گئی، جس کا نام اشبوع تھا۔ اور وجہ قتل کرنے کی یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے، بیماروں اندھوں جذامیوں کوڑھوں کو لنگڑوں کو بحکم پروردگار اچھا کردیتے تھے۔ اور یہود اس کو براجان کر اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی بے قدری اور ذلت جانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کو سحر اور جادو کہتے تھے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان یہودیوں کی صورتیں خنزیر اور بندر کی مثل ہوگئیں۔ یہ قصہ مفصل دیکھو میری کتاب ''تیغ'' کے صفحہ ۸۵ و ۸۶ میں۔

امام بدرالدین عینی نے بخاری کی شرح، جلد گیارہویں، ص ۳۷۱ میں فرمایا ''وان عيسى يقتله بعد ان ينزل من السماء فيحكم بشريعة المحمديه'' یعنی دجال کی باتوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

۴۶.....ابوداؤد طیالسی نے قیامت کے علامات کا بیان کیا اور کہا کہ خانہ کعبہ کو حبشی لوگ خراب کریں گے کہ اس کے بعد آباد نہ ہوگا اور خانہ کعبہ سے خزانہ نکالیں گے اور امام حلیمی نے فرمایا کہ یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔

۴۷.....امام قرطبی نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد خانہ کعبہ خراب کیا جائے گا۔ گویا کہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد ان کی موت کے بعد کا زمانہ ہے۔

۴۸.....عینی بخاری، ج ۲، ص ۲۰۱ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھوڑے پر جس کا نام براق ہے سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی براق پر رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہوئے تھے۔

۴۹......عینی بخاری، جلد دوم، ص ۲۰۷ میں ہے کہ شب معراج میں آسمان پر جب کہ رسول اللہ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے جسم دیکھا جیسا کہ دنیا میں زندہ رہتے تھے۔

۵۰......ابوعمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس قدر لڑے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے آسمانوں سے۔

۵۱......''تفسیر روح البیان'' جلد اول، ص ۵۱۴ میں ہے وفی الحدیث ان المسیح جاء فمن لقیه فلیقرئه منی السلام یعنی حدیث شریف میں ہے کہ ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام آنے والا ہے پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملاقات کرے تو میرا اسلام ان سے کہہ دے''۔

۵۲......''تفسیر ابن جریر'' میں ہے: حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمٰن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال قبل موت عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام.

۵۳......وقال العوفی عن ابن عباس ؓ مثل ذلک.

۵۴......قال ابو مالک فی قوله ﴿اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال ذالک عند نزول عیسیٰ ابن مریم لایبقی احد من اهل الکتاب الا لیومنن به.

۵۵......وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال قبل موت عیسیٰ علیہ السلام۔ والله انه لحی الآن عند الله ولکن اذا نزل آمنوا به اجمعون.

۵۶......وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی بن عثمان الاحقی حدثنا

جویریة بن بشر قال سمعت رجلا قال للحسن یا ابا سعید قول الله عزوجل ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ﴾ قال قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ان الله رفع الیه عیسیٰ وهو باعثه قبل یوم القیامة مقاما یؤمن به البر والفاجر......الخ. وهکذا قال عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم.

۵۶...... خروج اور ظاہر ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامات سے ایک بڑی علامت ہے۔ ''تفسیر درمنثور میں'' ہے اخرج الفریابی وسعید بن منصور وسدی وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس ؓ فی قوله تعالیٰ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیمة.

۵۷......واخرج عبد بن حمید عن ابی هریرة ؓ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عیسی مکثا فی الارض اربعین سنة یحج ویعتمر.

۵۸......واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاهد ؓ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال آیة الساعة خروج عیسیٰ ابن مریم قبل یوم القیمة.

۵۹......واخرج عبد بن حمید

۶۰......وابن جریر عن حسن ؓ فی تفسیر قوله تعالیٰ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسیٰ.

۶۱......واخرج ابن جریر عن طرق عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما فی تفسیر قوله تعالیٰ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسیٰ علیہ السلام......الخ ان سب عبارتوں میں واضح ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا نشانی ہے قیامت کی۔

۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵......امام احمد نے ابن عباس سے ابوالعالیہ اور ابن مالک اور عکرمہ اور قتادہ

۶۶ اور ضحاک سے سب سے عیسیٰ بن مریم کے تشریف لانے کی احادیث وارد ہیں۔

۶۷، ۶۸، ۶۸...... اور ایسا ہی عبداللہ بن مسعود اور ابوامامہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲...... اور ابوشریحہ اور عائشہ صدیقہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ذکر ''نزول'' اور ''قتل دجال'' اور ''آنا عیسیٰ علیہ السلام کا قبل یوم قیامت'' کے بہت واضح مذکور ہے۔ غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر آنے میں احادیث متواترہ موجود ہیں۔ سب کا ذکر کرنا بہت مشکل امر ہے اور دیکھنے والا بھی ساری کتاب کو دیکھنے کی ہمت نہیں کرتا۔

چنانچہ امام ابن کثیر نے آخر میں فرمادیا وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ ﷺ انہ اخبر بنزول عیسی علیہ السلام قبل یوم القیمة إماما عادلا...... الخ احادیث وآثار دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نزول ان کے ''من السماء'' سوائے مذکورات کے اور بھی بکثرت ہیں۔ تفسیر درمنثور وابن کثیر وابن جریر وکنز العمال ومسند امام احمد کو ملاحظہ کیا جائے۔ ہر ایک عورت مرد جس کو ذرا بھی فکر ایمان ہے، جان سکتا ہے کہ ان تفاسیر واحادیث میں ''نزول'' بمعنی آنے کے ہے آسمان سے۔ کیونکہ ''نزول مسیح'' کا جو مستلزم رفع کو ہے سب میں اتفاقی ہے۔ اور لفظ بعث اور خروج سب کا یہی مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم کا بیٹا ہے وہی تشریف لائے گا اور وہی دجال کو قتل کرے گا اور وہی ساری باتیں کرے گا جو اس کے متعلق ہیں۔ ان عبارتوں میں یہ تو کہیں نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ میں اس کا ایک ہم مثل آئے گا ملک پنجاب موضع ''قادیان'' سے۔ اگر مثیل مراد تھا تو کیوں کسی عبارت میں، کسی تفسیر، کسی حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا؟ قادیانی لوگ قیامت تک بھی ایک آیت یا ایک حدیث اگرچہ موضوع ہو یا ایک کوئی کتاب تفسیر یا فقہ یا اصول یا علم تصوف کی کہیں نہ دکھا سکیں گے کہ مراد رسول اللہ ﷺ کی عیسیٰ بن

مریم کے نزول سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ہم نے اس قدر آیات واحادیث وتفاسیر واقوال ائمہ عظام دکھائے۔ مرزائی لوگ ایک ہی دکھا دیں کہ جس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ افسوس کہ دیگر علماء سے اتنے بڑے مطالبے اور خود ایک کتاب کے دکھانے پر قدرت نہیں۔ اگر عیسیٰ کا مثل مرزا ہے تو آسمان پر اس مکان میں عیسیٰ علیہ السلام کس لئے چلے گئے۔ اور مرزا نے تو نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ عرب کا ملک دیکھا اور نہ شعیب علیہ السلام کے خاندان سے شادی کی اور نہ مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں اس خالی جگہ میں جا کر دفن ہوا، جس کی آرزو بی بی عائشہ نے اپنے لئے کی تھی۔ مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور ہم فعل ہونا در کنار، مرزا اور کل مرزائی اگر اپنے آپ کو مسلمان بھی ثابت کر دکھائیں تو بڑی بات ہے۔

سوال: قرآن شریف کی آیت میں جو ضمیر ''وَاِنَّہٗ'' کی ہے۔ اس کا مرجع قرآن شریف ہے یعنی قرآن شریف ایک علامت ہے قیامت کی علامات ہے جیسے کہ مرزا نے ''ازالہ اوہام'' میں لکھا ہے۔ یا مرجع اس کا عیسیٰ علیہ السلام کا فعل احیاء الموتی اور ابراء الاکمه والابرص یعنی مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا اور جذامی اور کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرنا، یہ علامت ہے قیامت کی۔

جواب: قرآن کو مرجع کرنا یہ غلط ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے کیونکہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، سیاق عبارت نظم قرآن خود اس کا شاہد ہے۔

امام ابن کثیر نے خود اپنی تفسیر میں فرمادیا: بل الصحیح انہ عائد علی عیسی علیہ السلام فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذلک نزولہ قبل یوم القیامة کما قال تبارک وتعالی ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ ای

قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ثم ﴿وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا﴾ اور تفسیر صحابہ اور تابعین اسی کی موید ہے۔

دوسری تائید دیکھو پروردگار کے قول پاک کی: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ﴾ ان آیت کریمہ میں ''مِنْهُ'' کی ضمیر اور ایسا ہی ''ام هو'' اور ''ان هو'' اور ''انعمنا علیه'' اور ''و جعلناه'' یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا اگر ''انه'' کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرتا ہے تو یہ ضمائر بھی قرآن کی طرف راجع کرے تاکہ تحریف قرآن شریف کے مضمون کی بخوبی ہو جائے۔

صحیح مسلم کے جلد اخیر ص ۴۰۷ کے حاشیہ میں امام نووی شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ ''نزدیک اہلسنّت وجماعت کے بہ سبب وارد ہونے صحیح حدیثوں کے آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کو حق اور صحیح ہے اور شرع شریف اور عقل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا باطل ہو۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے انکار کیا ہے اس وجہ سے کہ قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں ''وخاتم النّبیین'' آچکا ہے یعنی حضرت ﷺ سب نبیوں کے آخر ہیں۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام آئیں تو رسول اللہ خاتم النّبیین نہ رہیں گے، پس عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قرآن شریف کے مخالف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث شریف میں آیا ہے ''لانبی بعدی'' یعنی رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

پس معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی یہ دلیل باطل ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ نبی مستقل غیر تابع ہو کر آئیں گے اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کر دیں گے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی اولوالعزم ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی

شریعت پر حکم کریں گے اور جو باتیں دین اسلام کی لوگوں نے ترک کر دی ہوں گی، ان کو رواج دیں گے...... انتھی۔ بہت تفسیروں اور حدیثوں میں ایسا مذکور ہے۔

۷۵...... امام شافعی کے مذہب کی دوسری معتبر کتاب ''نهایة الامل من رغب فی صحة العقیدة و العمل'' میں شیخ محمد ابوحضیر الدمیاطی، ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ دجال ایک خاص شخص ہے کوتاہ قد، عمر رسیدہ، چمکتے دانت والا، چوڑے سینہ والا اور وہ اب موجود ہے اور اس کنیت اس کا ابویوسف ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ نام اس کا عبداللہ ہے۔ قوم یہود سے ہے۔ یہود لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں جیسا کہ مسلمان لوگ امام مہدی کا انتظار کرتے ہیں۔ خارج ہوگا جانب مشرق سے قریہ سرابادین یا عوازن یا اصبہان یا خراسان[۱] سے۔

اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اب ایک بڑے بت خانہ میں زیر زمین ستر ہزار زنجیر سے قید ہے اور اس پر ایک بہت زور آور مرد مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے جب دجال حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرد اس کو گرز مارتا ہے۔ پس آرام کرتا ہے۔ اور اس کے آگے ایک بڑا اژدہا ہے اور وہ دجال کے کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس دجال سانس تک لینے میں حیران ہے۔ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اپنے گدھے پر سوار ہو کر اور خواجہ خضر علیہ السلام کو تین بار قتل کرے گا بوجہ اس کے کہ وہ دجال کو خدا نہ مانے گا۔ سوائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور کے ہر جگہ حکمرانی کرے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام بن مریم آسمان سے اترے گا اور امام مہدی اس کے ہمراہ ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور دجال کا خون نیزہ کے اوپر لوگوں کو دکھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے گدھے پر یا رسول

---

[۱] تطبیق اس میں یہ ہے کہ ان سب مقاموں سے نوبت بنوبت ظہور غیر مشہور ہوگا۔ کما لا یخفی ولما کان اصل الخروج حقا فاختلاف الروایات فی الظهور لیس بمضر ۱۲۔

اللہ ﷺ کے براق پر سوار ہوں گے اور بہت کافر اس کی سانس کی گرمی سے ہلاک ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ایک عرب کی عورت سے نکاح کریں گے شعیب علیہ السلام کے خاندان میں اور دو بیٹے ہوں گے۔ ایک کا نام احمد اور دوسرے کا موسیٰ ہوگا۔ پھر فوت ہو جائیں گے اور لوگ گمراہی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ مغرب کی جانب سے سورج نکلے گا اور کسی کی توبہ اس وقت قبول نہ ہوگی وھو معنی قولہ تعالیٰ: ﴿یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ لَایَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا......الخ﴾ یہ بیان تفصیل وار میری کتاب ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' ص ۱۳۸ و ۱۳۹ میں مذکور ہے۔

اور ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں ہے ''ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنها بالقبر تقرب قبره فکانهما فی قبر واحد......الخ

۷۶...... ابو طالب مکی نے ''قوت القلوب'' میں اور امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث لکھی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں کیسے غم کروں اس امت پر کہ جس کے اول میں، میں ہوں اور اس کے آخر میں حضرت عیسیٰ ابن مریم۔

۷۷...... اور ابو نعیم نے ''کتاب الفتن'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ذکر کیا ہے۔

۷۸...... حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی کتاب ''فتوحات'' کے ۳۶ باب، جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طویل حدیث بیان کی ہے۔ جس کا ابتدائی ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ میرے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا ہے کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرو تا کہ اس کے گردونواح میں لوٹ مار کریں۔ پس سعد نے نضلہ انصاری کو بجماعت مجاہدین روانہ کیا۔ ان لوگوں نے وہاں

جا کر مال غنیمت کا لے کر واپس آئے اور وقت مغرب کے ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے اور لوگ نضلہ نے اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی اے نضلہ تو نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ اے نضلہ یہ کلمہ اخلاص ہے۔

غرض ہر کلمہ اذان کے بعد جواب آتا رہا۔ بعد اس کے نضلہ نے کہا: اے آواز دینے والے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان میں؟ جیسے ہم کو آواز سنائی ایسے ہم کو اپنی صورت دکھا۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص نکلا۔ سر اس کا بڑا چکی کے برابر تھا۔ داڑھی اور سر سفید تھا اور اس کے اوپر دو کپڑے پرانے صوف کے تھے۔ اس نے السلام علیکم کہا اور بتایا کہ میں رزیب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے ''نزول من السماء'' تک میری درازئ عمر کے لئے دعا فرمائی ہے۔ جب وہ اتریں گے آسمان سے خنزیروں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کا حال دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ تو فوت ہو چکے یہ سنکر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت کے بعد کون خلیفہ ہوئے؟ ہم نے کہا کہ ابوبکر۔ پھر فرمایا۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ بھی فوت ہو گئے اور اب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں۔ اس نے فرمایا کہ حضرت ﷺ کی ملاقات تو مجھ کو نہ ملی۔ پس تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میرا اسلام کہنا اور کہو کہ اے عمر! عدل اور انصاف کر، اس واسطے کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ پھر اس نے قیامت کی بہت سی علامتیں بیان کیں اور ہم سے غائب ہو گیا۔ پس اس قصہ کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔

پھر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس جا کر اقامت کرو اور جس وقت ان سے ملو تو میرا اسلام ان سے کہو اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصیت کردہ آدمی عراق کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ پس حضرت سعد چار ہزار آدمی انصار اور مہاجرین کی قوم میں سے ہمراہ لے کر پہاڑ کے پاس جا کر اترے اور برابر چالیس روز تک ہر نماز کے ساتھ اذان کہتے رہے۔ مگر پھر پہاڑ سے کوئی جواب نہ آیا اور رزیب بن برتملا سے ملاقات نہ ہوئی۔ یہ حدیث بروایت ابن عباس مروی ہے۔ اور اس سے چند امور معلوم ہوئے۔

اول عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کا اتنے دراز زمانہ تک سوائے کھانے اور پینے کے باقی رہنا۔

دوم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبری دینا۔

سوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین وانصار کا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور نازل ہونے کے ساتھ ایمان رکھنا یہاں تک کہ نضلہ اور تین سو سوار کی روایت سے رزیب بن برتملا کو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔

۷۹...... اور یہی شیخ اکبر جلد اول ’’فتوحات‘‘ ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں: وفی زماننا الیوم جماعة احیاء من اصحاب عیسی والیاس...... الخ یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت زندہ ہے حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہما السلام کے اصحاب میں سے۔

۸۰...... تفسیر کبیر میں بروایت محمد بن اسحاق بروایت عبداللہ بن عباس بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے یہودیوں کے قتل سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔

۸۱...... اسی میں ابوبکر واسطی سے ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تو شہوت اور غضب ان سے دور ہوگیا مثل فرشتوں کے۔

۸۲...... ’’تفسیر خازن‘‘ جلد اول ص ۵۰۹ میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ﴾ یعنی فلما رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لاالموت فذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الى السماء بروحه وجسده ويدل على هذا التاويل ﴿وَمَايَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ...... الخ﴾ پروردگار فرماتا ہے ﴿وَمَايَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ﴾ یعنی ’’اے عیسیٰ تم کو یہودی لوگ کسی شے کا ضرر نہ دے سکیں گے‘‘۔ پس مرزا جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھایا تھا اور اس کے بدن میں زخم ہوگئے تھے اس آیت کے مخالف ہے۔

۸۳...... تفسیر ’’مفاتیح الغیب‘‘ میں ہے کہ کسی محقق سے سوال ہوا کہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا زمین کی طرف اترنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہے قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ﴿وَكَهْلاً﴾ کا لفظ موجود ہے۔ ﴿تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلاً﴾ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں جب کہ تھے تو کہولت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ پس نزول من السماء کے بعد کہولت کی عمر کو پہنچیں گے۔ چالیس برس اور کچھ اوپر تک کہولت کا زمانہ ہے۔

۸۴...... تفسیر ’’روح البیان‘‘ میں متعدد جگہوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ مع اپنے جسم خاکی کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سوائے باپ کے محض قدرت الٰہی سے پیدا ہوئے تھے ایسے ہی عزت اور قدرت الٰہی سے چلے بھی گئے۔ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ’’روح البیان‘‘ میں ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا﴾ لايغالب فيما يريده فعزة الله تعالىٰ عبارة عن كمال قدرته فان رفع عيسىٰ علیہ السلام الى السمٰوات وان

كان متعذرا بالنسبة الى قدرة البشر لكنه سهل بالنسبة الى قدرة الله تعالى لايغلبه عليه احد ﴿حَكِيمًا﴾ فى جميع افعال له ولما رفع الله عيسىٰ عليه السلام كساه الريش والبسه النوم وقطعه عن شهوات المطعم والمشرب وطار مع الملئكة فهو معهم حول العرش فكان انسيا ملكيا سماويا ارضيا الخ. عیسیٰ علیہ السلام کی شہوت کھانے پینے کی سلب کر کے ملائکہ کے ساتھ کر دیا گیا پس ہو گیا وہ انسی ملکی وسماوی وارضی۔ یعنی چونکہ اصل انسان ہے تو انسی ہوا۔ اور مثل فرشتوں کے ہو گیا عدم اکل وشرب میں تو ملکی ہو گیا۔ اور چونکہ آسمانوں پر رہنے لگا تو سماوی ہو گیا۔ اور چونکہ قیامت کے قریب پھر زمین پر آئے گا لہٰذا ارضی بھی ہوا۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ولایت عامہ کا دورہ شریعت محمدیہ میں ان کے ساتھ تمام ہوگا۔ یہود اور نصاریٰ رسول اللہ ﷺ پر بوجہ تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان لائیں گے اور امام مہدی اور اصحاب کہف اس کی خدمت کریں گے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے ''درمنثور'' میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ دو آسمان میں ادریس علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دو زمین میں حضرت خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام۔ خضر علیہ السلام دریاؤں پر اور الیاس علیہ السلام خشکی پر معین ہیں۔ روح البیان میں نقل کیا شرح الفصوص سے اور نسائی اور ابن ابی حاتم ثابت کرتے ہیں: عن ابن عباس ان رهطا من اليهود سبوه وامر فدعا عليهم فمسخهم قردة وخنازير فاجتمعت اليهود على قتله فاخبره الله بانه يرفعه الى السماء ويطهره من صحبة اليهود. (صحیح نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویه)

قال ابن عباس سيدرک اناس من اهل الكتاب عيسىٰ حين يبعث فيؤمنون

بہ (فتح البیان) مرزا نے بھی ''ازالہ اوہام'' ص ۳۴۱ میں تفسیر رازی وابن کثیر ومدارک وفتح البیان کا حوالہ دیا ہے۔ اور ہم نے ان کتابوں سے بھی صعود عیسیٰ علی السماء ونزول اس کا بجسدہ العنصری ثابت کر دیا۔ اب تو قادیانیوں کو ماننا ہی پڑے گا۔

قولہ: اور نزول کے لفظ سے جو حیات عیسوی پر استدلال کرتے ہیں یہ بھی بالکل بیہودہ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہرگز اس پر حجت نہیں ہو سکتا ہے کما سیأتی۔ حالانکہ بعض احادیث میں بجائے نزول کے لفظ بعث اور بعض میں لفظ خروج مذکور ہے۔ اور مخالفین کے زعم فاسد کے مطابق تو مناسب مقام لفظ رجوع تھا اور وہ کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ فافهم۔ ''ہدایۃ المہدی'' کے صفحہ سات (۷) میں یہ لکھا ہے۔

اقول: بے علمی بھی عجب بری بلا ہے۔ اور داء بلا دواء ہے ضرور لفظ نزول آسمان سے اسی جسم خاکی کے ساتھ اترنے کے لئے حجت تامہ ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ انداز وقرائن موجود ہوں جیسا کہ ان روایات واحادیث گزشتہ میں تم نے دیکھا۔ اور ذرہ قدر عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر احادیث درباره نزول عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہیں، ان سے یہی مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم قیامت سے ذرا اول آسمانوں سے زمین پر تشریف فرمائیں گے اور یہی مراد ہے حضرت ﷺ واصحاب عظام وتابعین وجمیع مسلمین کی اور مخالف اس کا گمراہ بے دین ہے۔ لفظ نزول کا معنی ذو افراد ہے۔ ہر جگہ مناسب مقام کے مراد ہوگا جیسے کہ لفظ عین کا معنی آفتاب، چشمۂ آب، زر، زانو، ذات، شے، آنکھ۔ جب کوئی کہے کہ میری عین میں میل اور تاریکی ہے تو اس سے ہر کوئی آنکھ ہی سمجھتا ہے دوسرے معنی کی طرف خیال نہیں جاتا۔

جب کوئی کہے کہ آسمان سے عین نے طلوع کیا۔ تو ہر کوئی اس سے آفتاب ہی

سمجھے گا۔ لفظ مسیح کا دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بولتے ہیں اور دجال پر بھی اپنے اپنے قرینہ پر بولا جاتا ہے۔ ایسے ہی لفظ نزول کا بولنا کہ اگر مسافر سے کہا جائے کہ آپ کہاں نازل ہوئے؟ تو مراد اس سے اس کا ٹھکانا اور محل اور ورود شب باشی ہوتا ہے۔ اور جب کہا جائے کہ بجلی یا صعقہ نازل ہوا تو مراد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے، عام اس سے کہ خاص آسمان سے آئی یا اس کے نیچے ابر میں سے۔ پس ایسا ہی جب کہ کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوگا یا آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا تو اس سے یہی مراد متعین ہوتی ہے کہ زمین کی جانب مخالف یعنی فوق سے زمین پر آئے گا اور چونکہ نصوص واحادیث میں اس فوقیت سے مراد فوقیت آسمان دوم ظاہر ہے لہٰذا اس میں ابر وغیرہ بلند مقام کا احتمال بھی نہیں ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام زمین ہی پر ہوں تو ''الارض'' کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور یہ مضمون تو بہت صاف ہے مگر بے علم کو کیسے اس میں مغالطے واقع ہوتے ہیں؟ اور امام حسن بصری کا تو مذہب یہی ٹھہرا کہ حضرت مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے۔ چنانچہ اوپر ''در منثور'' سے نقل کیا گیا۔ قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ اور اب لفظ بعث سے بھی حسن بصری کے قول سے مسیح بن مریم کا آسمان سے اترنا بجسدہ العنصری ثابت کر دیتا ہوں۔ اسی امام حسن سے کسی نے دریافت کیا کہ پروردگار کا قول ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ میں ''مَوْتِهٖ'' کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ تو امام حسن نے فرمایا: قبل موت عیسٰی ان اللہ رفع عیسٰی وھو باعثہ قبل یوم القیٰمۃ مقاما یومن بہ البر والفاجر ...... الخ. پس جب کہ باعثہ والی عبارت میں قبل موتہ کی تفسیر قبل موت عیسٰی خود حسن بصری سے موجود ہے۔ تو پھر کس احمق کو حیات عیسیٰ میں شک ہوگا؟ اور لفظ بعث،

ارسال کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہے جس کے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے۔ وفی حدیث علی یصفہ ﷺ بعیثک نعمہ ای مبعوثک الذی بعثتہ الی الخلق ای ارسلتہ وھو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش ح ثم یبعث اللہ ملکا فیبعث اللہ عیسٰی ای ینزلہ من السماء حاکم بشرعنا. (مجمع البحار مختصرا) بنگالی قادیانی نے اپنے زعم باطل کے سبب سے ''مجمع البحار'' سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی ہے۔ ہم نے اسی کتاب سے اس کی حیات ثابت کر دی۔

اب میں لفظ ''رجوع'' بھی دکھا دیتا ہوں۔ پس کچھ ایمان واسلام کی خواہش ہو تو دیکھ کر ایمان لاؤ اور اپنے سابق باطل اور حرام اعتقاد سے توبہ کرو اور توبہ نامہ کو چھاپ کر مشہور کر دو مگر مجھ کو تو منافقانہ، کورانہ، جاہلانہ چال معلوم ہوتی ہے۔ سنو اور دیکھو امام المحدثین علامہ سیوطی نے تفسیر ''درمنثور'' میں حدیث شریف بیان کی ہے: قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ. یعنی حضرت ﷺ نے قوم یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مرا نہیں اور یہ بات محقق اور درست ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔ اسی ''درمنثور'' میں دوسری جگہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حدیث بیان کی ہے: قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ. (تفسیر ''درمنثور'' جلد دوم ص ۳۶)

اور حسن بصری ''مُتَوَفِّيْكَ'' میں لفظ وفات کا معنی نیند یعنی اونگھ لیتے ہیں۔ ﴿يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ﴾ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ ''اے عیسیٰ میں

تم کو نیند میں اپنی طرف بلانے والا ہوں‘‘۔ پوری حدیث اس طور پر ہے: وقال ابن حاتم حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول ﷺ للیہود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ. ابن جریر، یونس بن عبید نے حسن بصری سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا، باوجود کہ آپ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت علی سے روایت کرتا ہوں مگر علی کا نام بلحاظ زمانہ حجاج بن یوسف کے ترک کردیتا ہوں اسناد سے۔ انی احدث الحدیث عن علی وما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج. اوران احادیث میں قادیانی کو گنجائش تاویل کی بھی نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے راجع ہونے سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور مثیل مراد لے اور یہ کہے کہ میں مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہوں اوران احادیث میں میرا آنا مذکور ہے۔ کیونکہ پورے طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم ہی قبل قیامت کے دنیا میں آئیں گے۔ آسمان پر شب معراج میں قادیانی نے تو حضرت ﷺ سے بات چیت نہیں کی اور قادیانی نے تو نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کا مارنا میرے سپرد کیا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لقیت لیلۃ اسریٰ بی ابراھیم وموسٰی وعیسٰی قال فتذکروا امر الساعۃ قال فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لاعلم لی بھا فردو امرھم الی عیسٰی فقال عیسٰی اما وجبتھا فلا یعلم بھا احد الا اللہ عزوجل وفیما عھد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان...... الخ۔ مرزا اور مرزائی اس کو تسلیم

کریں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرزا نے اپنی کتابوں میں بہت وصف کی ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے امام حسن فرماتے ہیں: واللہ انہ لحی الان عند اللہ تعالیٰ یعنی عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تحقیق وہ البتہ زندہ ہے اب اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اور حسن بصری ایسا شخص ہے کہ اس نے ستر صحابہ جنگ بدر والوں سے ملاقات کی ہے جیسا کہ ’’عوارف‘‘ کے ۶ باب میں ہے۔

سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہ نے کہا ہے: واللہ ماحدثنا الحسن عن بدری مشافھۃ.

جواب: یونس بن عبید نے اور ملا علی قاری نے شرح ’’شرح النخبۃ‘‘ میں حسن بصری کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت کی ہے اور قتادہ تو نفی روایت کی بدری سے اپنی مواجہت میں بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کسی بدری سے ملاقات اور روایت نہ کی ہو۔ دوسرا یہ کہ قتادہ کے قول سے فقط نفی ’’حدثنا‘‘ کی لازم آتی ہے جو اخص ہے ’’سمعت‘‘ سے۔ (کرمانی شرح صحیح بخاری) اور قاعدہ منطقیہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الاعم کو یعنی ملاقات کو۔ اور حسن بصری کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(کما فی تھذیب الکمال)

قولہ: اور عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی تعیین کہ بقولے تینتیس (۳۳) برس اور بقولے ای سو بیس (۱۲۰) برس اور بقولے ایک سو پچیس (۱۲۵) برس وغیرہ ہے۔ یہ بھی ان کی وفات پر دال ہے کما لایخفی علی اولی النھٰی.

اقول: مشکوۃ شریف وغیرہ میں پینتالیس (۴۵) برس بھی وارد ہے۔ حضرات محدثین نے

کہ جس میں اہل کشف بھی ہیں اس طور پر تطبیق دی ہے کہ ابوداؤد کی حدیث مرفوع ابو ہریرہ سے جس میں چالیس (۴۰) سال کا ذکر ہے مراد اس سے پینتالیس (۴۵) ہیں مگر بیان کرنے میں پانچ والی کسر کو ساقط کر کے چالیس (۴۰) بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کسور کا ساقط کر دینا حساب میں شائع ہے۔ اعداد میں حساب تقریبی زیادہ ہوا کرتا ہے جیسا کہ حضرت ﷺ بعد رسالت کے مکہ معظمہ میں تیرہ (۱۳) سال تشریف فرما رہے۔ مگر کئی کتابوں میں دس (۱۰) برس لکھے ہیں تین (۳) برس کی کسر کو ساقط کر دیا گیا۔ (دیکھو امام عبدالرؤف کی ''مناوی'' کو اور ''جامع صغیر'' کو)

مطلب یہ ہوا کہ تینتیس (۳۳) سال قبل رفع آسمانی کے گزرے ہیں اور بعد نزول من السماء بارہ (۱۲) سال ہوں گے مگر بجائے بارہ (۱۲) کے سات (۷) سال کا صحیح مسلم میں ذکر ہے۔ تا کہ ظاہری حساب میں پورے چالیس (۴۰) سال رہیں۔

اور عینی وابونعیم نے جو کہا ہے کہ بعد نازل ہونے کے آسمان سے انیس (۱۹) سال رہیں گے تو اس حساب سے تینتیس (۳۳) قبل از رفع اور انیس (۱۹) بعد نزول مجموعہ باون (۵۲) ہوئے۔ مگر بیان میں اوپر کے بارہ (۱۲) کو ساقط کر کے پورے چالیس (۴۰) بیان کئے۔ یہ اس بناء پر کہ ابونعیم کی انیس (۱۹) سال والی روایت کو معتبر مانا جائے۔ ورنہ تحقیق وہی ہے کہ مجموعہ پینتالیس (۴۵) ہوں گے۔ اور ابوداؤد والی حدیث جس میں چالیس (۴۰) سال مذکور ہیں اور صحیح مسلم والی جس میں سات (۷) سال ہیں ان سے ابونعیم کی حدیث معارضہ نہیں کر سکتی لان المعارضة تقتضی المساواة واذ لیست فلیست۔ اگر بسط کا ارادہ ہو تو امام سیوطی کی ''مرقاۃ الصعود'' اور امام بیہقی کی کتاب ''البعث والنشور'' کو ملاحظہ کرو۔ باقی رہی ایک سو پچیس (۱۲۵) برس کی روایت اور

ایسی ہی ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی اور ایک سو پچاس (۱۵۰) کی سو یہ شاذ غریب بعید ہیں جو کہ ابن عساکر سے روایت ہوئی۔ دیکھو ابن کثیر میں۔ جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو مردوں کی عمر تینتیس (۳۳) برس کی ہوگی مثل میلاد عیسیٰ علیہ السلام کے قبل از رفع۔ اور حسن ان کا ہوگا مثل حسن یوسف علیہ السلام کے۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ قد ان کے دراز ہوں گے ساٹھ (۶۰) گز کے اور سینہ چوڑا ہوگا اٹھارہ (۱۸) یا بارہ (۱۲) گز کا (کماھو مبسوط فی کتب السیر والفقه)

طبرانی نے باسناد جید انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: عن انس قال قال رسول الله ﷺ یدخل اهل الجنة علی طول آدم علیہ السلام ستین ذراعا بذراع الملک وعلی حسن یوسف علیہ السلام وعلی میلاد عیسیٰ علیہ السلام ثلث وثلثین سنة......الخ بدور السافرہ ص۲۷۳، ابن کثیر ص۲۴۵ میں ہے: فانه رفع وله ثلث وثلثون سنة فی الصحیح وقد ورد ذلک فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علی صورة آدم دلیلا وعیسیٰ ثلث وثلثین سنة واما ما حکاه ابن عساکر عن بعضهم انه رفع مائة وخمسون سنة فشاذ غریب بعید. (انتهی) اور حاکم نے اسی روایت کو صحابہ کی طرف منسوب کیا ہے: قال ابن عباس ارسل الله عیسیٰ علیہ السلام وهو ابن ثلث وثلثین سنة فمکث فی رسالته ثلاثین شهرًا ثم رفعه الله الیه. (تفسیر خازن، ص۵۰۴) واخرج ابن سعد واحمد فی الزهد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلث وثلثین سنة. (در منثور، جلد۲، ص۳۶)

بہرصورت اگر فرض بھی کر لیں کہ ایک سو پچیس (۱۲۵) یا ایک سو پچاس (۱۵۰) برس والی وغیرہ روایات صحیح قابل حجت ہیں تو بھی ہمارے اہل اسلام کے اعتقاد کو کوئی

نقصان نہیں۔ کیونکہ ان روایات کے تفاوت سے نفس واقعہ میں کوئی شک نہیں آسکتا۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جو کہ اپنے برادر ہابیل کو قتل کیا ہے اس میں کس قدر اختلاف ہے کہ کب قتل ہوا؟ اور کہاں قتل ہوا؟ اور کس چیز سے قتل کیا؟ اور کس سبب سے قتل کیا؟ اور قاتل کا نام دراصل کیا ہے؟ قابیل ہے یا کہ قین یا کہ قائن بن آدم علیہ السلام ہے؟ مگر نفس قتل میں کوئی شبہ نہیں۔ رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ ایسا ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام بجسم خاکی میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ بوجہ اختلاف روایات کے ان کی عمر میں اور پھر باایں ہمہ مرزا قادیانی کو تو اس اختلاف سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس کی عمر اسی (۸۰) یا پچاسی (۸۵) برس کی تھی۔ وہ تو روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہوسکتی۔

قولہ: اور ائمہ دین میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے صریحاً قائل ہیں۔ جیسا کہ ''مجمع البحار'' وغیرہ میں ہے۔ **وقال مالک مات وھو ابن ثلث و ثلثین سنۃ** اور امام ابوحنیفہ جو آپ کے معاصر تھے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں ان کی مخالفت کی۔ مگر قول مذکور میں لب کشا نہیں ہوئے۔ اور ایسا ہی امام شافعی اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس پر سکوت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں اماموں کی رائے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ کیونکہ سکوت معرض بیان میں بیان ہے۔ **کما لا یخفی۔**

اقول: وبعونہ تعالیٰ **اعول مجمع البحار** اور چاروں اماموں کی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دکھاتا ہوں۔ کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ بحسب پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے آسمان سے ضرور اتریں گے اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر رفع جسمی بحالت زندگی کے ممکن نہیں لہٰذا بڑے زور اور یقین سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح

''مسئلہ رفع'' پر بھی یعنی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے۔ بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول جسمی فرع ہے رفع جسمی کی۔ سوریہ امر کہ قبل از رفع الی السماء کے عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی رہا یا کچھ دیر کے لئے مر کر بعد زندہ ہو کر آسمان پر گیا۔

سو اس میں اختلاف ہے کل صحابہ کرام اور جمہور ائمہ عظام وعلمائے اہل اسلام سب کے سب ہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قبل آسمان پر جانے کے بالکل موت وارد نہیں ہوئی اور جیسے کہ پہلے سے زندہ تھا ایسے ہی آسمان پر اٹھایا گیا اور یہی صحیح بھی ہے اور بعض نصاریٰ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے سے ذرا قبل مر گیا تھا بعدہ زندہ کر کے آسمان پر پہنچایا گیا۔ اور بعض اہل اسلام میں سے بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں مگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے جانے کے بھی مقر ہیں۔ چنانچہ تفسیر ''مفاتیح الغیب'' میں ہے کہ پروردگار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل یہود سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔ مگر وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں قبل از رفع اس دن تین ساعت فوت ہوئے بعد اس کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے۔ اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ فوت ہوئے سات ساعت دن میں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔

اور آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ میں دو طور پر معنی کیا جاتا ہے۔ ایک معنی تو ظاہری ترتیب قرآنی کا سوائے قول تقدیم وتاخیر کے اور ''مُتَوَفِّیْکَ'' کا معنی ''عمر کا پورا کرنے والا'' اور ''اونگھ دینے والا'' یعنی اے عیسیٰ میں ہی تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور اب تجھ کو اٹھانے والا ہوں۔ یا یہ کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اونگھ دے کر اٹھانے والا ہوں۔ اور دوسرا معنی بقول تقدیم وتاخیر اس طور پر کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور پھر تم کو وفات دینے والا ہوں۔ یعنی بعد نزول من السماء

کے جب کہ تیری عمر پوری ہوگی اور جو کام تیرے متعلق ہیں، ہوچکیں گے۔

عبارت اس تفسیر کی یہ ہے: قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا......الخ﴾ واختلف اهل التاویل فی هاتین الایتین علی طریقین:

احدهما: اجراء الآیة علی ظاهره من غیر تقدیم ولا تاخیر فیها.

والثانی: فرض التقدیم والتاخیر فیها اما الطریق الاول فبیانه من وجوه. الاول معنی قوله تعالیٰ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ ای انی متم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکهم حتی یقتلوک بل انا رافعک الی سمائی ومقربک بملائکتی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک وهذا تاویل حسن.

اقول لانه لیس فیه دلالة علی الوفاة بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لایخفی علی اولی النهی الوجه الثانی "متوفیک" ای "ممیتک" وهو مروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لایصل اعداؤه من الیهود الی قتله ثم بعد ذالک اکرمه اللّٰہ بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین:

احدهما: قال وهب توفی ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیائه.

وثانیها: قال محمد بن اسحق وفی سبع ساعات من النهار ثم احیاء اللّٰہ تعالیٰ ورفعه الیه. پھر فرماتے ہیں کہ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ﴾ میں واوَ ترتیب کی مفید نہیں کہ بالترتیب ہی یہ کام ہوں بلکہ ہوجانا ان

کاموں کا مقصود ہے، جس کیفیت اور ماہیت سے ہوں۔ اور کب ہوں گے؟ اور کیسے ہوں گے؟ سو یہ موقوف ہے دلیل پر۔ اور ثابت ہو چکا ہے دلیل سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قریب ہے کہ اتریں گے اور قتل کریں گے دجال کو پھر مارے گا اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ۔ حیث قال ومن الوجوه فی تاویل الآیة ان "واو" فی قوله ﴿مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ لاتفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل انه حی و ورد الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذالک......الخ

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی روایت اس طور پر ہے جو بیان ہوئی۔ اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی قائل ہوئے ہیں۔ مگر امام مالک صاحب مثل حضرت وہب وحضرت محمد ابن اسحٰق کے زندہ ہو کر آسمان پر جانے کے بھی ضرور معتقد ہیں۔ صحیح احادیث سے کیسے کنارہ کر سکتے ہیں۔ ہر امام کے مذہب کی تحقیق اس کے مذہب کے علمائے محققین اور معتبر کتابوں سے معلوم ہوتی ہے۔ پس امام مالک صاحب کی مذہب کی کتابوں سے زندہ چلا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا بخوبی ثابت ہے۔ اور صاحب ''مجمع البحار'' نے بھی امام مالک کا مذہب یہی سمجھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے کے مقر ہیں اسی واسطے ''مجمع البحار'' میں (قال مالک مات) کے بعد لکھتے ہیں ولعله اراد رفعه علی السماء اوحقیقة ویجیٔ آخر الزمان لتواتر خبر النزول...... الخ. شیخ محمد طاہر صاحب ''مجمع البحار'' کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب نے ''مات'' سے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع

آسمان پر مراد لیا ہے یا موت حقیقی۔ اور آخر کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اس واسطے کہ اترنے کی خبر متواتر ہے۔

موت کا بمعنی آسمان پر اٹھ جانا اس مناسبت سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جانے سے ذرا قدر پہلے اونگھ آئی تھی جس کو نیم خوابی اور مقدمہ خواب کہتے ہیں۔ (کما بین فی مواضع عدیدة) اور نیند بھائی ہے موت کی۔ عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ النوم اخ الموت۔ اسی بنا پر امام مالک صاحب نے اس نیم خوابی کو موت کے قائم مقام سمجھ کر رفع عیسٰی الی السماء کی جگہ مات عیسٰی کہہ دیا یا حقیقۃً مر ہی گئے تھے مگر بعد تھوڑی دیر کے موت کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے اور قریب قیامت کے آنا ان کا متواتر اخبار سے ثابت ہے۔ پس امام مالک صاحب اگر لفظ مات سے موت حقیقی لیتے ہوں گے تو یہی موت ہے جو کہ آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل چند ساعت تک بعض کے قول پر عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوئی ہے نہ وہ موت کہ اس وقت سے لے کر اب تک مرے ہوئے ہیں اور آسمان پر ان کی روح گئی ہے، جسم نہیں گیا۔ موت ابدی کو امام مالک صاحب کل جمہور کے خلاف اور متواتر احادیث کے برعکس کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

اب ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ جس مجمع البحار سے قادیانی ملاجی عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرتا تھا اسی مجمع البحار میں عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا آسمان سے بثبوت متواتر لکھا ہے جیسے کہ صاحب توضیح و امام سیوطی وغیرہ حضرات قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر متواتر احادیث موجود ہیں جن سے انکار کرنے والا سخت گمراہ بے دین ہے۔ مجمع البحار ہی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ

لیکن مگر اجماعی حیات الی ما بعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عند الرفع مانی گئی ہے اور قبل رفع موت کا قول بعض علماء کا یہ اختلاف بے موقع ہے ورنہ جمہور کا مذہب بھی کالاجماع یہی ہے کہ قبل رفع اور بعد رفع اور بعد النزول ایک ہی دراز حیات ہے اور عمل اکثر ہی کی بات پر ہے۔

حدیث شریف میں ہے "اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ فی النار" "شامی" میں متعدد جگہوں میں ہے العمل علی ما علیه الاکثر. العمل علی ما علیه الجمهور والقاعدة ان العمل علی قول الاکثر. ملاجی نے شامی کا یہی حوالہ دیا ہے لہٰذا ہم اسی "شامی" سے سند لائے۔ اور سنو صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں کہ قیامت کی بعض علامتوں میں سے امام مہدی ہے امام آخر زمانہ کا جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ اور وہ دونوں قتل کریں گے دجال کو اور فتح کرے گا امام مہدی قسطنطنیہ کو اور مالک ہوگا عرب و عجم کا اور بھر دے گا زمین کو عدل اور انصاف سے اور پیدا ہوگا مدینہ میں اور لوگ اس سے بیعت کریں گے خانہ کعبہ کے پاس رکن اور مقام کے درمیان میں اور وہ اس پر راضی نہ ہوگا اور قتل کرے گا مرد سفیانی کو اور جائے پناہ لیں گے اس کے پاس بادشاہ ہند کے۔

اور بڑے بے وقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مزاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں۔ اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعویٰ کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کرتے ہیں اور امام مہدی کے اوصاف و خواص و علامت اس میں نہیں ہوا کرتے اور وہ جاہل ہوتا ہے کھلم کھلا۔ علوم دین اور صرف و نحو وغیرہ فنون کی اس کو بو تک نہیں ہوتی۔ کلام الٰہی کی تفسیر اپنے پاس سے کرتا ہے

اور اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بناتا ہے۔ اور اپنی مراد کے موافق تاویلات اور معنی کرتا ہے اور اپنے مریدوں کے لئے جو اعتقاد کی باتیں بتاتا ہے ان کا باطل ہونا لڑکوں پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اور جب امام مہدی کی شروط وعلامات حدیث نبوی سے ثابت کی جاتی ہیں تو ان احادیث کو غیر صحیح کہتا ہے۔ اور جو حدیث اس کی اپنی اوصاف کے موافق ہوتی ہے اس سے دلیل لاتا ہے۔ اور جو اس سے مخالف ہو اس کو غیر صحیح کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ایمان کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے۔ جو کوئی مجھ کو مہدی سچا مانے گا وہ مومن ہے اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہے۔ اور اپنی بزرگی اور ولایت کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر افضل جانتا ہے۔ اور حلال جانتا ہے قتل کرنا علماء کا اور لینا جزیہ کا۔ اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر صدیق اور کسی کا حضرت عمر اور کسی کا حضرت عثمان اور کسی کا حضرت علی ہے۔ اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ کہتے ہیں۔ اور بعض بے وقوفوں نے ملک سندھ میں ایک شخص غدار کاذب کو عیسیٰ مقرر کرلیا۔ پس اس فقیر کی کوشش کے بعض جلاوطن کئے گئے اور قتل کئے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد سے توبہ کرلی...... الخ اور عبارت یہ ہے ومنه مهدی آخر الزمان ای الذی فی زمن عیسیٰ علیہ السلام ویصلی معه ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنية ويملک العرب والعجم ويملاء الارض عدلا قسطا ويولد بالمدينة ويكون بيعته بين الركن والمقام كرها عليه ويقاتل السفيانى ويلجاء اليه ملوک الهند مغلغلين الى غير ذالک وما اقل حياء واسخف عقلاء واجهل دنيا وديانة قوما اتخذوا دينهم لهوا ولعبا...... الخ

(ص ۶۸۰، تکملہ مجمع البحار)

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ یہ ساری قباحت اور ملامت کی باتیں مرزا غلام

احمد اور اس کے مریدوں پر برابر آتی ہیں۔ اسی مجمع البحار میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترے گا ہماری نبی ﷺ کی شریعت پر حکم کریگا۔ وفی حدیث علی تصفه ﷺ بعثک ای مبعوثک الذی بعثه الی الخلق ای ارسلته وهو ای عمرو بن سعید يبعث البعوث ای يرسل الجيش ثم يبعث الله ملكا فيبعث الله عیسیٰ ای ينزله من السماء حاكما بشرعنا. (مختصراً) ہم اگر خود بخود مجمع البحار کا حوالہ اس مسئلے میں دیتے تو مرزائی لوگ کبھی نہ مانتے مگر اب تو ماننا ہی ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک بھی یہ کتاب قابل سند ہے۔ ارے ملاجی نے تو الٹی منہ کے بل کھائی۔ شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگست

اب مالکی مذہب کی معتبر کتابوں سے حیات مسیح اور جانا ان کا آسمان پر نقل کرتا ہوں تاکہ مرزائیوں کا سندلانا عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر امام مالک صاحب کے مذہب سے بھی غلط ہوجائے۔ شیخ الاسلام الفرادی مالک نے ''فواکہ دوانی'' میں تصریح کردی ہے کہ اشراط قیامت سے ہے عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔ اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں: فاذا نزل سيدنا عيسى علیہ السلام فانه يحكم بشريعة نبينا ﷺ بالهام او اطلاع على الروح المحمدى اوبما شاء الله من استنباط لها من الكتاب والسنة ونحو ذالک. اور اس کے بعد لکھتے ہیں: فهو علیہ السلام وان كان خليفة فى الامة المحمدية فهو رسول ونبى كريم على حاله لا كما يظن بعض انه ياتى واحدا من هذه الامة بدون نبوة ورسالة وجهل انهما لايزولان بالموت كما تقدم فكيف بمن هوحى نعم هو واحد من هذه الامة مع بقائه على نبوته ورسالته...... الخ

دیکھو کیسا صاف لکھتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئے گا تو حکم کرے گا رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر بذریعۂ الہام کے کہ اس کے دل میں شریعت محمدی کے احکام ڈالے جائیں گے۔ یا رسول اللہ کی روح سے فیض حاصل کرے گا یا اپنا اجتہاد کر کے آیت اور حدیث سے مسائل نکالے گا اور امت محمدیہ میں محمد صاحب کا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ اپنے حال پر نبی اور رسول ہوگا کیونکہ نبوت اور رسالت موت کے سبب سے زائل نہیں ہوتیں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس کیسے زائل ہوں گی اس شخص سے جو کہ زندہ ہے۔ البتہ یہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود باقی رہے نبوت کے رسول اللہ ﷺ کے امتی ہوں گے۔ جس کو ایمان کی غرض ہے اس کے لئے اسی قدر مالکی مذہب کی نقل کافی ہے اور ضدی بے ایمان کو تو دفتر بھی کم ہے۔

مذہب شافعیہ علامہ سیوطی جو کہ باوجود علم ظاہری کے علم باطنی سے بھی مشرف ہے اور مرزا غلام احمد اپنی کتابوں میں اس کا وصاف و مداح ہے، ''کتاب الاعلام'' میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول اللہ ﷺ کی شرع کے ساتھ حکم کرے گا۔ اسی کے ساتھ حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اسی کے اوپر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یحکم بشرع نبینا وورد ت به الاحادیث وانعقد علیه الاجماع۔ اسی جلال الدین سیوطی نے قیامت کے علامات میں دابۃ الارض وغیرہ علامات کو بھی ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کو جن باتوں کا صاف انکار ہے۔ (دیکھو رسالہ ''تیغ'' کے ص ۱۴۵ کو) اسی علامہ سیوطی نے ''در منثور'' میں حیات مسیح الی قرب القیامۃ اور نزول اسکا آسمان سے بجسدہ الترابی متعدد جگہوں میں ذکر کیا ہے کمامر اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ...... الخ اور تیغ، ص ۷۰ میں بھی ہے۔ اسی علامہ نے تفسیر در منثور میں یہ بھی فرمایا ہے: عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ﴿انی

مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان۔ اور شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی شافعی کی کتابوں میں جس کو ''فتاوی کاملیہ'' میں نقل کیا ہے بطور سوال و جواب کے ہے:

سوال: عیسیٰ ابن مریم جب کہ آخر زمان میں اتریں گے تو کیا حضرت کی امت میں سے ایک آدمی کی مثل ہوں گے اور مرتبہ رسالت و نبوت سے معزول ہوں گے؟

جواب: حضرت ﷺ کی امت میں سے ایک آدمی امتی کی مثل ہوں گے اس شریعت پر چلنے میں، لیکن مرتبۂ رسالت سے معزول ہونا، پس یہ ہرگز نہیں بلکہ انکا درجہ اور بھی زیادہ ہوگا پہلے سے کیونکہ رسول اللہ کے دین و شریعت کو جاری کریں گے۔ اور فتنہ و فساد جو پہلے کا موجود ہوگا دور کریں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام حاکم ہوگا قرآن اور سنت کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر قرآن شریف اور احادیث نبوی کی مراد واضح اور مکشوف کر دے گا۔ وہ عبارت یہ ہے: الجواب مافی حواشی شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وهذا نصه قوله کواحد من امته یعنی یکون کواحد منهم فی المشی علی شریعة محمد ﷺ واما نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل یزیده الله تعالی رفع درجات وعلو مقامات حیث احی الله تعالیٰ به هذا الدین فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنة ویکشف الله له الغطاء عن المراد من احکام کتاب الله وسنة رسول الله ﷺ...... الخ اور تاج الدین سبکی شافعی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا اترنا آسمانوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر شافعی بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ''المشرب الوردی فی مذہب المہدی'' میں لکھا ہے: ان الحافظ ابن حجر سئل هل ینزل عیسیٰ علیہ السلام حافظا

للقرآن والسنة اویتلقاهما عن علماء ذالک الزمان فاجاب لم ینقل فی ذلک شیء صریح والذی یلیق بمقامه علیه السلام انه یتلقی ذلک عن رسول الله ﷺ فیحکم فی امته کما تلقاه عنه لانه فی الحقیقة خلیفة عنه۔

شافعی المذہب امام یافعی کی ''روض الریاحین'' میں ہے کہ ''کس طرح خوف کروں اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے''۔ یہ حدیث شریف کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے اول میں میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو وہ میری امت کے آخر میں ہوں گے۔ پس جب کہ دو پیغمبروں کے درمیان یہ امت رہی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا۔ ''منتخب النفائس'' شیخ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ میں ہے کہ خوشخبری ہے امت محمد ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے، محمد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو۔ امام فخر الدین رازی جو شافعی مذہب کا بڑا مقتداء فاضل ہے تفسیر کبیر میں جا بجا تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر پہنچائے گئے ہیں اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے۔ وہ آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ ''فتح المنان''، ص۳۴۴، جلد۲ میں ہے: وقد تواتر الاحادیث بنزول عیسیٰ علیه السلام جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقبل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیره فی غیره وصحیح الطبری هذا القول. وورد بذلک الاحادیث المتواترة. اے مرزائیو اس عبارت میں احادیث متواترہ کا لفظ دیکھو اور اسلام لاؤ۔

امام نووی شافعی المذہب صحیح مسلم کی جلد اخیر ص۴۳ میں نمبر۴۷ والی حدیث اور

نهایة الابل لمن رغب کی عبارت طول طویل نمبر ۷۵ والی کو ملاحظہ کرو۔ امام اجل شیخ ابونصر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی شافعی بھی اپنی کتاب سبعیات میں اس کے قائل ہیں کہ سنیچر یعنی شنبہ کے روز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر سے بچا کر بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا۔ رسالہ ''تیغ غلام گیلانی'' کے صفحہ ۸۵ میں دیکھو، مفصل مذکور ہے۔ غرض کہ سب شافعی مذہب والوں کا یہی مذہب ہے۔ کہاں تک نقل کرتے جائیں؟ ایماندار کو اسی قدر بس ہے۔

مذہب امام احمد بن حنبل صاحب کا اپنا اور ان کے تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ خواجہ امام احمد کی حدیث نمبر۱۲ میں ابوہریرہ سے اور نمبر۱۳ کی اور نمبر۳۱ کی سفیان سے اور نمبر ۳۹ کی حدیث مسند امام احمد کی اور نمبر۶۱ والی حدیث امام احمد کی ابن عباس سے اور امام احمد کی ''کتاب الزھد'' کو ملاحظہ کرو۔ ابن تیمیہ حرانی نے اپنے مسائل میں لکھا ہے کہ آسمانوں پر چڑھ جانا آدمی کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہوگیا ہے کیونکہ وہ چڑھ گئے ہیں آسمان کی طرف اور قریب ہے کہ اتریں گے زمین کی طرف۔

اور عبارت اس مقام کی یہ ہے: وصعود الآدمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ ابن مریم علیه السلام فانه صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض وهذا ما توافق النصاریٰ علیه المسلمین فانهم یقولون المسیح صعد الی السماء ببدنه و روحه کما یقوله المسلمون وکما اخبر به النبی ﷺ فی الاحادیث الصحیحة لکن قلیلا من النصاریٰ یقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر وکثیر من الیهود یقولون انه صلب ولم یقم من قبره واما المسلمون وکثیر من النصاری یقولون انه لم یصلب

ولکن صعد الی السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقهم من النصاری یقولون انه ینزل فی الارض قبل القیامة وان نزوله من اشراط الساعة کما دل علی ذالک الکتاب والسنة.

تفسیر کثیر میں امام احمد کی ابن عباس سے روایت منقول ہے: وقال الامام احمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم لابی النجود عن ابی رزین عن ابی یحیٰ مولیٰ بن عقیل الانصاری قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لقد علمت آیة من القرآن ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال هو خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامة مقصودا. قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظلة بن بجلی الاسلمی عن ابی هریرة ان رسول اللہ ﷺ قال لیهلن عیسیٰ بن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة اوبنیتهما جمیعا (طریق آخر) قال للامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبأنا قتادة عن عبد الرحمٰن عن ابی هریرة قال النبی ﷺ الانبیاء اخوة العلات امهاتهم شتی ودینهم واحد وانی اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم لانه لم یکن نبی بینی وبینه وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض علیه ثوبان خضران کان راسه یقطر وان یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوا الناس الی الاسلام ویهلک اللہ فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلک اللہ فی زمانه المسیح الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنحاء مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات لاتضربهم فیمکث

اربعین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون.

حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا هشیم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیم عن موثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول اللہ ﷺ قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسیٰ عیسیٰ علیهم السلام فتذاکروا امر الساعة فردوا امرهم الی ابرهیم فقال لاعلم لی بها فردوا امر الی موسیٰ فقال لاعلم لی بها فردوا امرهم الی عیسیٰ فقال اما وجبتها فلا یعلم بها احد الا اللہ وفیما عهد الی ربی عزوجل ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیهلکه اللہ اذا رانی حتی ان الحجر والشجر یقول یامسلم ان تحتی کافرا فتعال فاقتله قال فیهلکهم اللہ ثم ترجع الی بلادهم واوطانهم فعند ذلک یخرج یاجوج وماجوج الی اخر. رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن یزید بن هارون عن العوام بن حوشب به نحوه.

حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا یزید بن هارون حدثنا حماد بن سلمة عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة یہ حدیث طویل ہے آخر میں یہ عبارت ہے وینزل عیسیٰ بن مریم عند صلوة الفجر یقول له امیرهم یا روح اللہ تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم علی بعض فیتقدم امیرهم حتی اذا قضی صلوته اخذ عیسی حربیة فیذهب نحوالدجال فاذا راٰه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع حربته بین ثندوته فیقتله وینهزم اصحابه۔

ایک اور حدیث دراز امام احمد نے ذکر کی ہے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے طریق سے اس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام بعینہٖ نہ بمثیلہ مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو جو کام ہوں گے وہ سب بیان کئے ہیں۔

حدیث آخر قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهرى بن عبدالله بن ثعلبة الانصارى عن عبدالله بن زيد الانصارى عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد اوالى جانب لد. رواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة من حديث الليث والاوزاعى تلاشتهم عن الزهرى عن عبدالله بن عبيد الله بن ثعلبه عبدالرحمٰن بن يزيد عن مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل عيسىٰ ابن مريم الدجال بباب لد وكذا رواه الترمذى عن قتيبه عن ليث وقال هذا حديث صحيح. حديث آخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابى الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفارى اشرف علينا رسول الله ﷺ من غرفته ونحن نتذاكر الساعة فقال لاتقوم الساعة حتى تروا عشر آيات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج ياجوج و ماجوج ونزول عيسىٰ بن مريم والدجال وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف جزيرة العرب ونار تخرج من قعرعدن سوق اوتحشر الناس تبيت معهم حيث باتوا وتقيل معهم حيث قالوا رواه مسلم ايضاً من روايته عبد العزيز بن رفيع.

غرض کہ حیات عیسیٰ ابن مریم اور نزول ان کا بعینہٖ آسمان سے احادیث متواترہ

سے ثابت ہے وقد تواترت الاحاديث من رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسىٰ علیہ السلام قبل يوم القيامة اماما عادلا (ابن کثیر)

اور حنفی مذہب کے سارے علمائے کرام کا یہی مذہب ہے عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم خاکی آسمان پر ہیں اور قبل قیامت کے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ بعض کتابوں کے نام قبل اس سے مذکور ہیں اور ''رسالہ تیغ'' میں بھی ذکر کی ہیں۔ فقط ایک ''شامی'' کی عبارت ملاجی کیلئے نقل کئے دیتا ہوں کیونکہ اس نے بھی ''ہدایت المہدی'' کے صفحہ ۳۸، شامی کی عبارت نقل کی ہے جس میں اس کو کچھ فائدہ نہیں۔

درمختار میں ہے کہ امام اعظم صاحب ابوحنیفہ اتنا بڑا جلیل القدر امام ہے کہ اس کے اصحاب اور شاگردوں اور تابعین کو پروردگار نے شریعت کا حکم دیا ہے امام صاحب کے زمانے سے لے کر اس وقت ہمارے زمانے تک بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کریں گے اور فتویٰ دیں گے۔ اس پر شامی نے فرمایا کہ یہ علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز کی متابعت کی ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ بات باطل ہے۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب پر عمل نہ کریں گے کیونکہ وہ نبی ہو کر مجتہد کی تقلید کیسے کرے گا؟ بلکہ اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا جو کہ قبل اترنے کے ہماری شریعت کا علم بواسطۂ وحی کے جان چکا ہوگا پہلے سے یا آسمانوں میں۔ جو کچھ ہماری شریعت محمدیہ کا علم سیکھا ہوگا اس پر عمل کریں گے اور حکم دیں گے یا قرآن شریف میں نظر کر کے حکم نکالیں گے جیسے ہمارے نبی ﷺ نکالا کرتے تھے وهذه عبارته قوله تعالىٰ ''وقد جعل الله الحكم لاصحاب الامام الاعظم واتباعه من زمنه الى هذه الايام الى ان يحكم بمذهبه عيسى علیہ السلام تبع فيه القهستانى لكن لادليل فى ذلك على ان نبى الله عيسى علیہ السلام

يحكم بمذهب ابى حنيفة رحمة الله تعالى عليه وان كان العلماء موجودين فى زمنه فلا بد له من دليل ولهذا قال الحافظ السيوطى رسالته سماها الاعلام ماحاصله ان مايقال انه يحكم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لااصل له وكيف يظن بنبى انه يقلد مجتهدا مع ان المجتهد من احاد هذه الامة لايجوز له التقليد وانما يحكم بالاجتهاد اوبما كان يعلمه قبل من شريعتنا بالوحى اوبما تعلمه منها وهو فى السماء اوانه ينظر فى القرآن فيفهم منه كما كان يفهم نبينا علیہ السلام۔

شامی کا ماننا بھی ملاجی پر ضروری ہے اور پھر شامی نے نقل کیا ہے امام سیوطی سے اور وہ باقرار مرزا غلام احمد فاضل ظاہری و باطنی ہے۔ اور اس کی صفت مرزا نے جابجا ''ازالۃ الاوھام'' وغیرہ میں کی ہے کما سیاتی فیما یاتی اور یہی مذہب ہے امام صاحب اور امام ابو یوسف و امام محمد صاحب و امام زفر و حسن بن زیاد وغیرہ جمیع حضرات مجتہدین و مرجحین کا احناف میں سے جیسا کہ صدہا کتابوں میں موجود ہے۔ امام صاحب کی خود فقہ اکبر میں موجود ہے: وخروج الدجال وياجوج ماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عيسى علیہ السلام من السماء وسائر علامات يوم القيامة على ماوردت به الاخبار الصحيحة حق كائن.

دیکھو فقہ اکبر وغیرہ صدہا کتابوں میں چاروں مذہب کے امام و علماء اسی عیسیٰ بن مریم ہی کے آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ کسی کتاب قوی یا ضعیف میں نزول بروزی اور مثیل کا نام تک نہیں اگر سچے ہوں تو مرزائی تین سو تیرہ مل کر کسی آیت یا حدیث ضعیف ہی میں یا کسی عالم جید کے قول میں دکھادیں کہ نزول عیسیٰ بن مریم سے مراد نزول اس کے مثیل

کا ہے جو کہ غلام احمد ہے یا دوسرا کوئی۔ ہرگز قیامت تک نہ دکھاسکیں گے ہم کو مرزائیوں کا علم معلوم ہے۔ علوم آلیہ میں مہارت تو درکنار ابتدائی صرف ونحو میں نوآموز ہیں: شعر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قولہ: اور علاوہ ان کے اور آئمہ وعلمائے عظام بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہوئے ہیں مثل ابن حزم وابن القیم وغیرہ وغیرہ کے۔

جواب: اول یہ کہ محض دروغ بے فروغ بکتے ہو بلکہ آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین کی تصانیف میں نزول مسیح مع دیگر امور کے موجود ہے۔ جس سے صاف عیسیٰ بن مریم کا اترنا آسمان سے مذکور ہے اس کے مثیل کا تو ذکر بھی کہیں نہیں اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی وعبداللہ بن مسعود وابو ہریرہ وعبداللہ بن سلام وربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور امام احمد اور ابن حبان اور بخاری وترمذی ونسائی ابوداؤد وطبرانی وعبد ابن حمید وبیہقی ومصنف ابن ابی شیبہ اور جابر وثوبان وعائشہ صدیقہ وتمیم داری اور حاکم اور ابن جریر وابن کثیر اور ابی حاتم وعبدالرزاق وقتادہ وشرح ازالہ وسعید بن منصور واسحٰق بن بشر وابن عساکر وابن ماجہ وبزاز وابن مردویہ اور ابونعیم وشیخ سیوطی وعلامہ آلوسی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور شیخ اکبر صاحب فتوحات ومجدد وقت امام ربانی وسائر صوفیہ کرام اور ابن سیرین وغیرہ کل علماء، فقہاء واصولیین وغیرہ کا آج کے روز تک اجماع چلا آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ الاصلی لابمثیلہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہی عیسیٰ علیہ السلام مرفوع قبل از قیامت اتر کر یہود وغیرہ فرقہائے مضلہ وگمراہ کا منہ کالا کریں گے اور جن کے نصیب میں ایمان ہوگا ایمان لائیں اور اس پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اور ابن حزم اور ابن قیم کا قول یموت عیسیٰ اول تو یہ کہ ان کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا

کیونکہ وہ اگرچہ بنظر ظاہر آیات "توفی" وفات مسیح کے قائل ہیں۔ جیسا حاشیہ جلالین میں ہے وتمسک ابن حزم بظاهر الآیة وقال بموته مگر بلحاظ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ اور ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اور احادیث نزول کے پھر عندالرفع حیات مسیح کے بالضرور قائل ہیں کیونکہ درصورت تسلیم "احادیث نزول" بلا تاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عندالرفع زندہ جانا جائے کوئی چارہ نہیں، ہاں درصورت انکار احادیث نزول یا عدم فہم معنی آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ کے بے شک عقیدۂ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں عالموں کے "احادیث نزول" کا انکار اپنی طرح قول بالبروز یا تصریح برفع روحانی متعلق آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے ثابت کرے تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک اس کو مفید نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جو کہ قائلین موت مسیح کو قبل از رفع مثل ابن حزم اور ابن قیم کے اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتیں، دیکھو انہی لوگوں کی کتابوں کو اور ان کے استادوں اور شاگردوں کی کتابوں کو کہ سب کے سب "نزول من السماء" کے قائل ہیں اُس عیسیٰ بن مریم کے نہ کہ اس کے مثیل کے۔ اور دوم یہ کہ ابن حزم اگر حیات عندالرفع کا قائل نہ بھی ہو تب بھی کوئی ضرر نہیں اس واسطے کہ ابن حزم فاسد العقیدہ بدمذہب ہے اکثر علماء نے اس پر فتویٰ کفر کا دیا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان پاک میں کسی قسم کی بے ادبی کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کے کفر پر کل امت کا اجماع ہے سوائے ابن حزم کے۔

درمختار وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی شخص حضرت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے "من شک فی کفره وعذابه فقد کفر"۔ اسی

ابن حزم عدیم الحزم فاسد العزم نے کتاب "الملل والنحل" میں لکھا ہے کہ "پروردگار اپنا بیٹا اگر نہ پیدا کر سکے تو وہ عاجز ہو جائے گا"۔ اور اپنے مذہب باطل کی ترویج کیلئے "صحیح بخاری" کی مسند حدیث کو رد کر کے موضوع کہہ دیا۔ دیکھو "المطالب الوفیہ" سیدنا عبدالغنی النابلسی اور ابن حجر کی "کف الرعاع" اور نووی شرح مسلم کو۔ پس ابن حزم کا تو یہ حال ہے کہ بہت سی باتوں میں اجماع کے خلاف کیا اور الگ راہ چلا۔ تیسرا یہ کہ مرزا ابن حزم سے سند تو لایا ہے مگر اس کے مذہب پر بھی قرار نہیں پکڑتا۔ کیونکہ ابن حزم نے خود معراج کی حدیث بیان کی ہے۔ جس میں کمی وبیشی نمازوں کی واقع ہے۔ (بخاری، ص۱۷۲) حالانکہ مرزا اور مرزائی اس حدیث کی موضوع کہتے ہیں یہاں ابن حزم کو بھی رخصت کر گئے۔ اور ابن قیم مذہب کا حنبلی ہے اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں کمامر۔

اور ابن قیم کا اپنا مذہب خاص بھی یہی ہے کہ بعد چند ساعت کی موت کے زندہ ہو کے "مرفوع علی السماء" ہو گیا۔ جن جن فضلائے ہندو پنجاب نے مرزا کا رد لکھا ہے انہوں نے ابن قیم کا یہی مذہب بیان کیا ہے جیسا کہ "حجة الله البالغة" میں بھی ہے۔ خود ابن قیم کے استاد ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ بن مریم زندہ آسمان پر گئے اور پھر وہی بعینہ لا بمثیلہ آئیں گے کمامر۔ ابن قیم اس قدر بڑا آدمی نہیں جو کہ اپنے امام سے ایسے اعتقادی مسئلہ میں مخالف ہو سکے اور بصورت مخالف ہونے کے بمقابلہ اس کے استاد ابن تیمیہ اور صاحب مذہب امام احمد کے اس کا قول غیر معتبر ہے اور ابن قیم بھی اکثر مسائل میں خلاف اجماع امت مرحومہ چلتا ہے مثل اپنے استاد ابن تیمیہ کے۔ چنانچہ اس کے اعتقادیات سے بعض باتیں یہ ہیں خدا بر عرش نشستہ و بر کرسی پائے

نهاده وکرسی ازاں آواز می کند، وطلاق حائض واقع نمی گردد.

قولہ: ص۹ فی الواقع دجال ایک گروہ کا نام ہے قرآن وحدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ ''سورۃ المومن، رکوع ۶، میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ''فتح الباری'' میں ہے: وقد وقع فی تفسیر البغوی ان الدجال المذکور فی القرآن فی قوله تعالیٰ ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ان المراد بالناس هنا الدجال پس قرآن کریم میں جو لفظ ''ناس'' سے ''دجال'' مراد لیا گیا ہے یعنی ''دجال'' کی لفظ ''ناس'' کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے یہ دال ہے اس پر کہ دجال فی الواقع شخص واحد نہیں ہے بلکہ ذوافراد ہے۔ کیونکہ لفظ ''ناس'' بھی ذوافراد ہے کہ معنی اس کے مطلق آدمی کے ہیں اور حدیث میں بھی اشارہ ''دجال'' کے جمع ہونے کے طرف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۱۷۴ میں ہے ''یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین'' (الحدیث) کیونکہ اس حدیث میں ''دجال'' کیلئے فعل جمع جو لفظ ''یختلون'' ہے، لایا گیا ہے۔

الجواب: اول اہل سنت وجماعت خود قائل ہیں کہ دجال معنی وصفی بھی ہے جو کہ بہت سے شریروں فسادیوں پر صادق آتا ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ دجال کوئی اور شخص واحد نہیں ہے۔ لفظ کے ذوافراد ہونے سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے لحاظ سے کسی شخص خاص کا علم ہو کہ دجال نام شخصی بھی ہے اور وصف بھی ہے۔ اگر دجال سے مراد فسادی اور شریر اور بے دین لوگ ہیں تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ وبیت المقدس وکوہ طور میں داخل نہ ہوتے۔ کیونکہ احادیث میں دجال کے داخل ہونے کی ان جگہوں میں نفی آچکی ہے پس جب کہ شریر لوگ ان جگہوں میں ہر زمانے میں بکثرت رہتے

ہیں تو معلوم ہوا کہ دجال شخصی ان سے مراد نہیں اور وہی احادیث میں مراد ہے یعنی دجال شخصی جو سب دجالوں کا پیشوا اور شخص خاص ہے ان مقاموں میں داخل ہوگا اور اسی کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور اس آیت میں ''ناس'' بمعنی دجال ایک صفت عامہ فلا فائدة للمستدل ولا ضرر لنا. خود ہی ملاجی نے ''ہدایۃ المتہدی'' میں لکھا ہے بحوالہ صراح، دجال نام مسیح کذاب وگروہ بزرگ دجاله مثله.

ملاجی کا حافظہ اپنے پیر کے حافظہ کی طرح نکما ہے۔ اپنی کتاب میں بھی اس کو یاد نہ رہا کہ دجال ایک شخص کا نام بھی ہے۔ دجال کے بارے میں جو جو احادیث میں سے اور ''کنز العمال'' کا حوالہ قادیانی کو کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گیا ہے اور قریب قیامت کے اترے گا دیکھو ''کنز العمال'' کو۔ اس صفحہ میں لکھتا ہے: اور بہت حدیثوں میں جو دجال کو شخص واحد سے تعبیر کی گئی ہے یہ اس اعتبار سے کہ اس گروہ کا سردار اور افسر شخص واحد ہوگا۔ اب اس عبارت میں بھی صاف اقرار ہے کہ دجال شخص واحد ہے شرارتیوں کے گروہ کا سردار۔ پس ملاجی نے بعینہ ہمارا دعویٰ مان لیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے زیادہ کر آنحضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا اور آپ نے مجھ کو فرمایا کہ ''تجھ کو ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی فرمایا حضرت نے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہ میں آچکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں دجال کا چرچا بہت تھا جیسا کہ حدیث کے ٹکڑے ''انهم يقولون'' سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر دجال سے مراد شرارتی لوگ تھے تو اس کی اس قدر توضیح اور بار بار دریافت کی کیا

ضرورت تھی؟ شرارتوں کو تو خود ہر کوئی جانتا ہے اور یہ ہر زمانے میں بکثرت ہوتے ہیں۔
عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر باری تعالیٰ کی ثنا
کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا: سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے
نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا لیکن میں تم کو اس کے بارے میں ایسی بات کہوں
گا جو کسی نبی نے نہیں کہی، جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

(بخاری و مسلم)

ذرا ذرا بات رسول اللہ نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمادی تھی تو اگر ''دجال'' کے معنی
میں اور ''نزول عیسیٰ'' میں کچھ اور بھی مطلب تھا جو ظاہر عبارت کے مخالف ہے تو ضرور
بیان فرماتے پس جب کہ بیان نہ فرمایا تو معلوم ہو کہ جس دجال میں نزاع ہے وہ دجال وہی
ہے جس کو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قتل کریں گے اور نزول عیسیٰ سے مراد نزول اسی عیسیٰ
بن مریم کا ہے نہ نزول بروزی یعنی نزول اس کے کسی ہم مثل کا۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔
﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ وقال اللّٰہ تعالیٰ ﴿قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ
مُّبِیْنٌ﴾ ﴿یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ صحیح بخاری میں ہے
اتیتکم بیضاء نقیة. یعنی میں تمہارے پاس سفید اور صاف شریعت لایا ہوں۔

صحیح مسلم میں ہے ان بعض المشرکین قالوا المسلمان لقد علمکم
نبیکم کل شی حتی الخرأة قال اجل وقال ﷺ ترکتکم علی البیضاء لیلها
کنهارها لایزیغ عنها بعدی الا هالک وقال ماترکت من شیء یقربکم الی
الجنة الا وقد حدثتکم به ولامن شیء یبعدکم عن النار الا وقد حدثتکم
عنه. یعنی بعض کافروں نے مسلمان سے کہا کہ تمہارے نبی نے تم کو سب کچھ سکھایا۔ یہاں

تک کہ بول و براز کا طریقہ بھی۔ مسلمان نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ شریعت کو
ایسا صاف تمہارے پاس میں نے چھوڑا ہے کہ اس کی رات مثل اس کے دن کے سفید ہے
اس سے کوئی کج رو نہ ہوگا مگر ہلاک ہونے والا اور جو چیز کہ تم کو جنت کی طرف قریب کرے
اور دوزخ سے دور کرے وہ میں نے نہیں چھوڑی مگر بیان کر دی ہے۔ ہاں مکاشفہ اجمالی
کے اجمال میں بعض لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔

اس کی تفصیل سنو کہ جو مکاشفہ اجمالی ہوتا ہے وہ تعبیر و تفسیر طلب ہوا کرتا ہے یعنی
پہلے بیان کی تفسیر دوبارہ ہو جایا کرتی ہے اور جو مکاشفہ تفصیلی ہوتا ہے اس میں پھر تفسیر اور تعبیر
کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت ﷺ نے جو کہ مرض وبا کو بصورت عورت گرداگرد مدینہ
منورہ کے پھرتے دیکھا تھا یہ مکاشفہ اجمالی تھا کہ دیکھا تھا کچھ اور ظہور میں آیا کچھ اور۔ پس
مرزا اس اجمالی مکاشفہ پر کل مکاشفات تفصیلیہ کو قیاس کر کے تاویل کرتا جاتا ہے اور یہ
باطل ہے اور بعض جگہ امر مستبعد عقلی کو جیسے صعود علی السماء اور حیاۃ علی السماء
اور اختیارات دجال کو محال عقلی سمجھ کر انکار کر جاتا ہے۔ حالانکہ مستبعد عقلی و محال عقلی میں دن
رات کا فرق ہے۔ نبی کی تعبیر میں بقاء علی الخطاء ناممکن ہے کیونکہ یہ امر نبی کی عصمت کو باطل
کر دیتا ہے۔ اب سمجھ لو کہ ''احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام و خروج دجال و مہدی مکاشفات
تفصیلیہ'' میں سے ہیں جیسا کہ بارہا ثابت ہو چکا ہے بناء علی هذا.

اگر احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام و خروج دجال مکاشفات اجمالیہ سے ہوں تو
ساری عمر باقی رہنا غلط بیانی اور ''خطاء فی التعبیر'' پر معاذ اللہ آپ کی عصمت کو سخت مضر
ہوگا پس ضروری ہے کہ مکاشفات تفصیلیہ میں ذرا قدر فرق بھی نہ آئے گا۔ حضور کی پیشین
گوئیاں جواز قبیل مکاشفات تفصیلیہ کے ہیں ان کو کتب صحاح وغیرہ سے اگر ملاحظہ کیا جائے

تو ہو بہو بالکل جیسے حضرت فرما گئے ایسے ہی واقع ہو چکیں ہیں اس میں ہر مسلمان کو بہت پختگی اور حضرت کے فرمودہ پر بہت سخت تصدیق چاہیے ورنہ ایمان کا ایک رکن بلکہ کل ایمان جاتا رہے گا۔ ہم اہل اسلام تو ایمان رکھتے ہیں اس پر کہ جو کچھ رسول اللہ نے قرآن سے سمجھا اور بیان فرمایا اور ہمارے تک براہ اعتبار وامانت پہنچ گیا اس کو ایسے ہی ہونا ہوگا۔ اس میں سر مو بھی تفاوت نہ ہوگا۔ ہم اپنی گندی تاویلوں سے باز رہیں گے۔ جو اس وقت سے لے کر آج کے روز تک کل امت مرحومہ کا اعتقاد ہے وہی ہمارا ہے۔ ساری امت کو غلطی پر کہنے والا پختہ گمراہ ہے۔ (دیکھو حواشی شرح عقائد)

اب رسول اللہ ﷺ کی چند پیشگوئیاں تحریر کرتا ہوں۔ ام حرام صحابیہ روایت کرتی ہے کہ آنحضرت قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں، میں نے تبسم کا باعث عرض کیا تو فرمایا کہ میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں سے کرے حضرت نے فرمایا تو انہیں میں سے ہے۔ (بخاری) اور اس کا ظہور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرس کے ہوا۔ ان ایام میں ام حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میری امت سے ایک لشکر دریا کا جنگ کریگا اور ان سے جنت میں داخل ہونے کا عمل صادر ہوگا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی ان میں سے ہوں تو حضرت نے فرمایا تو ان میں سے ہے بعدہ آپ نے فرمایا میری امت سے ایک لشکر قیصر کے شہر کا جنگ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا نہ۔ (بخاری)

عن عمیر بن الاسود الحسنی حضرت عثمان کے حق میں رسول اللہ ﷺ

جوابِ حقانی

نے فرمایا کہ کہ فلاں فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت نے عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو سورہ بقر کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (حاکم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت ﷺ نے کہ جب تک تو امیر نہ بنایا جائے گا وفات نہ پائے گا اور پھر رنگیں کی جائے گی ریش سر کے خون سے۔ (احمد)

امام حسن کی شہادت اور امام حسین کے قتل سے خبر دی اور واقعہ حرہ اور خروج عبداللہ بن زبیر اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے اور واقعہ نہرواں سے خبر دی اور وہ حدیث متواتر ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے بعینہ بغیر تفاوت سر جوئی کے فرماتے تھے کہ صدق رسول اللہ ﷺ صدق رسول اللہ ﷺ۔ (احمد)

اور خبر دی حضرت نے ترکوں کی بادشاہی سے طبرانی وابونعیم، ابن مسعود، اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی۔ (خصائص)

اور فرمایا حضرت ﷺ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازو کو ملاحظہ فرما کہ گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

اور ایک یہودی کو فرمایا حضرت نے جو کہ بنو ابی الحقیق سے تھا کہ کیسا حال ہوگا تیرا جب کہ تو نکالا جائے گا خیبر سے؟ پھر اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے نکال دیا تھا حذیفہ کہتے ہیں کہ قسم

ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سب مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک خبر دی ہے اور پہنچتا ہے عدد ان کا جو ساتھ اس کے ہوں گے سو سے زائد کو، ان کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلہ کے نام سے بھی خبر دی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

اب غور کرو کہ ان لوگوں سے اور ان کے سوا کے صدہا پیشین گوئیاں ہیں جو مکاشفات تفصیلیہ کی قسم سے ہیں خاص یہی زمان ومکان واسامی مراد ہیں جو جو احادیث میں مذکور ہیں بعینہ نہ ان کے ہم صورت اور مثیل۔ پس حضرت عیسیٰ خبر میں اس کا مثیل کہاں سے آ گیا ہے۔

ع بے حیا باش وہر چہ خواہی گو

خلافت عثمانیہ اگر چہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر عثمان رضی اللہ عنہ وہی عثمان ہیں نہ کوئی دوسرا مثیل ان کا۔ غرض کہ مکاشفات تفصیلیہ میں جو لوگ بقید اپنے اسماء کے مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گو کہ بعض فقرات ماسواء اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہیں اور وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب تاویل کل کلام کا نہیں ہوسکتا بلکہ یہ منوط بتعذر حقیقت ہے۔ لفظ **یختلون الدنیا بالدین** کے جمع ہونے سے دجال کے ذو افراد ہونے پر دلیل پکڑنی ایسی باطل ہے جیسے کہ مولوی امروہی نے دلیل پکڑی ہے۔ اس نے اپنی ''کتاب شمس بازغہ'' کے ص ۳۰۵ میں لکھا ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے: **وقیل لانہ یغطی الارض بکثرۃ جموعہ.**

اقول: مولوی امروہی کی یہ بے فکری ہے کہ ''**لانہ**'' کی ضمیر کو خیال نہ کیا جس سے دجال واحد شخصی مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں؟

قولہ: صفحہ ۱۰۱ میں حالانکہ خروج دجال کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے جن کا علم بجز

باری تعالیٰ کے دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ تفسیر ''معالم التنزیل'' میں محی السنہ امام بغوی کے ہے **والمتشابہ ما استاثر اللہ تعالیٰ بعلمہ لا سبیل لاحد الی علمہ نحو الخبر عن اشراط الساعۃ وخروج الدجال** اور امام جلال الدین سیوطی نے بھی ''اتقان فی علوم القرآن'' میں ایسا ہی لکھا ہے۔ **حیث قال والمتشابہ ما استاثر اللہ بعلمہ کقیام الساعۃ وخروج الدجال.**

اقول: ان عبارتوں سے قادیانی بنگالی کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ مراد ان سے یہ ہوا کہ قیام قیامت اور خروج دجال کا بعینہ کون سے برس، کون سے مہینے، کون سے دن میں ہوگا؟ یہ امر متشابہات اور مغیبات سے ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس خروج دجال اور نفس قیام قیامت متشابہات میں سے ہے۔ یعنی یہ مطلب کہ معلوم نہیں کہ قیام قیامت کیا چیز ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو قیام قیامت یعنی قیامت کے آنے سے انکار ہوا۔ حالانکہ آیات واحادیث واجماع امت وقیاس جمیع اماماں دین اور اعتقاد کل مومنین کے مخالف ہے اور صاف کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر اور منثور کی عبارت کو دیکھو جو ہم نے اس سے قبل لکھ دی ہے کہ کیسا صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بیان کرتے ہیں اور دجال کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اس کا مرنا بھی ذکر کیا ہے۔ **حیث قال ان الدجال خارج ومعنی قضیبان.** اور ایسا ہی ''تفسیر اتقان'' میں ہے مگر اندھوں کو آفتاب جہاں تاب سے کیا فائدہ ہے؟

اور اسی علامہ نے اسی در منثور میں بھی فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی پس قیامت کا ذکر کیا سب نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس ذکر کو رد کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو علم نہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف

رد کیا تو انہوں نے کہا کہ وقوع قیامت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ **فقال عیسیٰ وجبتها فلا یعلم بها احد الا الله** عزوجل **وفیما عهد الی ربی ان الدجال خارج ومعنی قضیبان** اس عبارت میں ''**وجبتها**'' کا معنیٰ ''**وقوعها**'' ہے۔ مراد اس سے بھی نفی تعیین یوم بالخصوص کی ہے جیسا کہ آیات صریحہ میں موجود ہے اور خود مشکوٰۃ وغیرہ صحاح کی کتب میں بکثرت وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر رسول اللہ سے عرض کیا۔ **متی الساعة** قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ نے جواب دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو نہیں معلوم۔

پس اس سے مراد بھی بالخصوص تعین یوم وزمان کی نفی ہے اگر یہ مطلب نہ ہو جو میں اور جملہ اہل اسلام کہتے ہیں تو کل احادیث وکتب آئمہ دین اور خود امام سیوطی کی تصانیف میں ایسے تدافع اور تعارض اور تناقض ہوں گے کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے کیونکہ کسی جگہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور دجال کو قتل کرنا اور قیامت کا آنا بیان کیا اور کسی جگہ ان کو متشابہات سے کہہ کر انکا انکار ثابت کر دیا **نعوذ بالله منهما**۔ ہم کل مسلمان اہل سنت وجماعت بلکہ شیعہ ورافضی ووہابی بھی ایمان تفصیلی میں ''**آمنت بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر**'' پڑھتے ہیں مگر قادیانی لوگ ''**والیوم الآخر**'' سے منکر ہیں اسی واسطے بنفس قیام قیامت کو متشابہات سے کہتے ہیں۔ مرزا نے خود ٹائٹل ''**ازالة الاوهام**'' کے صفحہ دوم میں لکھا ہے میں ایک مسلمان ہوں **آمنت بالله وملائکته وکتبه ورسله وبعث بعد الموت**۔ بلفظ **استغفر الله** بے علموں کو کیسا سخت مغالطہ واقعہ ہوا کہ جس کے سبب سے آیات بینات وہزارہا احادیث سے انکار کرنا پڑا۔

اور ایسا ہی حال ہے تفسیر معالم التنزیل کا اور امام بغوی کا اعتقاد عیسیٰ علیہ السلام کے

بارے میں اہل سنت وجماعت کی مثل ہے اس سے سند لانی مرزائیوں کو سخت مضر ہے اس نے تو ابوشریح انصاری سے ''**دابة الارض**'' کے نکلنے کا قصہ مفصل بیان کیا ہے حالانکہ مرزا ''دابۃ الارض'' سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ ''**دابة الارض**'' کوئی خاص جانور نہیں بلکہ اس زمانہ کے علماء ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی اور تفسیر مظہری وابن کثیر وفتح البیان تو خود موجود ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود رہتا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔ **وهذه عبارتهم کان معه لازما فی جمیع الاحوال حتی رفع مع عیسیٰ** علیہ السلام **الی السماء**۔

قوله: کیونکہ اگر واقعی اسی صورت پر دجال معہود ظاہر ہو جائے تو العیاذ باللہ قرآن وحدیث کا باطل ہونا لازم آئے گا اس لئے کہ ''اُم القرآن'' یعنی سورہ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مفسد ومخرب دین قوم یہود ونصاریٰ سے باہر نہیں ہوگا کیونکہ اگر ہوتا تو ضرور اُم القرآن میں اس کی طرف اشارہ ہوتا ورنہ اُم القرآن کا مرتبہ گھٹتا جاتا ہے۔

اقول: ملاجی کا مطلب یہ ہے کہ **الحمد** میں ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور کل مفسد ومخرب دین کے انہیں دونوں فرقوں میں سے ہوں گے حالانکہ یہ سمجھ غلط ہے کیونکہ فرقہ قادیانی وغیرہ مقلدین ومجوسی ودہریہ وقرآنیہ ونیچریہ وشمسی ورافضی وشیعہ اعلیٰ قسم کے مخرب دین ومفسدین سے ہیں حالانکہ یہود ونصاریٰ سے باہر ہیں۔ اور ''ام القرآن'' میں مذکور نہیں۔ اور صدہا احکام نماز وروزہ وزکوٰۃ وحج ومزارعت ونکاح وطلاق وبیع وعتاق وغیرہ ''ام القرآن'' میں کوئی نہیں۔ کیا اس سے ام القرآن کا مرتبہ گھٹتا جائے گا؟ یہ کیسی عندیہ باتیں ملاجی نقل کر رہا ہے۔

قولہ: صفحہ ۱۱ اور یہود سے دجال معہود کا آنا تو قولہ تعالیٰ ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ وغیرہ سے باطل ہے۔

اقول: یہود کا خوار وذلیل ہونا جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز آں کروفر خدائی دعویٰ کر کے مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا اس کا چندروزہ شان وشوکت کتاب وسنت کی پیشین گوئی کو مضر نہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ''ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک''۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اٹھائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اس کو اور اس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی۔ جیسا کہ خود اس جواب کو ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں لکھا ہے۔ اب جو کہ بعض جگہوں میں بعض یہود ملکوں کے ولی اور رئیس ہیں نصاریٰ کہ قریب قریب تمام روئے زمین کی سلطنت کر رہے ہیں تو کیا آیات واحادیث میں جو کہ ان کی ذلت وارد ہے وہ بیجا اور غلط ہے؟ نہیں بلکہ مقصود شارع یہ ہے کہ یہ چندروزہ شان وشوکت کا کوئی اعتبار نہیں اعتبار نتیجہ اور خاتمہ کا ہے۔ **العبرة بالخواتیم۔** یہ اعتراض بھی مرزائیوں کا غلط ہوا۔

قولہ: اور تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ کے قوی ہیکل دجال کا نکل آنا بھی، صحیح مسلم وغیرہ کے سو برس والی حدیث سے باطل ٹھہرتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: **عن جابر** رضی اللہ عنہ **قال سمعت رسول الله** ﷺ **يقول قبل ان يموت بشهر تسألوني عن الساعة وانما علمها عند الله واقسم بالله ما على الارض من نفس منفوسة ياتی علیها مائة سنة وهی حية يومئذ وعن ابن مسعود لاياتی مائة سنة**

وعلى الارض نفس منفوسة اليوم. (رواہ مسلم)

الجواب ۱...... ہم نے ''رسالہ تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' میں خوب تحقیق سے تحریر کر دیا ہے کہ آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی محکم ہے رفع جسمی میں، لہٰذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف ہی مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اور **مامن نفس منفوسة.** وغیرہ۔

۲...... جس وقت یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود نہ تھے بلکہ آسمان پر تھے پس حدیث کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو کہ اس وقت زمین پر تھا پس ''**علی الارض**'' کی قید سے عیسیٰ علیہ السلام نکل گئے۔ **وھذاظاھر جدا۔**

۳...... یہ حکم حدیث کا کلی نہیں بلکہ جزوی ہے کیونکہ اس وقت تو زمین پر خواجہ خضر اور الیاس علیہما السلام زندہ موجود تھے اور باتفاق اہل باطل واہل کشف اب تک زندہ ہیں اور اصحاب کہف جو کہ اس وقت غار میں تھے جن کو غار میں جانے کے اس وقت ۳۰۹ برس ہو چکے تھے اور اب تک ۱۳۳۰۶ اور بھی گزر چکے ہیں۔ پس ان احادیث سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ مرزائیوں کا یہ اعتراض بھی خاک میں مل گیا۔ اور صحیح مسلم کا حوالہ دینا تو تم کو کوئی مفید نہیں بلکہ وہ تو تمہارے حق میں زہر قاتل ہے۔ (دیکھو صحیح مسلم)

مطبع انصاری کے جلد اول، ص ۸۷ نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور جلد ۲، ص ۳۹۲ میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کر کے لوگوں کو اس کا خون نیزہ پر دکھائیں گے

اور جلد ثانی کے صفحہ ۳۹۹ میں ہے کہ دجال کو اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کا اختیار دے کر لوگوں کی آزمائش کرے گا جیسا کہ زندہ کرنا مُردوں کا اور دوزخ و جنت اور دو نہروں کا اس کے ساتھ ہونا اور آسمان کا اس کے امر سے بارش برسانا وغیرہ وغیرہ پھر عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت اور جمیع محدثین اور فقہاء وغیرہ کا ہے اور خوارج اور جہمیہ اور بعض معتزلہ اس کے خلاف ہیں اور بوجہ یاجوج ماجوج کے حضرت عیسیٰ کا ایک جگہ میں بند ہونا۔ ص ۴۰۱ اور ص ۴۰۳ میں ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کا بالکل صحیح اور حق پر ہے۔ عقل اور شرع میں اس کو کوئی شے باطل نہیں کرتی۔ ان سب میں دوسرا دجال حقیقی شخص اور واحد اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے۔ مثیل عیسیٰ کا تو اشارہ قدر بھی نہیں ہے۔

قولہ: اور علاوہ ماذکر سے دجال معہود میں ایسی ایسی صفتیں بھی تسلیم کی گئیں ہیں کہ کسی نبی اور اولوالعزم میں ایسی صفتیں پائی نہیں گئیں بلکہ بعض بعض خدائی صفتیں بھی دجال میں مانی گئی ہیں مثل عالم الغیب ہونے واحیاو اماتت کے۔ پس ایسا دجال خیالی کا آنا بحکم قرآن عظیم واحادیث رسول کریم ﷺ کے یکسر باطل ہے **کما لایخفی۔**

الجواب: غیب کا علم جاننا بالذات بلا کسی ذریعہ سے اس طور پر کہ ذات عالم کی خود بخود مبدأ انکشاف ہو جائے یہ خاصہ باری تعالیٰ کا ہے اور علم غیب کا جاننا بواسطہ وحی یا الہام اور القاء فی القلب اور کشف القلوب اور بذریعہ قرائن کی یہ خاصہ خداوندی نہیں بلکہ یہ علم اس پہلے علم کا مقابل ہے یہ نیک بندوں کو چنانچہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ بزرگان دین کو دیا گیا ہے اس کا تحقق ضرور بندوں میں ہونا چاہے **لاقتضاء المقابلة** صدہا احادیث واقوال ومذاہب اس پر موجود ہیں کہ علم غیب بندگان خدا کو دیا گیا ہے۔ پس اس وقت دجال کو بھی

ایسا علم غیب واسطے ان بندوں کے دیا جائے گا جیسا کہ کاہنوں اور برہمنوں کو بعض امور کا علم غیب حاصل ہے بوجہ پابندی قواعد جفر و رمل کے اور بعض کو بذریعۂ اخبارِ جن حاصل ہوتا ہے کما فی الحدیث وکتب العقائد ایسا ہی کسی مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو مارنا باذن پروردگار یہ بندوں کو حاصل ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن شریف میں وارد ہے ﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ...... الخ﴾ ترجمہ ''اور میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تم کو خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے''۔

اور خواجہ خضر علیہ السلام نے جو کہ ایک لڑکے کو باذن پروردگار مار ڈالا تھا باشارہ اپنی الٰہی کے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ اور اس قسم کا اختیار اماتت کا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بہت صادر ہوا ہے اور ہوگا۔ خود امام مہدی صاحب اپنے خلافت کے وقت میں کئی مردوں کو زندہ کر کے پھر ان کو مار ڈالیں گے باذن پروردگار۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مقتول کا قاتل معلوم نہیں ہوتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے ذبح کر کے اس کا کوئی اندام میت پر مارو تو میت زندہ ہو کر قاتل اپنا بتائے گا پس بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کی زبان یا دائیں ران اس کی یا کان اس کا یا دم اس کی مقتول پر ماری ...... الخ سورۂ بقرہ میں یہ قصہ موجود ہے ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى﴾ کو پڑھو۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں خود قرآن شریف میں موجود ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مارا اور وہ ایک سو برس کے بعد پھر زندہ ہوا۔ ﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِى هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْبَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ یعنی ''جب کہ عزیر علیہ السلام ایک ویران شہر پر گذرے تو بطور استبعاد و تعجب کے کہا کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شہر کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ کیا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا، تو عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو ایک سو برس تک یہاں مرا ہوا رہا اپنے طعام اور پانی کو دیکھ کہ باوجود گذر جانے ایک سو برس کے خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی ہیں'' ......الخ

غرض کہ عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے زندہ کیا۔ اور غلام احمد قادیانی اس آیت کی تحریف اس طور پر کرتا ہے ''ازالہ'' میں کہ ''خدائے تعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لحہ کیلئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور در اصل عزیر بہشت ہی میں موجود تھا''۔ (ازالہ، صفحہ ۳۶۵) افسوس کہ مرزا نے اپنی بات بنانے کے لئے قرآن شریف کے معنی کو بگاڑا مگر کچھ نہ ہوا کیونکہ

اول تو یہ کہ آیت کے سیاق وسباق سے خود ظاہر ہے کہ عزیر علیہ السلام کی موت وحیات سے حقیقی موت وحیات پروردگار کا مقصود ہے نہ مجازی۔ سچ ہے تو دکھاؤ کہ کون سے محقق نے یہ لکھا ہے کہ فی الواقعہ عزیر دنیا میں نہ آیا تھا اور یہ حیات مجازی تھی۔

دوم یہ کہ جو بات چیت کہ اللہ تعالیٰ اور عزیر علیہ السلام کا لوگوں کے ساتھ ہوا ہے وہ ایک لحہ میں ہو جانا مستبعد خیال کیا جاتا ہے کیونکہ ''تفسیر بیضاوی'' میں ہے کہ جب عزیر نبی

اللہ زندہ ہوئے بعد ایک سو برس کے۔ لوگوں پر تورات کو لکھوایا اپنی یاد سے پس لوگ اس سے متعجب ہوئے۔

تیسرا یہ کہ مرزا تو بالکل کسی مردہ کا دنیا میں آنا نہیں مانتا حقیقی ہو یا مجازی بہت دیر تک ہو یا ایک لحہ ہو۔ پس جب کہ ایک لحہ بھر بھی بعد مرنے کے دنیا میں آنا مان لیا تو اس کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔

چوتھا یہ کہ بہت اچھا یہ دنیا میں آنا عزیر نبی اللہ کا عارضی ہی طور پر سہی ہم بھی تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے زندگی اور معاش کی جگہ اصلی فی الواقع زمین ہی ہے مگر وہ عارضی طور پر آسمان پر ہیں پس اس میں کیوں مرزا خفا ہوتا ہے؟ اور دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں کہ بعد ان کے مرنے کے زندہ ہونے کی صاف صریح طور پر خبر موجود ہے۔ ﴿ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ قرآن شریف میں دوسری جگہ میں پڑھو ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ﴾ نہایت صریح الفاظ سے یہ آیت بتلا رہی ہے کہ ''اے محمد ﷺ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہزاروں لوگ جو کہ خوف موت کے سبب سے اپنے گھروں سے نکلے تھے پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ تم مر جاؤ (پس وہ مر گئے) پھر زندہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے''۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ لوگ بعد مرنے کے زندہ ہو کر زمانہ دراز تک دنیا میں رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا کہ جو کپڑا وہ لوگ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہو جاتا تھا اور یہ حالت ان کے تمام قبائل میں رہی۔ اور قریش کے ۲۴ سردار جو کہ بدر کے جنگ میں مار کر بدر مقام کے کنوؤں میں پھینک دیئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے حضرت

ﷺ کی کلام ان کو تنبیہ اور افسوس کے لیے سنا دی چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت قتادہ ہے زاد البخاری "قال قتادة احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخا وتصغیرا ونقمة وحسرتا وندما" (مشکوۃ) غرض کہ آیت اور احادیث وقصص وروایات صحیحہ میں "موتی" کا زندہ ہونا دنیا میں بکثرت موجود ہے کہاں تک مرزائیوں کو لڑکوں کی طرح تعلیم دی جائے۔

سوال: ازطرف قادیانی: وحرام علی قریة اھلکناھا انھم لایرجعون. یعنی "جس بستی اور موضع کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا دنیا میں پھر رجوع کرنا حرام ہے"۔

الجواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا بطور قاعدۂ کلیہ کے ان کی طبع کا مقتضی نہیں اور یہ امر منافی نہیں اس کے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ اور دوبارہ دنیا میں لانے کو چاہے تو وہ نہ آسکیں بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اگر یہ مراد نہ ہو تو آیات واحادیث میں صاف تعارض حقیقی ہے جو کہ شارع کے عاجز ہونے پر دلالت کرتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ قادیانی کی کتابوں سے جواب دیا جائے تا کہ اس کو اور اس کے اذناب کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے قرآن وحدیث میں تو وہ تاویل وتحریف وانکار کرنے کے عادی ہیں۔ قادیانی نے خود "ازالہ" میں لکھا ہے الیسع کی لاش نے وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا...... الخ۔ اے مرزائیوں مان لو مان لو۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعا ہی کیا کرتے تھے۔ "امام کلبی" نے کہا ہے کہ "یاحی یا قیوم" کے لفظ سے مردہ کو زندہ کر لیا کرتے تھے مگر یہ شرط لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میری رسالت پر

ایمان لانا ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو جو لوگ زندہ ہوئے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس نے جن کو مرزا نے "افقہ الناس" لکھا ہے چار شخصوں کو ذکر کیا ہے (۱) عازر (۲) پیرزن کا بیٹا (۳) اور عاشر کی بیٹی (۴) اور نوح علیہ السلام کا بیٹا سام۔ سوائے سام بن نوح علیہ السلام کے سب کے سب زندہ رہے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

اور سام بن نوح علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ اس کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعا کی پس وہ قبر سے نکلا اور آدھا سر اس کا سفید ہو گیا تھا بوجہ خوف قیامت کے حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے پس انہوں نے پوچھا کہ قیامت ہو گئی ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لئے دعا کی ہے پھر ان سے مر جانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مجھ کو مرنا قبول ہے مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔

(تفسیر لباب التاویل، ج۱ص۳۳۸)

قولہ: مخفی نہ رہے کہ حقیقت دجال کی یہ ہے کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے جو کہ شر الخلائق بلکہ منبع الشرور ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت طلب کر کے حاصل کی ہے کما قال اللہ تعالیٰ ﴿رَبِّ فَانْظُرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾ پس بناء علیہ چونکہ یہ زمانہ ہی دجالی زمانہ ہے اس میں ہر ایک مضل خلق ومفسد دین حق اس کا مظہر ہے۔ چنانچہ مخالفین سلسلہ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نہ مولوی ہوں جو ناحق لوگوں کو راہ حق سے بہکاتے ہیں حصہ داروں میں سے اس کے ہیں...... الخ

الجواب: ایسی باتوں سے پورا بے علمی اور جہالت کا پتہ ملتا ہے افسوس علمیت کا یہ حال اور

تصنیف کا یہ شوق۔ جو آیت قرآنی کہ خاص ابلیس لعین کے بارے میں تھی اس کو دجال کے بارے میں نازل کر دیا اور بیچ یہ ڈالا کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے ہم کہتے ہیں کہ

ع   کون سنے کہانی تیری اور وہ بھی زبانی تیری

کسی آیت یا صحیح حدیث خواہ ضعیف غیر موضوع خواہ موضوع سے ثابت کر دکھاؤ کہ دجال کوئی شخص خاص نہ ہوگا بلکہ یہی شیطان ہے اور یہ قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکو گے اگر چہ اپنے ہمراہ شیطان کو بھی کر لو۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور سے دجال داخل ہونے سے روکا گیا ہے اگر وہ در اصل شیطان ہی ہے تو شیطان اور شیطانی تو اعلیٰ قسم کی ان جگہوں میں ہوتی رہی اور اب بھی ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ طرح بطرح کے فتنے اور فساد انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد کے زمانہ میں انہی جگہوں میں ہوئے ہیں۔ علمائے اہل اسلام جو مرزائیوں کو جا بجا اپنی تصانیف میں طعن و تشنیع کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم کل لوگ ان کے گمان میں شیطان اور شیطان کے حصہ داروں میں سے ہیں جیسا کہ اس برہمن بریہ کے خطیب کی عبارت میں گذرا اور اس کے سوائے باقی مرزائیوں نے بھی اپنے نبی غلام احمد کے ساتھ مل کر ہم اہل اسلام پر کفر کا حکم بار ہا دیا ہے۔ اور خود ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہے لہٰذا ہمارے اوپر جو کہ حکم شیطان اور دجال ہونے کا مرزائیوں نے دیا ہے وہ حکم مرزائیوں پر ہی لوٹتا ہے۔

قولہ: اکثر احادیث میں چونکہ استعارہ کے طور پر مثل کشوف و خوابوں کے دجال کو ایک قوی ہیکل شخص کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس لئے اکثر الفاظ پرست ظاہر بیں لوگ اسی کو دلیل پکڑے ہوئے ہیں اور باوجود تفہیم کامل و تنبیہ شدید کے اس سے نہیں ٹلتے۔

الجواب: دجال کا شخص واحد قوی ہیکل ہونا از بس درست ہے ایسا ہی ہوگا یہ بیان حضرت کا آخری ہے اور مفصل ہے۔ خیال کرو کہ جب ابتداء میں حضرت ﷺ نے مکاشفہ اجمالی کے ذریعہ سے بعض علامات دجال کے بیان کئے تو ابن صیاد پر وہ باتیں مطابق پائی گئیں لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر حضرت ﷺ نے نہ دی اور فرمایا کہ اگر دجال یہی ہے تو اسکا قاتل تو نہیں ہے۔ بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔ اس حدیث سے دجال کا شخص واحد متعین ہونا بخوبی ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے اس کے شخص معین ہونے کی طرف اگر دجال قوم دغا باز اور شریر سے عبارت ہوتا تو حضرت نبی ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو، کیوں جاتے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دجال کا قاتل سوائے عیسیٰ ابن مریم کے دوسرا کوئی نہیں اگر قتل سے مراد ظاہری قتل نہ تھا بلکہ دلائل اور بینات سے ساکت کرنا تھا تو حضرت ﷺ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ اے عمر اس کو جان سے کیوں مارتے ہو اس کو دلائل اور بیان سے ساکت کر دو کہ یہی اس کا قتل ہے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ کی اذن طلبی ابن صیاد کے قتل کے بارے میں اور حضرت کا اس کو روک دینا اور عمر رضی اللہ عنہ کا باز رہنا یہ پختہ دلیل ہے طرف شخص معین ہونے دجال کے۔ چونکہ یہ اجمالی علامات دجال کی بیان کی گئیں تھیں لہٰذا بعض صحابہ پر ابتداء میں یہ امر مخفی رہا جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد اور اسی کو مرزا نے لے کر تیرہ سو برس سے اس کے مر کر مدینہ میں دفن ہونے کا اعتقاد کر لیا۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں کیونکہ وہ دجال شخصی کا قاتل نہیں بلکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو کہ رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کی منکر ہوگی۔ سبحان اللہ! مرزا وغیرہ منکروں کے بارے میں حضرت عمر کی یہ پیشین گوئی کیسے صادق ہوئی اگر دجال قوم شریر سے اشارہ ہے تو اس سے کون انکار کرسکتا ہے وہ تو ہر زمانہ میں بکثرت ہیں۔ جب بعد کو حضرت ﷺ سے پورے علامات دجال کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنے تو ابن صیاد کے دجال نہ ہونے کا مانا اور آئندہ کو دجال کے بارے میں تاکید فرمائی اور سب صحابہ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر جس شے کی نسبت جو خیال کرتے ہیں وہ ویسی ہی نکلتی ہے۔ قیس بن حاذق کہتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ فقط

قولہ: صفحہ ۱۴ میں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ممدوح کا وفات پاجانا محکمات قرآن وحدیث سے کما لاینبغی ثابت ہے اور یہ بھی اپنے محل میں محکمات قرآن وحدیث سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جو شخص مرجاتا ہے پھر رجوع الی الدنیا نہیں کرسکتا ہے۔

الجواب: وہ محکمات قرآن وحدیث اگر وہی ہیں جس کا سابقہ جواب ہوگیا ہے تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ اور اگر سوائے ان کے دارالعلوم قادیان میں ہیں تو لائیں تاکہ دندان شکن جواب دیا جائے۔ افسوس کہ محض خلق خدا کو دھوکہ اور گمراہ کرنا انکا مقصود ہے۔ ذرا اس پر پہلے گذر چکا ہے کہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں اس کو دیکھو اور جہالت سے باز آؤ۔ محکمات میں تاویل کہاں درست ہے؟ اور آپ تو ہر جگہ تاویل کر رہے ہو۔ اور صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں جو کہ لفظ ''نزول'' کو تختہ مشق بنایا ہے اس کا جواب سابق میں ہو چکا ہے۔

قولہ: احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کے روایات صحیحہ میں تو ''سماء'' کا لفظ بھی عربی میں بمعنی آسمان موجود نہیں کما لایخفی۔

الجواب: متعدد احادیث میں صراحۃً ودلالۃً موجود ہے آپ کی یا کسی قادیانی کی ورق گردانی میں نہ ملا تو اس میں کسی غیر کا قصور تو نہیں مرزائیوں کی علمیت اور نظر کا قصور ہے۔ ست گرنہ بلند بروز شیدہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ۔ روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء (الحدیث)۔ ''فقہ اکبر'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء میں فرماتے ہیں ساری دنیا کا مانا ہوا قطب العارفین اور خاص کر مرزا کا بڑا بھاری معتمد علیہ صوفی شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ہذا السماء. اس سے پیشتر بھی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے فتذکروتشکر۔ خود ''نسائی شریف'' کو دیکھو کہ حضرت ابن عباس سے حضرت عیسیٰ بن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رھطا من الیھود سبوہ امر فدعا علیھم فمسخھم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیھود وعلی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من محبۃ الیھود. (صحیح نسائی) اور ایسا ہی ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سیدرک الناس من اھل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیؤمنون بہ. (فتح البیان)

قولہ: صفحہ ۱۶ تیسرا اشکال یہ ہے کہ کہاں حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل کیا ہے؟ کیونکہ جس گروہ کو آپ دجال قرار دیتے تھے وہ تو اب تک زندہ موجود ہے (اور وہ گروہ دجال کا انگریز لوگ اور کل روئے زمین کے مسلمان ہیں) تو حل اس کا یہ ہے کہ قتل دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو معروف ہے کہ کسی حربہ سے جسمانی قتل کرنا ہے اور دوسری قسم قتلکبینہ

وبرھان کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''سورۂ انفال'' میں ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اور یہ قسم ثانی قتل دفعہ فساد دینی کیلئے کامل تر ہے قسم اول سے۔ کیونکہ قسم اول میں ممکن ہے کہ مفسدوں کو قتل کرڈالنے کے بعد انکی اولاد یا دوسرے ہم مشرب لوگ انکا دوسرے وقت فساد نہ مچادیں مگر قسم ثانی میں کبھی سر اٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا کما لایخفی۔

الجواب: مولوی محمد حسین ہندوستانی باشندہ بالدہ امروہہ کا جو کہ کچھ روز بطمع مبلغ ۵۰ روپیہ ماہوار کے مرزائی ہوا تھا اور مرزا کی تائید میں اس نے کتاب ''شمس بازغہ'' لکھی تھی پھر جب ماہانہ مرزا سے بند ہوگیا تو اس نے اعتقاد مرزائیت کو سلام کردیا اس نے ''شمس بازغہ'' کے صفحہ ۹۵ میں یھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد برھان پر کما قال اللہ تعالیٰ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ اسی طرح جملہ یھلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے معنی مذکور مراد ہے۔ انتہی مختصرا

اقول: عبارت ویھلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے ہلاک بالحربہ ہی مراد ہے جیسے کہ ان جملہ احادیث صحیحہ سے جنگ بآلات اور قتل کرنا دجال کو نیزہ سے مقصود ہے وہ اس بارے میں بکثرت آچکی ہیں اور جملہ ویھلک اللہ......الخ کو قیاس کرنا آیت مذکورہ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ......الخ﴾ پر کس قدر جہالت وغباوت ہے کیونکہ ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ جس جگہ کسی کو ہلاک کرنا دلیل اور برہان اور حجت سے مقصود ہوتا ہے اس جگہ اس کی تصریح ضروری ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں لفظ ﴿عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ موجود ہے اور جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں ﴿هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴾

اسی واسطے جب کہ ابطال اور اہلاک بآلات حرب وعذاب ظاہری مراد ہے وہاں پر بینۃ اور حجت کا ذکر نہیں ہے چنانچہ آیت ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا﴾ ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ﴾ اور ان کی مثل دوسری آیات میں ''الحمد'' سے لے کر ''والناس'' تک سارا قرآن دیکھ لو کہ جس جگہ ہلاک کرنا دلیل اور حجت سے مراد ہو وہاں پر اس کی تصریح ہوگی اور جس جگہ اہلاک بآلات عذاب ظاہر چشم دید اور ہلاک بمعنی موت ظاہری ہو وہاں اس کی تصریح ضروری نہیں، کہیں ہوگی، کہیں نہیں ہوگی۔ امثال مذکورہ بالا میں نہیں اور امثال مذکورہ تحت میں ہے ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (اور قتل بالدلیل کا قوی ہونا قتل بالحربہ سے اس وجہ سے کہ قسم ثانی میں کبھی بھی سر اٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا محل نظر ہے) بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے لوگ اگر کسی دلیل کا جواب نہیں دے سکتے تو بعد کے لوگ اسکا جواب دینے پر خوب قادر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ مناظرات وعلوم آلیہ وفلسفیہ میں ناظر ذہین پر یہ امر روشن ہے۔

قولہ: فی الجملہ اسی قتل دجال کا یہ اثر ہے کہ احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے ناچار حیلہ وحوالہ کرکے پسپا ہوتے ہیں......الخ

الجواب: اس جگہ پھر روئے زمین کے علماء جملہ اہل اسلام کو اس قادیانی دجال بطال نے گروہ دجال سے شمار کردیا مگر وجہ یہ ہے کہ خود گروہ دجال میں سے ہے۔ پس ناچار اس کے دل سے زبان پہ یہی بات آتی ہے۔ شعر

می ترا درچہ کنم آنچ در آوند دل است

قولہ: لفظ مہدی یہ معنی ہے کہ لفظ مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں ہدایت پایا

ہواس سے ایسا شخص مراد ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر دوسرے بندگان خدا کی ہدایت کرنے کے لئے مامور ہو کر مبعوث ہوا ہے اور ''ابونعیم'' کی ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔ **عن ابن عمران قال محمدبن الحنفية المهدى من يهدى. ويصلح به الناس كما يقال الرجل الصالح واذاكان الرجل صالحا قيل له المهدى.** پس اس روایت کے مطابق تو ہر رجل صالح مہدی کہلانے کا مستحق ہے **كما لايخفى۔**

الجواب ۱: اس سے تو فقط ''مہدی'' کی تشریح کر دی ہے اس عبارت میں یہ کہیں نہیں کہ مہدی کوئی شخص خاص اپنی صفات مذکورہ کے ساتھ نہ ہوگا اب اگر کوئی لفظ ''محمد'' کا معنی اس طور پر کرے کہ صیغہ اسم مفعول کا ہے باب تفعیل سے معنی اس کا صفت کیا ہوا۔ پس جو کوئی صفت کردہ شدہ ہو وہی محمد ہے تو کیا اس سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باجود کی نفی ہو جائے گی؟! اسمائے محصنہ میں مناسبت وضعی مقصود ہوا کرتی ہے نہ معنی وصفی۔

(دیکھو مطول اور طول کو)

۲...... کیا رجل صالح امام مہدی سے تعبیر نہیں ہو سکتا کہ امام مہدی معہود مرد صالح نہ ہوگا اگر کسی روایت میں باسم مہدی تعبیر نہ ہو اور باقی روایات میں متعدد جگہوں میں ہو تو کیا نقصان ہے۔ ایک واقعہ میں مجمل پر مفصل قاضی ہوتا ہے مجمل کو بھی اسی مفصل پر حمل کیا جاتا ہے۔ اور روایت بالمعنی میں خاص لفظ کا ترک کرنا کوئی معیوب نہیں ہوتا عالم اصول حدیث پر مخفی نہیں۔ ملاجی نے ابونعیم سے بے فہم و عقل حوالہ دے دیا۔ دیکھو میں اسی ابونعیم سے حیات عیسوی ثابت کرتا ہوں۔ ۳۸ نمبر کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابونعیم نے ''کتاب الفتن'' میں ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بقرب قیامت نازل ہو کر حضرت

شعیب علیہ السلام کے خاندان میں شادی کریں گے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی سسرال ہے اور ان کی اولاد ہوگی حالانکہ وہ خاندان جذامی اور کوڑھا ہوگا اور رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ دیکھو اس کو ''رسالہ تیغ غلام گیلانی'' کے صفحہ ۶۹ و صفحہ ۱۱۰ میں اور ایسا ہی ابونعیم نے ''حلیہ'' میں بھی لکھا ہے۔

اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ''جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو امام مہدی علیہ السلام لوگوں کے سرداران سے کہیں گے کہ آیئے اور امامت کیجئے تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو اس امت کی کرامت کے سبب سے یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کرسکتا''۔ اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''کہ جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر، کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔ نعیم''۔

اور اسی ابونعیم نے اس گاؤں کا نام کریمہ لکھا ہے جس سے کہ امام مہدی پیدا ہوں گے اسی ابونعیم نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام مہدی کے ہمراہ ایک فرشتہ آواز کرے گا کہ یہ مہدی ہیں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں ان کی متابعت کرو...... الخ کل قادیانوں پر فرض ہے کہ ابونعیم کو مان کر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے زندہ رہنے کے قائل ہو جائیں۔

قولہ: اور جائے ظہور امام مہدی موعود کے بارے میں اگرچہ علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر ایک روایت صریح اس طرح مروی ہے کہ **يخرج المهدى من قرية يقال لها كدعه** اور بعض کتب میں کرعہ لکھا ہوا ہے۔ بہرکیف یہ قریب قریب ''قادیان یا کادیان یا قادی'' کے ہے جو اس ملک کے لوگ مختلف طور پر بولا کرتے ہیں اور اس قدر فرق پڑ جانا نام میں

اہل انصاف کے نزدیک کچھ انکار واستعجاب کے موجب نہیں ہوسکتا...... الخ (ص ۱۸)

الجواب: یہ سب غلط ہے مرزا نے خود ''ازالہ اوہام'' میں یہ مضمون لکھا ہے کہ موضع قادیان کا نام دراصل قادیان نہ تھا بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اور اس کا نام ''اسلام پور قاضی ماجھی'' رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے شریر ہوگئے تو اسلام پور جاتا رہا محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہوتی ہے قاضیان کا قادیان ہوگیا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قصبہ قادیان مدت چارسو سال سے آباد ہے قبل اس کے آباد نہ تھا۔ پس ظاہر ہوا کہ ظہور وتولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف کو ۱۳۳۶ برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا اب چارسو سال سے آباد ہے اور مرزا تو کہتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے (''انا انزلناه قريبا من القاديان''. ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان) پھر قادیان کو کدعہ سے بنانے کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے اور ماشاء اللہ اس کے موضع کا نام بھی خوب ہے کہ فرار اور بزدلی کا معنی دیتا ہے۔

قاموس میں ہے کہ قادی بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا قادیان قادی کی جمع ہے۔ اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے اس مناسبت سے ہر بھگوڑے جنگلی کا نام ''قادیانی'' ہوا۔ اور اصل حدیث میں لفظ کدعہ کا ک۔ د۔ ع۔ ہ ہرگز ثابت نہیں یہ مرزا کا محض دھوکہ ہے اور اگر کہیں ہو بھی تو کاتب کی غلطی ہے۔ اور صحیح لفظ ''کرعہ'' ہے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے اور ابونعیم نے اس موضع کا نام کریمہ لکھا ہے مگر صحیح کرعہ ہے۔ پس مرزائیوں کا یہ سوال بھی خاک میں مل گیا۔ بڑا افسوس ہے کہ لفظوں کو سوچ سوچ کر کیسے مکر

وحیلہ کے بیان نکالتے ہیں۔ یہ بیان مفصل رسالہ ''تیغ گیلانی'' میں دیکھو۔

قولہ: اور جس حدیث سے امام مہدی کو نکالا ہے اس حدیث میں مہدی کا لفظ بھی نہیں چہ جائے کہ مہدی آخر زمان کی تعین ہو بلکہ اس حدیث میں فقط ''رجل'' کا لفظ واقع ہے جس کے معنی ایک مرد کے ہیں فقط اٹکل سے اس کو امام مہدی آخر زمان پر لگایا گیا ہے۔

الجواب: یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد نے رسول اللہ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ نے دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہولے عرب کا ایک مرد میری اہل بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور عدل سے زمین کو پر کردے گا۔ چونکہ اور احادیث میں ایسے اوصاف کے ذکر کے بعد لفظ مہدی کی تصریح بھی ہے لہٰذا یہ مجمل اس مفصل کا عین ہوگا اور تصریح لفظ مہدی کی دیکھو تو وہ بھی بکثرت وارد ہے۔ چنانچہ ابوعمر دارانی اور ام شریک کی روایت میں اور نیز ابوامامہ باہلی کی حدیث مرفوع میں جس کو ابن ماجہ اور دیانی وابن خزیمہ وابوعوانہ وحاکم نے اپنی اپنی ''صحاح'' میں اور ابونعیم نے ''حلیہ'' میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی حدیث ابن سیرین کی مصنف ابن ابی شیبہ میں اور ''حدیث کعب'' کی مطول ان سب میں امامت مہدی کی تصریح ہے۔ آخر تمہارے نزدیک بھی وجود مہدی آخر زمان کا کسی صحیح حدیث ہی سے تو ثابت ہوگا پھر معلوم نہیں کہ تم کو اس میں لفظ ''رجل'' سے کیوں شک ہوگیا وشاک فی انه شاک۔

قولہ: اور پھر لفظ مہدی کا عدد، لفظ ہند کا عدد ایک ہی ہے یعنی (۵۹) اور لفظ پنجاب چونکہ اصل میں پنج آب تھا اور الف ممدودہ حقیقت میں دو الف ہے۔ اس اعتبار سے اگر لفظ پنجاب میں دو الف پکڑا جائے تو لفظ پنجاب کا عدد (۵۹) ہوتا ہے اور کسی سابق زمانے میں قادیان کا نام قاضی ماجھی تھا اس کے ماجھی کے لفظ کے بھی یہی عدد ہوتے ہیں یعنی (۵۹)

پس اصل لحاظ سے جائے ظہور امام کا مالک ہند میں سے سرزمین پنجاب اور اس میں سے خاص قادیان متعین ہو جاتا ہے کما لا یخفی۔

الجواب: الفاظ کے اعداد سے مرزا کو امام مہدی بنانا بازیچہ اطفال ہے آیت وحدیث وفقہ وتفاسیر سے تو ناامید تھے لہٰذا ابجد خوان ہوئے ہم اگر چاہیں تو بدکار اور کفار کے نام اور ان کے مواضع کے نام کے اعداد (۵۹) نکال دیں گے تو اس سے کیا ہوگا؟

قولہ: امام مہدی کے بارے میں سب علامتیں چار قسم کی ہیں: ایک قسم وہ ہیں کہ بطور غلط فہمی کے لکھے گئے ہیں یہ سب بالکل غلط ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دجال خیالی کا نکلنا اور امام مہدی کا ظاہر ہو کر جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے ان کو قتل کر ڈالنا یہاں تک کہ سوائے مسلمان کے کوئی کافر بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا اور اس کا بطلان بھی آیات بینات قرآن کریم سے ظاہر ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے ﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ظاہر ہے کہ قیامت کے روز تک عداوت اور بغض یہود ونصاریٰ کے درمیان میں رہنا ان دونوں قوموں کے، قیامت تک رہنے کا موجب ہے اور ایسا ہی دوسری آیات بھی اس پر دال ہیں اور جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے اس کو قتل کر ڈالنا بھی قولہ تعالیٰ ﴿لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾ وقولہ تعالیٰ حکایۃ عن عیسیٰ علیہ السلام ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ وغیرہ وغیرہ سے باطل ہے۔

الجواب: ارے بدنصیب توبہ کر کیا کہتا ہے حدیث وفقہ اماموں کی بیان کی ہوئی علامتوں کو باطل غلط کہتے ہو اللہ کا خوف کرو کیا ساری دنیا کے علماء غلط ہوئے اور خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام بھی غلط ہو گئے؟ فقط آپ اور آپ کا نبی غلام احمد راہ راست پر ہے مگر قلم اور کاغذ

آپ کے ہاتھ میں ہے اور زبان آپ کے منہ میں ہے جو دل چاہتا ہے کہتے ہو اور لکھتے ہو افسوس مرزا نے بھی ''ازالہ'' کے صفحہ ۶۲۶ میں لکھا ہے کہ چار سو نبی کو وحی شیطانی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے۔

اب آپ خود ہی ایمان سے کہو کہ یہ قول کفر کا ہے یا نہیں؟ جب مسلمانوں کو غلبہ ہو تو کفار کو جبراً مسلمان کرنا یا جزیہ لینا اور نہ قتل کرنا درست بلکہ عبادت ہے اس وقت تو لیا نہ جائے گا کیونکہ مال بہت ہوگا لہٰذا جبر یہ اسلام ورنہ قتل ہوگا۔ دیکھو کتب احادیث وکتب سیر کو اور یہ جبر اور شقاوت نہیں بلکہ عدل وسعادت ہے پس آیت ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ﴾ کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور آپ کو ﴿لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾ یاد ہے مگر ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ کو نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قتل کرو کفار کو جس جگہ کہ تم پاؤ ان کو۔ کیا آیت آپ جانتے ہیں یا نہیں۔ شعر

فان کنت لاتدری فتلک مصیبة   وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

اور آیت ﴿فَاَغْرَيْنَا...... الخ﴾ میں ﴿اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ کنایہ ہے طول زماں سے کما لایخفی علی طلبة العلم چنانچہ ﴿مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ میں اہل تفسیر نے لکھا ہے جیسے کہ حدیث بعثت انا والساعة کھاتین وضم السبابة والوسطی اشارہ ہے بطرف قرب قیامت اور اس کی مجاورت کے اور قرینہ اس پر بھی احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی ہیں جو بارہا گذر چکی ہیں اور ایک فریق کا غلبہ بوجہ کمال جب ہی ہے کہ دوسرا فریق مقابل اس کا بالکل تابع ہو جائے خود آیۃ کریمہ میں ہے ﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ اور باری تعالیٰ کے قول ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ...... الخ﴾ کو مطالعہ کرو۔

قوله: اور مہدی کے بارے میں جتنی پیشگوئیاں آنحضرت ﷺ کی احادیث مرویہ میں مذکور ہیں یہ سب بھی دال اس پر ہیں کہ مہدی اس امت میں متعدد ہیں کیونکہ صفات متضادہ مہدی آئے ہیں اور ایک شخص کا ان سب کے ساتھ موصوف ہونا ناممکن ہے۔ مثلاً کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا۔ کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی العباس سے ہوگا۔ کسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بنی امیہ سے ہے۔ پس تینوں صفتوں کے ساتھ ایک شخص کیونکر موصوف ہوسکتا ہے۔ (انتہی، ص۲۱)

الجواب: بے شک مہدی بمعنی ہدایت یافتہ شدہ یعنی صفت عامہ بے حساب سے اس امت میں لاکھوں کروڑوں ہیں جو کوئی دین واسلام پر چلے وہی مہدی ہے مگر مہدی معہود جس کا نام ہے اور ہم جس کا انتظار کر رہے ہیں وہ ایک ہی ہے اور آپ جو لفظ ناممکن بولتے ہیں میں آپ کو ممکن ثابت کرے دیتا ہوں۔ کیا خرابی ہے کہ اگر تینوں قبیلے بنی امیہ وبنی العباس وبنی فاطمہ کے بسبب خویشی وقرابت کے ملتے ملتے اس وقت ایک ہو جائیں اور فی الواقع ہوگا بھی ایسا ہی۔ ان شاء الله تعالی کما فی التطبیق.

دوسرا جواب: یہ ہے کہ مہدی کا ہونا بنی فاطمہ سے اخبار متواترة المعنی سے ثابت ہے اور ہونا اس کا بنی عباس سے یا یہ حدیث کہ لامهدی الا عیسیٰ ضعیف ہے، غیر مسموع ہے۔ قال الطبرانی مرفوعا قالوا لفاطمة نبینا خیر الانبیاء وهو ابوک وشهیدنا خیر الشهداء وهوعم ابیک حمزة وعمنا من له جناحان یطیربهما فی الجنة حیث شاء وهو ابن عم ابیک جعفر ومنا سبطا هذه الامة الحسن والحسین وهما ابناک ومنا المهدی وفیه اخبار کثیرة متواترة المعنی واماکونه من العباسین اوخبر لا مهدی الاعیسیٰ ابن مریم

ضعیف لایسمع (نظم الفرائد) کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ کو مکی، مدنی، ہاشمی، قریشی، بدری، ابطحی وغیرہ اوصاف سے متصف کیا جاتا ہے اور وہ تو ناممکن نہیں پس یہ کیوں ناممکن ہوا۔ اب قادیانی کے ہاتھ میں سوائے تعجب کے اور کچھ نہ رہے گا اور حیران ہو جائے گا۔ فبهت الذی کفر مہدی موعود خلیفۂ حق کا وجود باجود تو متواتر الثبوت ہے۔ اس سے جو منکر ہوگا وہ پورا اندھا ہے واما وجود الامام المهدی الخلیفة الحق متفق علیه تواترت به الاخبار اخرجها احمد والخمسة والحاکم ونصربن حماد وابونعیم والرویانی والطبرانی وابن حبان عن جماعة من الصحابة بطرق کثیرة.

قوله: اور ایک روایت میں وارد ہے اس طرح "لن تهلک امة انافی اولها وعیسیٰ ابن مریم فی آخرها والمهدی فی اوسطها اس سے ظاہر ہے کہ اوسط زمانے میں ایک مہدی ہوگا غیر مہدی آخر زمان کے...... الخ۔

الجواب: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مہدی آخر زماں کے ہوگا اور متعین نہ کیا کہ وہ کون سا مہدی تھا کہ جس کے بارے میں حدیث میں پیشگوئی وارد ہے؟ الحمدللہ کہ اس حدیث سے ہمارا سراسر فائدہ ہے کیونکہ واقعی ایسا ہوگا کہ اول امام مہدی صاحب پیدا ہو کر بہت دنوں تک لوگوں کو ہدایت کرے گا اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے آسمان سے تھوڑے دن باہم دونوں مل کر خلق خدا کو ہدایت کریں گے کہ امام مہدی صاحب فوت ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقبل کا بندوبست فرمائیں گے۔ پس مہدی کا وسط ہوگا اس طور پر سے وسط حقیقی مراد نہیں ورنہ دلیل سے ثابت کرو اور ایک ضروری عرض ہے کہ یہ روایت جب کہ مرزائی نے اپنی کتاب میں لکھی ہے تو ضرور صحیح ہوگی کیونکہ وہ اپنے گمان

میں سب کچھ صحیح لکھتا ہے اس حدیث میں عیسیٰ بن مریم بعینہ کا آخرامت محمدیہ میں ہونا مذکور ہے۔ اور کسی مثیل کا ذکر بھی نہیں، تاکہ مرزا تاویل کر کے اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کر کے اپنے اوپر اس حدیث کو لگاتے مشہور بات یہ ہے کہ جو کوئی امر حق کا دشمن اور اس سے منکر ہوتا ہے کبھی سہوونسیان وخطاء سے بلا اختیار وہ بات حق اسکے منہ پر آہی جاتی ہے۔ عرصہ پچاس سال سے مرزا اور مرزائی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا انکار کر رہے تھے اور یہی حدیث علماء دین ان کے آگے پیش کرتے رہتے مگر اس میں بہت تاویلیں کرتے رہے اب اس مردود (رد کی ہوئی) حدیث کو خود مقبول کرلیا اور مدت العمر کی کمائی اپنے پیغمبر اور اس کے کلمہ گوؤں کی برباد کردی کیونکہ امت محمدیہ کے آخر میں ہونا عیسیٰ بن مریم کا مان لیا۔

برہمن بڑیہ کے خطیب کے مرزائی ہونے اور برائے نام اِدھر اُدھر سے کچھ ربط پیختہ عبارات جمع کر کے رسالہ لکھنے سے تو سارے مرزائی لاحول پڑھتے ہوں گے گر مرزا وہی مہدی جس کی مدح اس حدیث میں آئی ہے تو ضرور اس کے بعد عیسیٰ بن مریم آنا چاہیے۔ تاکہ یہ مہدی وسط میں رہے حالانکہ یہ مرزا کے دعوی کے خلاف ہے اور اگر مہدی آخر زمان بنتا ہے جو کہ عیسیٰ اور مہدی دونوں قادیانی کے گمان میں ایک ہیں تو اس مہدی کی وصف کوئی نہیں۔ وصف والا وہ کہ جو حضرت عیسیٰ سے اول ہوگا ظہور میں پس مرزا نہ مہدی موعود ہوا، نہ عیسیٰ، نہ مثیل عیسیٰ۔ کیونکہ وہ دونوں کا جامع بنتا ہے حالانکہ دونوں میں غیریت اور تقدم وتاخر پایا گیا اسی حدیث کے روسے جس کو قادیانی نے مان لیا ہے۔ اور اگر مافات کے تدارک کے لئے عیسیٰ بن مریم سے مثیل اس کا لیتا ہے تو مہدی اور محمد ﷺ سے کیوں ان کا مثیل نہیں لیتا نیز واضح ہو کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن وحدیث واجماع میں تعارض واختلاف حقیقی ہرگز ممکن نہیں پس جب کہ احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی اور اجماع امت مرحومہ اس عیسیٰ

ابن مریم کے رجوع پر صراحتہ ناطق ہیں تو آیۃ قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو کہ سنت اور اجماع کے مخالف نہ ہو جبکہ یہی اعتقاد کل متقدمین کا ہے۔

پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اخبار نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال وظہور مہدی کی ظاہر المعنی وصریح المراد ہیں، تاویل اس میں مردود ہے اور ضرور مرزائی اور ان کے نبی نے ان احادیث کو صحیح الثبوت ومسلم المراد جان کر تاویل کی ہے اور حضرت ﷺ کے معانی مراد کو پس پشت ڈالا لہٰذا تاویل ان کی مردود ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ ''امروہی'' کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے ''کہ احادیث نزول ورجوع اور اقوال مفسرین ان سے حیات ورجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو ہم چھوڑ کر تاویلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ احادیث دلائل قطعیہ کے معارض ہیں''۔ (دیکھو امروہی مرزائی کے شمس بازغہ کے صفحہ ۸۷ کو)

قوله ۴: پھر مرزا صاحب کا سرصدی میں ظاہر ہونا خصوصاً ایسے سرصدی جس میں میدان بالکل خالی ہے۔ دوسرا کوئی شریک وسہیم نہیں پایا گیا...... الخ

الجواب: ملاجی کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب مجدد دین کا ہے کیونکہ وہ تیرہویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے بلکہ ظہور اور دعوئی مہدی موعود ہونے کا چودہویں صدی کے اندر کا ہے۔ ۱۸۸۲ء میں ہوا ہے اور مجدد کا نشان پیدائش سرصدی ہے، نہ ظہور۔ دیکھو اپنے استاد عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مجموعہ فتاویٰ۔

قوله: پھر ان کے وقت میں خسوف وکسوف رمضان شریف کے چاند ہونا پھر ستارہ ذوالسنین اور ستارہ دنبالہ دار کا طلوع کرنا...... الخ

الجواب: دروغ بے فروغ ہے اب تک یہ واقع نہیں ہوا۔ بارہا علماء ہند وپنجاب نے اس

کی تردید کردی ہے اور مرزا اثبات خسوف وکسوف سے عاجز ہو کر خسف ومسخ ہو گیا اور ستارہ
دنبالہ دار کا واقع تین بار ہوگا، دو بار ہوا ہے ابھی تیسری بار نہیں ہوا۔ (دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد
الف ثانی کو)۔ صدہا علامات امام مہدی کی باقی ہیں مثلاً:

۱.....قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے کا پہاڑ
ظاہر ہوگا۔

۲.....آسمان سے ندا ہوگی **الا ان الحق فی ال محمد** اے لوگو حق آل محمد میں ہے
امام مہدی کی شناخت کی علامتیں ان کے پاس رسول اللہ کا کرتہ وتیغ وعلم ہوگا۔ یہ نشان بعد
حضرت ﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا اور اس نشان پر لکھا ہوگا "**البیعة للہ**" بیعت اللہ تعالیٰ کے
واسطے ہے۔

۳.....امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا اس کے اندر سے آواز ہوگا **ھذا
المھدی خلیفة اللہ فاتبعوہ**۔ یہ مہدی خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا اس کی متابعت کرو۔

۴.....ایک خشک شاخ زمین میں لگائیں گے اور وہ ہری ہو جائے گی اور اس میں پتے اور
میوہ آئے گا۔

۵.....دریا ان کے لئے اس طرح پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا

تنبیہ: امام مہدی موعود کا آنا مستقل طور پر ایسا معروف اور ثابت ہے کہ بعض علماء متقدمین
نے انجیل وتورات وزبور وکتب ہند سے اس کو مفصل بیان کیا ہے باوجودیکہ ان کتابوں کے
اندر بہت ہی تبدل وتغیر واقع ہو چکا ہے اور کتب ہنود وغیرہ بے دینوں پر اگرچہ کوئی اعتبار
نہیں مگر تاہم اس امر میں وہ بھی متحد اور موافق ہیں کہ اپنے زمانہ آئندہ میں ایک شخص معین
امام مہدی کے نام پر پیدا ہوگا جس کی اوصاف ایسی ویسی ہوں گی۔ لہٰذا بقدر حاجت مختصر

تائید اور تاکید کے لئے نقل کرتا ہوں۔

بشارت اول: حضرت اشعیاء پیغمبر علیہ السلام نے اپنی کتاب میں ۲۶ و۲۷ سیماں میں فرمایا ہے
"**بیوم محھویو ھشیر ھر بیرص یھودا عیر عاز لانو بشوع عاع
حوموت واصل**" خلاصہ معنی اس پاسوق کا ساتھ مابعد کے پاسوقوں کے یہ ہے کہ اس
روز یہودا کی زمین یعنی بیت المقدس میں اس کی صفت اور ستائش کی جائے گی اور کہا جائے گا
کہ یہ وہ ہے کہ ہماری شفاعت کرے گا اور قلعوں کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے
جائیں گے نیک کاروں کے داخل ہونے کے لئے۔ **بخو متخنا نوء لاتی یقومیم
تتصوا ورننی شوخقا فار کی تل اوروں ملئکا داراص وفاھیم مثیل**
یعنی زندہ ہوں گے مردے اور ان کی وصف کریں گے تو وہ خاک جوان کے سبب سے آباد
ہوں گے اور اس کا ارشاد نور اور دین ہوگا۔ اور سب ملتوں کو راہ حق پر ہدایت کرے گا اور تلوار
سے بدلہ لے گا لیویا تان سے۔ اور "لیویا تان" کا معنی جرانیم نصرانی نے عبرانی اسماء کی
فہرست میں اجماع لکھا ہے۔ اور حلیف یعنی باہم عہد وپیمان کرنے والے لوگ یعنی اس
وقت جس قدر لوگ دین کے مخالف ان سے اگرچہ جماعات ہوں گی ان سے شمشیر کے
ساتھ بدلہ لے گا۔ سیمان ۳۲ میں **لعن لصدق املح بلح اول صادیم ولیش باد
یاسوریم** خلاصہ معنی اس کا یہ کہ بالکل ہر کام میں شریعت محمد کے موافق بادشاہی کرے گا
سب کی آنکھیں حق بین اور کان حق سننے والے اور دل لوگوں کے عالم اور گنگ لوگوں کی
زبانیں فصیح ہو جائیں گے جاہل کو کوئی پیشوا اور منافق کو بزرگ نہ جانے گا، ظالموں سے بدلہ
لے گا ایمان اس کا کمر بند اور عدالت اس کی میان بند ہوگی۔ اس کے وقت میں گرگ اور
بکری کا بچہ ایک جگہ میں رہیں گے اور بزغالہ یعنی بکری کا بچہ ایک مقام میں چریں گے۔
گوسالہ اور بکری وشیر ایک جگہ ہوں گے گوسالہ اور ریچھ اور شیر اور مادہ گاؤ ایک جگہ کھائیں

گے اور طفل شیر خوارہ سانپ کی سوراخ میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کو نہ کاٹے گا اور یہی رسول اللہ آخر زمان محمد ﷺ کی دختر کا فرزند دلبند محمد مہدی ہوگا۔ ایسا ہی سیماں ۴۲ و ۴۹ میں بھی مذکور ہے۔

بشارت دوم: از کتاب جاماسپ حضرت پیغمبر آخر زمان کو دختر کا فرزند بحکم یزدان حضرت ﷺ کا جانشین ہوگا اور اس کی حکومت قیامت تک جائے گی اور اس کی بادشاہی کے بعد دنیا برطرف ہو جائے گی زمین و آسمان اس کے مددگار ہوں گے اور بڑا دیو اللہ تعالیٰ کا بندہ عاصی گرفتار ہو کر اس وقت قتل کیا جائے گا۔ (یعنی دجال کو اس زمانے میں قتل کیا جائے گا)۔ اور ''سمندع'' اور ''قرج'' اور ''عبائل'' اور ''ففند'' جو کہ رئیس دجال کے ہوں گے محبوس ہوں گے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پکارے گا اور اسی کا مذہب رواج پائے گا اور اس کی خدمت میں آئیں گے بسروسروش و آسمان کہ عبارت ہے میکائیل و جبرئیل و عزرائیل سے اور نازل ہوگا بہرام فرشتہ جو کہ موکل مسافروں کا ہے اور فرخ زاد موکل زمین کا اور فرشتہ جیلوں اور بہیڈوں کا اور آذر ہر ماہ کے اول روز کا ملک اور سب واذ رکتب موکل آتش کا اور رواں بخش کہ روح القدس ہے اور زندہ کرے گا بہت سے نیک و بدلوگ اور بعض پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کے وقت میں زندہ ہوں گے۔

چنانچہ ملکان پدر خواجہ خضر اور حضرت مہر اس پدر الیاس علیہم السلام اور لقوماجس پدر (جس کو لقوماجس کہتے ہیں) ارسطالیس (ارسفاف لیس بھی کہتے ہیں) اور آصف بن برخیا وزیر جو سب کہ سلیمان ہے اور ارسطوی ماقدونی اور سام بن بنوافریدوں کہ نوح ہے اور سمہوں عابد اور سولان اور شادل اور حضرت شمول اور میخا اور بخدقل اور سینیا اور حضرت شیعیا اور جبواول وحوقون وزخریا پیغمبران اسرائیلیاں اور زندہ ہوگا غابر بن صالح اور حاضر ہوگا اس کے پاس سیمرغ۔ اور بدکار لوگوں سے زندہ کرے گا سوریوں کو جو کہ نمرود ہے اور ریح وقرع

کو جو کہ فرعون اور قارون ہیں اور ہامان فرعون کے وزیر کو اور اس کو زندہ دار پر کھینچ دے گا اور دماوند کے چاہ سے باہر نکالے گا ضحاک علوایزاد کو اور اس کو ظلموں کا دفتری کرے گا اور جلادے گا بخت نصر کو کہ جس نے وشھخت یعنی بیت المقدس کو خراب کیا تھا اور زندہ کریگا شموکو اور پہلوپ کو اور قتل کردے گا اور زندہ کرے گا سدوم یعنی لوط کے شہر کے قاضی کو اور اسقف ترسایان کے قاضی کو اور ذویاغ اہرمن کو جو کہ بانی عمل قوم لوط کا تھا اور زروون کو جو کہ اکابر فرس سے ہے اور شیذرنگ اور صائب کو کہ جس نے ستارہ پرستی کو نکالا تھا اور قتل کریگا اور زندہ کرے گا کیوت کو اور سب کو جلا کر سہ بارہ زندہ کردے گا اور اپنی قوم کے فتنہ گر بادشاہوں کو قتل کرے گا اور زندہ کرے گا رستم بن زال اور کیخسرو کو اور نام اس کا بادشاہ بہرام مہدی موعود اولا دختر شاہ مخلوقات سے ہوگا جس کا نام ''سین'' ہے (اور سین رسول ﷺ کا نام ہے) بلغت پہلوی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ''یٰسین'' مذکور ہے اور ظہور اس کا آخر دنیا میں ہوگا۔[1] عمر اس کی مثل سات کرگس کے ہوگی اور جب مہدی خروج کرے گا رسول اللہ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک (۳۰) تمیں[2] قرن گذرے ہوں گے۔ تازی لوگ فارسیوں پر غلبہ کریں گے اور ان کے شہر لے لیں گے اور رررو یعنی دجال کو قتل کرے گا اور وہ دجال اندھا ہوگا، گدھے پر سوار ہوگا، خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے قتل میں امام مہدی مصاحب ہوگا حضرت عیسیٰ کا قسطنطنیہ اور ہندوستان کو زیر قبضہ کر کے اسلام کے نشان اس میں قائم کردے گا اور سرخ عصا موسوی اور انگشتری سلیمان کی اس کے پاس ہوگی اور یہ بہرام یعنی امام مہدی موعود اولاد مکرم درمان سے یعنی ابراہیم سے ہوگا اور وہ اس وقت ہوگا انروکشب یعنی بڑا خدا پرست داتا بلب بزرگ دکپادنہ یعنی شکوہ ہوگا اور عرب داد و باء وزنجہ

---

[1] یہ مخالف و کتب اسلامیہ کے کیونکہ ان کی عمر اس قدر نہ ہوگی۔ صفت کرگس کی عمر بہت بڑی ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ

[2] امام حسن کے نزدیک قرن دس سال ہے اور قتادہ کے نزدیک ستر سال ہے، مکئی نے ۴۰ سال اور زرارہ بن ابی اوفی نے ۱۲۰ سال اور عبدالملک بن امیہ نے ایک سو سال کہے ہیں۔ (شرح مسلم) ۱۲ منہ

وافریقہ ومقدونیہ دارالملک فیلقوس سے لیکر بحر اقصانوس تک کہ آخر دنیا ہے خیمہ گاڑے گا اور سب جہاں میں ایک دین اسلام کر دے گا اور کیش کبری اور اوشتی ترے گا اور مہدی مغرب سے واپس آ کر ظلمات میں داخل ہو جائے گا اور جزیرہ نسناس کو خراب کرے گا اور صاحب بوق یعنی اسرافیل اسکے پاس آئے گا تمام ہوا کلام جاماسپ کا۔

بشارت سوم: سیف الامہ بشارت چہارم، بشارت پنجم

(*** اصل نسخہ میں یہاں سے کچھ عبارت غیر واضح ہے)

***...... ...... مولد اس کی شہر کیلواس ہے وہ کہتا ہے کہ دولت دنیا کی سید الخلائق محمد ﷺ کے فرزند پر تمام ہوگی جو کہ کشن بزرگوار ہوگا اس کا حکم پہاڑوں کے سرے پر جاری ہوگا مشرق ومغرب میں۔ وہ ابر پر سوار ہوگا اور فرشتے اس کے آگے کام کریں گے اور حکومت اس کو سودا آن خط استواء سے عرض تسعین خط قلب شمالی اور ماورائی اقلیم ہفتم وباغ ارم کل بسیط زمین پر ہوگی اور دین مسلمانی کا دین ہو جائے گا۔

بشارت ششم: کتاب ''ناسک'' میں ہے جو کہ کفار ہندوستان میں صاحب شریعت کا ہوا ہے کہ دنیا ایسے بادشاہ پر تمام ہوگی جو کہ آدم اور ملائکہ کا پیشوا ہوگا اور نبی آخر زمان کی اولاد سے ہوگا اور جو کچھ مال و دنیا دریاؤں اور پہاڑوں اور زمینوں کے اندر ہوگا پوشیدہ، وہ سب کو نکالے گا نام اس کا بہرام محمد مہدی ہوگا۔

بشارت ہفتم: ماہی شو نے جو کہ ہندوستان کے کفار میں صاحب شریعت کا ہوا ہے۔ اپنی کتاب ''وید'' میں جس کو ہندو ''آسمانی کتاب'' کہتے ہیں، دنیا کی خرابی میں بیان کیا ہے کہ ''آخر زمانے میں ایک بادشاہ ہوگا کہ امام خلائق ہوگا۔ سب جہاں کو دین مسلمانی میں لائے گا اور سب مومن وکافر اس کو شناخت کر لیں گے وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا اس کو

دے گا اور وہ شاہ بہرام مہدی آخر زمان ہوگا''۔

بشارت ہشتم: رشن کی کتاب جس کا نام ''حوک'' ہے اس میں لکھا ہے کہ دنیا کا انجام اس شخص پر ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھے گا، اس کا خاص بندہ ہوگا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا رستہ بتائے گا اور لوگوں کو زندہ کرے گا بحکم جائن یعنی خداوند تعالیٰ، نام اس کا محمد مہدی ہوگا اور تبہ کاروں کو بھی زندہ کرے گا جنہوں نے دین اسلام میں نئی باتیں ناجائز نکالیں تھیں ان کو جلا دے گا اور دنیا کو نیا کر دے گا۔ وصدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک قمر دولت اس کی ہوگی۔ (انتہی)۔ ہر لفظ دوسرے کی طرف مضاف ہے۔

بشارت نہم: وہ پاسوق ہے جو کہ حضرت یحییٰ اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی پار اس میں تورات شریف سے منقول ہے اور وہ حکایت ہے اس بات کی جس کو حضرت یعقوب نے بروقت رحلت کے اپنے قبیلہ یہودا سے فرمایا تھا وہ عبارت یہ ہے۔ لویا صور شئت می یهودا اوم جوقق می بن رقلاوعد کی یابو شیلو ولو بقهت عمیم۔ یعنی بادشاہی کا تاج قبیلہ یہود سے اور لباس امامت ان کے مونڈھوں سے نہ گرے گا، کہیں نہ کہیں فی الجملہ ان کی شوکت باقی رہے گی، مگر جب کہ وہ شخص آخر زمان ہوگا جس پر دنیا تمام ہو جائے گی۔ اس سے امام مہدی کا بیان پایا جاتا ہے کما لا یخفی۔

بشارت دہم: وہ پاسوق ہیں جو کہ اشعیاء کی کتاب کے ۴۲ سیماں میں موجود ہیں ھا ری شوتوت هينه بابو وحد اشوت انی مكيد بيشرم بتسمخنا اشميع اوخم ابه انشا قدار ياردنوشيرو كدونائی شير حاراش نصيلا تويقصها رص يورد هيام ايم لو ايم ديوش وهم ميسئيو مدبر وعارا وحصريم

تشوقیدار یار ونویو شوسلع مروش هاریم ایضوحو یاسیمولد وناهی کاورادت هی لاتوبا ای ایم یکید اله واریم عیتیم ولوء یم ناسوقی احوریور شی بوشد هبوتهیم هپاسل هااوم ریم لیخا اتم الوهنو یعنی ابی طایفہ مابعد والوں کا آتا ہے اوران سے آگے میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مداح وو صاف ہوں گے اور ان کے زمانے میں زمین کے کل اطراف میں دریاؤں، جزیروں، بیابانوں، شہروں، مکانوں میں دین اسلام پھیل جائے گا۔ پس شرمندہ ہوگی وہ جماعت جو کہ بت پرستی کرتی تھی اور بتوں کو کہتی تھی کہ تم ہمارے خدا ہو۔ پس اس وقت کل عزت اللہ ہی کے واسطے ہوگی اور ہر جگہ میں تسبیح الٰہی ظاہر ہوگی۔

اقول: امام مہدی کا نام اگرچہ ان عبارتوں میں ظاہر نہیں، مگر وہی مراد ہے کہ ایمان تمام زمین شوراہ وشیریں پر اسی وقت پر منحصر ہے باتفاق احادیث صحیحہ۔

بشارت یازدہم: حضرت یوئیل نبی کی کتاب میں مذکور ہے جو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہے اس عبارت کا اول یہ ہے "وهابی مهر قد شواتر کزوکل لومیوهارص کیا یوم ارتی ناقی کا دویوم خوتیخ اراف لایوم عافار لاوعرافل" خلاصہ معنی ان فقرات کا یہ ہے کہ صدا بلند ہوگی کوہ مقدس میں جب کہ ایک بندہ نیک آئے گا اور تیرگی وتاریکی کل دنیا سے دور ہوگی اس کے آگے آگ جلانے والی ہوگی اور پیچھے اس کے شعلہ فروزاں ہوگا کلبے دینوں کا سب صفایا کردے گا اور کل دین اسلام کے دین ہوجائیں گے اور عدل اپنی انتہا کو پہنچے گا۔ اور حضرت ''حزقیل'' کی کتاب میں ایسا ہی مذکور ہے کہ جس کو فرنگی لوگ زکیال اور ازنکیا کہتے ہیں اور سکیپاس نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی وارد ہے جس کو نصاریٰ اپنے اولوالعزم پیغمبروں سے جانتے ہیں۔ اور از دراس نبی کی کتاب میں محمد مہدی

کی تصریح ہے اور ''ملاجی'' کی کتاب کے تیسویں سیماں میں ایسا ہی ہے اور آٹھویں سیماں عاموس کی کتاب میں حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت آخر زمان امام مہدی دونوں کے آنے کا ذکر ہے۔ صحیفہ نعمان بن عباس میں امام مہدی کا ذکر واضح ہے سوائے ان کتابوں کے اور کتب ہنود ونصاریٰ ویہود میں بھی یہ مذکور ہے۔ اور یہ کتب مذکور ہندوستان کے ملک میں تلاش کرنے سے ملتی ہیں جس کو میرے بیان میں شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے۔

قولہ: چنانچہ ''حجج الکرامہ'' میں ہے: قولی از سلف در محمد بن عبد اللہ محض ملقب بہ نفس ذکیہ دعوی مہدویت کردہ بود (انتہی)

الجواب: ملاجی کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ابوداؤد کی حدیث جس پر صادق آتی ہے وہ امام مہدی تو گذر چکا ہے اور مہدی آخر زمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ میں کہتا ہوں جب کہ مصداق حدیث جو امام مہدی ہے وہ گذر گیا تو اب آخر زمان کا مہدی کون ہوگا؟ جو ہوگا وہ ہرگز موعود اور معہود نہ ہوگا معہود وہی ہوگا جس پر علامت حدیث شریف صادق آتے ہیں۔ اب میں بھی اس ''حجج الکرامہ'' سے تحریر کرتا ہوں کہ امام مہدی آخر زمان باقی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک آسمان سے نہیں اترے حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے اور کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے پھر موت پائیں گے۔ مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا، خلیفہ بنائیں گے اور بعض کتابوں میں ہے کہ ان کی جگہ پر ایک شخص جہجاہ نام کا ملک یمن کا رہنے والا اٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان سے ہوگا سو اس میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں گے دونوں قبیلہ سے اس کو نسبت ہوگی یا دونوں جدا جدا ہیں اور یکے بعد دیگرے ہوں گے اور ہر

ایک کا زمانہ چونکہ تھوڑا گذرے گا لہٰذا کسی ملک میں ایک کی شہرت ہوگی کسی میں دوسرے کی یا دونوں معاً ہوں گے مگر ایک تابع ہوگا دوسرا متبوع ہوگا۔ (تطبیق) جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینہ سے قرآن شریف اٹھایا جائے گا۔ (رواہ ابوالشیخ عن ابی ہریرہ مرفوعا)۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں۔

قولہ: مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور ''یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی'' برابر ہوگا نام اس کا میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر۔ کے ایک معنی غامض اور بھی ہیں جو عوام کالانعام تو کیا ہیں خواص کالعوام کے فہم سے بھی بہت دور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حدیث مذکور میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ امام مہدی آخر زمان بروز ہوں گے حضرت خاتم النبیین ﷺ کے اور کوئی جداگانہ انسان نہیں ہوں گے۔ گویا کہ حضرت ﷺ کی بعثت ثانی ہوگی جیسا کہ آیت ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ سے پایا جاتا ہے اس تقدیر میں حدیث مذکور اس امام مہدی آخر زمان ہی کی صفت ہوتی ہے اور اس صورت میں بعض کتب ورسائل میں جو لکھا ہے کہ مہدی کی ماں کا نام آمنہ ہوگا یہ بھی صادق آتا ہے۔ اگرچہ روایات صحاح میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جیسا باعتبار مثل مسیح اسرائیل ہونے کے مہدی آخر زمان کا نام عیسیٰ بن مریم ہوا اسی طرح بروز خاتم النبیین ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوا۔ **فافھم و تدبر فانہ دقیق جدا۔**

اقول: اس عبارت کا خلاصہ عام فہم مطلب یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد میں دو قسم کی صفت ہیں ایک ایسی کہ اس کے سبب سے حضرت محمد صاحب کا بروز یعنی ظہور دوسری بار ہوا گویا امام

مہدی کچھ نہیں خود حضرت محمد صاحب ہی دوبارہ ظاہر ہوئے۔ دوسری صفت وہ کہ اُس کے سبب سے عیسیٰ بن مریم کا مثیل ہوا تو مرزا صاحب کے اندر حضرت محمد صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا ظہور ہوا اور مرزا حضرت محمد صاحب کا ہم مثل بھی ہے اور عیسیٰ ابن مریم کا بھی۔ پس مرزا اور کوئی شی وانسان جداگانہ نہیں ہے انہیں دونوں پیغمبروں کے اوصاف وارواح کا مجموعہ ہے یعنی دونوں کی روحیں اس ایک جسم مرزا میں ظاہر ہوئی ہیں اور یہ دونوں پیغمبر دنیا میں دوبارہ مرزا غلام احمد کے قالب میں ظاہر ہوئے۔

ثم اقول: اول یہ کہ سب باتیں تمہارے پیر کی بناوٹیں ہیں اور تم نے وہی نقل کردیں اس سے ہمیشہ علماء کا مطالبہ کرنا کہ ان کو کسی آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کرو، مگر وہ تو اپنی دلیل کو ثابت نہ کرسکے اور افسوس سے ہاتھ ملتے ملتے قبر میں چلے گئے۔ اب آپ اور کل مرزائی عام وخاص ثابت کردیں، بلکہ قیامت تک ثابت نہ ہوگا، ہاں اگر یہ شریعت الٹی ہوجائے تو اس وقت ثابت ہوجائے کہ محمد ﷺ صاحب اور عیسیٰ بن مریم کا دنیا میں ظہور دوبارہ بجسم مرزا غلام احمد ہوا ہے۔

دوسرا یہ کہ اگر یہی درست ہے تو مثیل عیسیٰ بن مریم کا دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ؟ مثیل حضرت محمد ﷺ صاحب کا دعویٰ کیا ہوتا جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ حالانکہ یہ کہیں بھی مرزا نے نہ کہا کہ میں مثیل محمد صاحب ہوں مگر بعد اعتراض وارد ہونے کے کہیں کہیں لکھ مارا۔

تیسرا یہ کہ تم تو مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ہرگز مانتے ہی نہ تھے اصلی صورت میں ہو یا کہ بروزی صورت میں ہو۔ برزو کے ماننے پر تمہارا دعویٰ سہ پایہ جاتا رہا۔

چوتھا یہ کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہوگیا، یہ تو ہندوؤں کا مذہب ہوگیا کہ وہ حشر اجساد اور قیامت کے منکر ہوگئے اور یہ کہتے ہیں کہ ایک میت کی روح دوسرے بدن میں ہوکر ظاہر

ہوتی ہے حالانکہ یہ مذہب باتفاق کل اہل اسلام باطل ہے۔

تفصیل معنی بروز کی یہ ہے کہ اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے۔ چنانچہ امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ دوسری جلد مکتوبات کے صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں کہ ''در بروز تعلق نفس به بدن از برائے حصول حیات نیست که این مستلزم تناسخ است بلکه مقصود ازیں تعلق حصول کمالات است مرآن بدن را چنانچه جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند ودرشخص او بروز نماید ومشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون وبروز هم لب نمی کشانید. ونزد ایں فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ هم ساقط ترست زیرا که بعد حصول کمال نقل ببدن ثانی برائے چه بود وایضا در نقل روح اما تت بدن اول است واحیاء بدن ثانی. افسوس این قسم بطالان خود را بمسند شیخی گرفته اند ومقتدائ اهل اسلام گشته اند ضلوا فاضلوا''۔ اور مرزا نے اپنی کتاب ''ایام الصلح'' کے صفحہ ۱۱۸، پر کتاب ''اقتباس الانوار'' کا حوالہ دے کر ذکر بروز کیا ہے۔ مگر یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دیا اور کہا کہ ''لامهدی الاعیسی ابن مریم'' یعنی مہدی کوئی نہیں مگر وہی عیسیٰ ابن مریم یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں جو کہ میں غلام احمد ہوں متصرف ہوئی ہے اور مصنف ''اقتباس الانوار'' کو جو صابری خاندان کے ہیں اکابر صوفیہ سے لکھتے ہیں۔ اسی ایام الصلح کے اسی صفحہ ۱۸۰ میں ہے کہ از اکابر صوفیه متاخرین بوده.

مگر مرزا اس کو نہیں دیکھتا کہ بعد نقل کرنے قول بروز کے خود ہی وہ شیخ محمد اکبر

صابری صاحب ''اقتباس الانوار'' میں فرماتے ہیں: وایں مقدمه بغایت ضعیف است اور اسی اقتباس کے صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں: واین روایت هو قول کسی را که میگوید مهدی همیں عیسی علیہ السلام است وتمسک کند بایں حدیث که لامهدی الاعیسی ابن مریم. وجواب ایں حدیث حمل است بر حذف لامهدی بعد المهدی المشهور الذی هو من اولاد محمد ﷺ وعلی الاعیسی علیہ السلام انتهی۔ یعنی مہدی مشہور کے بعد جو کہ رسول اللہ کی اولاد سے ہوگا دوسرا کوئی کامل مہدی نہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اس ''اقتباس الانوار'' کی عبارت سے مرزا کا دعویٰ بروز اور تمسک بحدیث لامهدی الا عیسیٰ بن مریم سے باطل ہو گیا جیسا کہ اس کا دعویٰ بروز کا مکتوبات کی عبارت سے بھی باطل ہوا۔ اور بروز کے دونوں معنی میں سے مرزا اول کا معتقد ہے جو کہ مستلزم تناسخ کو ہے اور وہ باتفاق باطل ہے اور اس کے اعتقاد کا ثبوت اس عبارت سے ہے جو کہ مرزا نے اپنی کتاب ''ست بچن'' کے صفحہ ۸۴ میں یہ شعر لکھا ہے۔ شعر

ہفصد وہفتاد قالب دیده ام — بارہا چوں سبز ہا روییدہ ام

پس معلوم ہوا کہ مرزا کا اعتقاد تناسخ کا ہے اور یہ کفار کا اعتقاد ہے مگر کوئی قباحت نہیں کیونکہ مرزا جی مہاراج، کرشن، اوتار بھی تو تھے۔ جیسا کہ ''کلمہ فضل رحمانی'' سے تیغ، ص ۵۰ میں ہے۔ اور اگر بروز کا دوسرا معنی لیتا ہے تو بھی مردود ہے کما مر۔ وایں قول بغایت ضعیف است۔ غرض کہ مرزا کا مثیل عیسی ومثیل محمد ﷺ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا، بطلان اس کا ثابت ہے۔

ثم اقول: علامہ سیوطی کی تفسیر ''درمنثور'' میں یہ حدیث ہے ''قال رسول اللہ علیہ السلام

للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة'' پہلے بھی یہ حدیث ذکر ہوچکی ہے یعنی حضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔''

سوال: از طرف مرزائی ممکن ہے کہ لفظ راجع سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

جواب: ایک جواب تو سابق میں چند وجوہ ہو چکا ہے۔ ثانیاً سنو مرزا چونکہ بروز عیسوی بروز محمدی دونوں کا مدعی تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت ﷺ عیسوی رجوع سے بصورت قادیانی احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہ زعم اور گمان بالکل قادیانی کا ہے اور خود حضرت محمد ﷺ اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت غلام احمد قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ عیسیٰ ؑ کا مراد ہے۔

سوال: بروز سے مراد یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے۔

جواب: قادیانی اور اس کے اذناب کہیں بھی یہ مراد نہیں لیتے بلکہ وہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح محمدی ﷺ و روح عیسوی ؑ دونوں مرزا کے اندر آرہی ہیں۔ کما مر مرارا۔ اور اگر مان بھی لیں کہ مرزا اس بروز سے یہ مراد لیتا ہے تو بھی یہ مراد نامراد ہے اور اس پر دعویٰ مثلیت کا خرط القتاد ہے کما لایخفی۔ کیونکہ یہ استفاضہ تو مرزا قادیانی کے بغیر بہت سے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخ اکبر ''فتوحات'' میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اور اس کے ہاتھ پر ہم نے توجہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے۔ کماقال وھو شیخنا الاول رجعنا علی یدیه وله بنا عنایة

عظیمة لایغفل عنا ساعة۔ اوران کے ماسوا اور بھی عیسوی المشرب صوفیہ بہت گذرے ہیں اور اب موجود بھی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

اور نیز اس طرح کا فیض عیسیٰ بن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ برتقدیر مرجانے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا ''وانه راجع الیکم'' اگر بطرق بروز ہوتا تو ''ان عیسی لم یمت'' بے ربط رہ جاتا تھا کیونکہ وہ بروز موت کی تقدیر پر بھی ہوسکتا ہے اور نیز ''وانه راجع الیکم'' سے بروز فی القادیانی جب لیا جاسکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہود کی قوم سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ یہود کو مخاطب کر کے فرمارہے ہیں کہ ''وانه راجع الیکم'' ای بارز فیکم جیسا کہ مولوی احمد حسن ہندوستانی نے ''راجع الیکم'' کا معنی بارز فیکم لیا ہے شاید اس کو معلوم ہوچکا ہے کہ قادیانی یہود میں سے ہے اور یہ ''راجع الیکم'' کا معنی بارز فیکم جب ہی صادق آسکتا ہے کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔

چنانچہ لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا اور آج تک کسی نے چونکہ نزول و رجوع بروزی کا دعویٰ نہیں کیا تا کہ اس پر یہود ہونے کا الزام عائد ہو لہٰذا اس کا مدعی بھی مرزا ہے، اور یہ الزام بھی اسی پر وارد ہے۔ پس آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہوگیا کہ مرزا ہرگز مہدی موعود و مسیح معہود نہیں ہے اور مہدی و عیسیٰ سے مراد یہی دونوں الگ الگ بعینہ مراد ہیں نہ انکا کوئی مثیل اور انہیں کے بعینہ دنیا میں آنے پر اجماع ہے نہ ان کے کسی مثیل پر۔ ورنہ رسول اللہ کی تعلیم جو اس مطلب میں ہے اس کو غلط کہنا ہوگا اور یہ امر منافی ہے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا، خصوصاً ایسے مہتم بالشان مسئلے میں جس کے ذریعہ سے حضرت ﷺ

امت مرحومہ کو دھوکہ کھانے سے بچانا چاہتے ہیں بالکل منافی شان نبوت کے ہے کیونکہ بجائے ہدایت کے الٹا امت مرحومہ کو دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسیٰ بن مریم فرمادیا حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دھوکہ کھا چکے تھے۔

ثم اقول: مرزا اور مرزائیوں کا بہت زور اسی پر ہے کہ **لا مهدی الا عیسیٰ ابن مریم** اور اسی سے بروز نکالتے ہیں کمامر۔ اسی واسطے اس مقام میں ذرا زیادہ تفصیل کی گئی اس حدیث کے متعلق میں نیز رسالہ ''تیغ'' میں بھی مفید بحث کی ہے جہاں کی زبان پر لا مهدی الا عیسیٰ بہت ہے مگر سوائے تحقیق ماسبق کے اور جوابات بھی ہیں۔

اول: تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا: یہ کہ محتمل التاویل ہے بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً مؤول ہے کیونکہ دونوں باہم متغایر ہیں بہ سبب تغایر اوصاف کے تو معنی حقیقی یعنی نفی وجود امام مہدی کی متعذر ہے اور ایسے وقت مجاز متعین ہوگا۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الی المهد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے لہٰذا اس سے مراد فرد کامل ہوگا اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہوتا ہے لہٰذا یہ معنی ہوا کہ بعد نبی ﷺ کے ہدایت دینے کا فرد کامل عیسیٰ علیہ السلام ہوگا کیونکہ بقرب قیامت کے شریروں اور گمراہوں کو ہدایت فرمائیں گے۔ ایضاً حدیث **لا مهدی الاعیسیٰ بن مریم** کو علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرایا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کو ابن ماجہ نے بھی اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابن ماجہ ابوامامہ کی حدیث میں تصریح فرمارہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹتے جائے گا

تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون بخاری کی حدیث کا ہے جو بروایت ابوہریرہ مذکور ہے۔

اور بعض زعمی مولویوں نے بروز کے مسئلے کو اس آیت سے نکالا ہے۔ ﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۔ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيمَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ مگر صوفی شیخ محمد اکبر صاحب ''اقتباس الانوار'' فرماتے ہیں کہ اس کو مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن میں عمر دنیا میں ثابت نہیں ہوتا خواہ امثال کو جمع مثلہ دونوں پر فتح کے ساتھ مقرر کی جائے یا جمع مثل بمعنی مثیل کے بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف ہوگا یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور بر تقدیر ثانی یا تو تبدل اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو متخالفة الروح والجسم ہوں گے اور یا تغیر اشخاص دنیویہ علی سبیل المسخ پر علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردة وخنازیر۔

پہلی صورت تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال نہیں صرف اوصاف طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیر ہے۔

دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے اور مرزا نے تو اس وقت جب کہ دعویٰ کیا تو دنیا ہی میں تھا۔ اور

تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ (تم کو دوسرے جہاں میں لے جائیں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسائیں) تو اس صورت میں مماثلث بمعنی الدخول تحت النوع الواحد ہوئی اور امثال بایں معنی مسلم بین الفریقین ہیں نہ ہم کو مضر نہ مرزا کو مفید، کیونکہ اہل اصطلاح بروز کموں اس کو بروز نہیں کہتے۔

چوتھی صورت سواس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا اور مرزائی بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تبدیل امثال آیت سے صرف تحت قدرت اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا۔ حجة اللّٰه البالغه.

قولہ: امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد چاروں مذہب قائم رہیں گے یا نہیں اور ان کا خاص کوئی مذہب وطریقہ ہوگا یا نہیں ''ہدایۃ المہدی'' کے اس صفحہ ۲۶، ۲۷ کا خلاصہ ملاجی نے یہ بیان کیا ہے کہ

۱...... چاروں مذہب کا انتظام زمانہ مہدی تک رہے گا

۲...... اور اپنے زمانہ میں مہدی خود مجتہد مطلق ہوگا

۳...... وہ کسی مذہب کی تقلید نہ کریں گے

۴...... اور دنیا میں انہیں کا مذہب جاری ہوگا

۵...... ایسا فیصلہ کریں گے کہ اگر رسول اللہ دنیا میں موجود ہوتے تو آنحضرت بھی ایسا ہی فیصلہ فرماتے

۶......اور مذاہب متداولہ کے اغلاط ومسائل ضعیفہ کی اصلاح فرمائیں گے۔

۷...... مذہب مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ، شیخعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے جو مجددین میں معدود ہیں۔ جس کا نام مشرب وادی فی مذہب المہدی ہے۔

۸...... اور سوائے اس کے فتوحات مکیہ اور الیواقیت والجواہر، حجج الکرامہ وفتاوٰی شامیہ وغیرہ وغیرہ میں اس کا ذکر ہے فلیراجع.

الجواب: ان آٹھوں باتوں کا جواب دیتا ہوں:

۱...... درست ہے مگر اس مہدی کاذب یعنی مرزا نے تو انتظام مذاہب کو روک نہ سکا۔

۲......مہدی راست کے بارے میں یہ بھی درست ہے مگر مرزا پر بالکل درست نہیں کیونکہ وہ موت تک شرح وقایہ، ہدایہ، کنزالدقائق، درمختار، شامی، اور عالمگیری وغیرہ کتب فقہ پر مسائل اجتہاد میں عمل کرتا رہا۔

۳...... مہدی صادق کسی کا مقلد نہ ہوگا مگر مہدی کاذب جو کہ مرزا ہے کل آئمہ بلکہ علمائے اسلام کا مقلد رہا تو ذرا ذرا بات میں تقلید کا دم بھر کے نقل کرتا رہا ہے۔

۴...... ساری دنیا کیا بلکہ دنیا کے کروڑ حصہ کے ایک حصہ میں بھی مرزا کا مذہب جاری نہ ہوا۔

۵...... جتنے فیصلے مرزا کے ہیں جب کہ کتب فقہ وتفاسیر واحادیث سے مخالف ہوئے تو رسول اللہ سے تو خود ہی مخالف ہوئے مرزا نے قرآن وحدیث اور کل آئمہ مذاہب کے خلاف راہ نکالی ہے رسول اللہ کی احادیث کے معنی مراد کو سمجھ کر تاویلات شروع کرتا ہے۔ پس وہ موافق شرع محمدی کے کیسے ہوسکتا ہے؟

۶...... مذاہب کی غلطیاں نکالنے کا ادراک اور علم کہاں تھا؟ مسئلہ مہدی موعود مسیح معہود ہونے کے سوا اس نے بہت کم قلم اٹھائی ہے اور پھر جس جگہ کچھ لکھا ہے اس پر طالب العلم کافیہ خواں بھی ہنس رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر القرآن جو اس نے لکھی ہے اس کے اغلاط اور مرزا کی لغزشیں اور جہالتیں اس میں جو جو ہوئی ہیں، آخر میں عرض کروں گا۔

۷...... اور شیخعلی قاری کا نام تو شاید آپ نے غلطی سے لے لیا ہے ورنہ اگر اس کو مانتے ہوتو وہ تمہارے سارے مذہب کو جڑ سے اکھیڑتا ہے۔ مشکوٰۃ کی ''شرح مرقات'' میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اترے گا عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف اور ٹھہریگا ۴۵ برس پھر فوت ہوگا اور دفن ہوگا میرے قبرستان میں ...... الخ۔ اور فتوحات مکیہ کی

عبارتیں بکرات مرات گزر چکی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے اور قیامت تک وہاں رہنے اور اتر کر دجال کو قتل کرنے وغیرہ وغیرہ کے سب سے زیادہ قائل ومعتقد اور مدعی ہیں اور ایسا ہی ''الیواقت والجواہر'' میں مذکور ہے۔ اور ''حجج الکرامہ'' میں بھی عیسیٰ ابن مریم کی موت کے قائل کو ذلیل اور شرمندہ کیا ہے۔ دیکھو اس کا صفحہ ۴۴۲ کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ چالیس سال قیام کریں گے اور میری سنت پر عمل کریں گے۔ پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے اور علامہ شامی نے بھی حاشیہ ''درمختار'' میں اول جلد کی ابتداء میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مناقب میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی صاحب کا کیا ہے اس سے صاف بلاغبار ظاہر ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ اور مہدی کے بارے میں سب مسلمانوں کی طرح قائل اور معتقد ہیں۔ البتہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ امام مہدی چوں کہ مجتہد مطلق ہوگا اور قرآن وحدیث کا حافظ ہوگا لہٰذا وہ کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے گا۔ نفی وجود عیسیٰ یا مہدی یا ان کے کسی مثیل کا ہندی ہو یا پنجابی ہو شریف ہو یا رذیل ہو ذکر تک نہیں ہے۔ الحمد للہ کہ جن کتابوں سے مرزائی لوگ اپنی جاہلانہ بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی سے امر حق کو ہم دکھا دیتے ہیں۔

قولہ: صفحہ ۲۸ میں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلسنّت وجماعت کی رسالہ ''تاویل الاحادیث'' میں مذمت فرماتے ہیں۔

جواب: اس سے ملاجی قادیانی کا یہ مقصود ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان آج کل کے اہل سنت وجماعت نہیں بلکہ فقط اہلسنّت وجماعت ہم ہی مرزائی لوگ ہیں۔

ہم اسی شاہ ولی اللہ صاحب سے حیات عیسیٰ بن مریم ثابت کرے دیتے ہیں۔

شاہ صاحب ''ترجمۃ القرآن'' میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی (ھر گاہ برداشتی

مرا) لکھتے ہیں اور (میراندی مرا) نہیں لکھتے۔ دیکھو خود اس سے عیسیٰ بن مریم کا مرفوع علی السماء ہونا ثابت ہو گیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے رسالہ ''فوز الکبیر'' میں رفع عیسیٰ سے مراد رفع روحانی نہیں بلکہ جسدی رفع ہے۔

قولہ: تنبیہ: بعض دھوکہ باز مولوی ......الخ صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۲۹ تک کوئی مفید مطلب مرزا اور مضر مقصود ہمارے کے، بات نہیں بلکہ بے کار ایک اجنبی بات کو جو فی الواقع بے عقلی سے ملاجی نے لکھ ماری ہے محض ورقوں کی تعداد کو زیادہ کر کے رسالہ کا حجم بڑھا دیا ہے۔

قولہ: اب اصلی اہل سنت وجماعت کون لوگ ہیں؟ اس کا بیان سنئے ''قوت القلوب'' سے **وكان سهل** رحمۃ اللہ **يقول السنة ما كان عليه النبی** ﷺ **واصحابه**۔

الجواب: الحمد للہ کہ ہم ہی ہر چہار مذہب کے مسلمان رسول اللہ اور اصحاب کے طریقہ پر ہیں، نہ مرزا اور نہ مرزائی لوگ۔ کیونکہ ان کے اقوال وافعال واعتقاد سراسر کفریات اور خلاف شرع ہیں۔ محض نماز، روزہ، تلاوت قرآن وغیرہ ظاہری امور سے ایمان باقی نہیں رہتا جب تک کہ اعتقاد موافق شرع کے نہ ہو اور ہم نے ''قوت القلوب'' سے نزول عیسیٰ بعینہ وغیرہ سب نقل کر دیا ہے اس کو دیکھو۔

قولہ: صفحہ ۲۹ پس یہی فرقہ ناجیہ اہل وسنت وجماعت اصلی ہیں۔

الجواب: یعنی مرزائی لوگ ہی فرقہ ناجیہ دوزخ سے نجات پانے والے ہیں اور باقی سوائے مرزائیوں کے سب ناری، دوزخی، بدعتی ہیں یہاں تک کہ ملا عبد الواحد کے استاد وماں باپ، دادا، دادی، پردادا، پردادی، نانا، نانی، پرنانا، پرنانی وغیرہ کل کے کل اوپر کے دوزخی ہیں۔ نعوذ باللہ منہ ایسا نالائق بیٹا کہ مسئلے کی ہار جیت میں اپنے مردگان کو ملعون اور ناری و دوزخی کہہ دے۔

قولہ: امام مہدی کا علم شریعت وعرفان من قبیل قولہ تعالیٰ ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ بوساطت واقتباس ''انوار مشکوۃ'' نبوت کبریٰ سرور عالم ﷺ حاصل ہونا تھا اور بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ (ص۳۰)

الجواب: ''رسالہ تیغ'' میں ہم نے مفصل لکھ دیا ہے کہ مرزا نے قرآن کو ناقص کہا اور انبیاء علیہم السلام کو برا کہا اور خود رسول اللہ ﷺ کو غلط گو کہا اور ان کی پیشین گوئیوں کو غلط کہا اور معنی مراد حضرت کا جان کر اس میں تاویلات کرتا رہا وغیرہ وغیرہ معایب وکفریات مرزا کے آیت ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ کے بالکل مخالف ہے۔

ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

قولہ: یہ جو مشہور ہے کہ زمان مہدی میں بجز دین واسلام کے اور کوئی دین دنیا میں باقی نہیں رہے گا یعنی دنیا میں فقط مسلمان ہی رہیں گے اور کوئی کافر، یہود ونصاریٰ میں سے باقی نہیں رہے گا یہ سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کے خلاف ہے کما مر۔ (ص۳۰)

الجواب: بیان اس کا مفصل سابق اس سے ہو چکا ہے۔ اور مخالف کی جہالت کا پردہ اٹھایا گیا ہے فلیراجع ثمہ۔

قولہ: مگر بعض روایات سے جو پایا جاتا ہے کہ امام مہدی لوگوں کو مال دیں گے تو اس مال سے مراد دنیوی مال نہیں بلکہ خزینۂ علوم دین ومعارف وحقائق مراد ہے اور یہ امر حضرت علی ؓ کی ایک روایت سے بھی مؤید ہے ''حجج الکرامہ'' میں ہے: علی مرتضی گفت رحمت خدا با دبر بلدۂ طالقان کہ آنجا خدارا خزائن است امانہ از زر وسیم بلکہ مرد خان اند کہ خدارا شناختہ اند حق معرفت او وایشاں انصار مہدی باشند۔ انتہی (اخرجہ ابونعیم) اس روایت میں جو لفظ طالقان

واقع ہے ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہوا ہو۔

الجواب: مال سے مراد دنیوی ہی ہے کہ کیونکہ کل زمین پر زراعت ہوگی کوئی زکوۃ لینے والا نہ ملے گا۔ دیکھو ''رسالہ تیغ'' کو اور خزانہ دین وحقائق ومعارف وہ ہیں جو موافق قرآن وحدیث واجماع کے ہوں اور مرزا جو معارف وحقائق دیتا ہے اور لوگ اس کو رد کرتے ہیں وہ صاف ظاہر شریعت محمدیہ ﷺ سے مخالف ہیں لہٰذا وہ علوم ومعارف نہیں بلکہ وہ اباطیل اور خرافات وتحریفات وواہیات وکفریات وبدعات سیات ہیں۔ لہٰذا مرزا نہ تو مہدی حق ہے اور نہ اس کے علوم دین ہیں۔ اور حجج الکرامہ اور ابونعیم کی مراد کو دیکھو جو پہلے اس سے مذکور ہے کہ وہ بالکل تمہارے مخالف ہے اور یہ قول تمہارا کہ طالقان ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہو۔ تم مدعی ہو تو تم کو دلیل لانی ضرور ہے۔ احتمال اور نفس امکان کافی نہ ہوگا۔ خانہ ساز باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان اب چار سو سال سے آباد ہے اور حضرت علی کی خبر دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بلدۂ طالقاں موجود تھا۔ چنانچہ بطور اخبار حالیہ کے کہہ رہے ہیں اور جب کہ مرزا کے الہام کے مطابق لفظ قادیان قرآن شریف میں موجود ہے تو اس کو بلدۂ طالقاں یا اس کو کدعہ سے نکالنے کی کونسی ضرورت ہے؟

ع ولن یصلح العطار ما افسدہ الدھر

قولہ: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے واسطے مال دنیا کو پسند فرمایا ہے اور نہ امت کیلئے بلکہ فرمایا الفقرا اخشی علیکم۔ دفعۃً اس قدر مال دنیا کے لوگوں کو دینا کہ سب تونگر ہو جائیں کوئی محتاج باقی نہ رہے یہ تو عادت الٰہی وحکمت باری عزاسمہ کے مخالف ہے۔ (ص۳۱)

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بے شک دنیا کو پسند نہیں فرمایا ہم بھی مانتے ہیں مگر دنیا نام

ہے غفلت اور حجاب عن ذکر اللہ کا۔ مثنوی میں ہے۔ شعر

چیست دنیا از خدا غافل بدن — نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

روپیہ ومال ومتاع کی ایسی کثرت کہ کوئی محتاج نہ رہے یہ دنیا نہیں۔ دنیا جب ہے کہ غفلت اللہ کے ذکر سے ہوجائے۔ روپیہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو، اگر دنیا نام جمع کرنے حلال مال کا ہوتا ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام وحضرت سلطان سکندر علیہ السلام وحضرت عثمان غنی وابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ مالدار، بڑے دنیادار کہلائیں گے حالانکہ ایسے لوگوں کے شان میں یہ لفظ استعمال کرنا ان حضرات کی بدگوئی ہے۔ **کما لا یخفی** حضرت ﷺ نے بارہا بکثرت دراہم اور بکریاں اور غلہ جات اللہ تعالیٰ کے راہ میں تقسیم کی ہیں۔ کما فی البخاری وغیرہ اور یہ عادت الٰہیہ نہیں کیوں کہ اس کے لئے کوئی تبدیل نہیں۔ ﴿وَلَا تَجِدُ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ بلکہ یہ امتداد الحکم الی انتہاء العلۃ وزوال الحکم بزوال العلۃ ہے۔

قولہ: امام مہدی علیہ السلام نے لوگوں کو ہزاروں روپیہ انعام دینے کے اشتہارات کثیرہ دیئے ہیں مگر کسی نے ان انعامات کو حاصل کرنا قبول نہ کیا۔

الجواب: کاذب نے برائے نام اشتہار تو دیا مگر جب دیکھا کہ چاروں طرف سے جوابات موافق کتاب اللہ وکتاب الرسول کے آرہے ہیں تو خود ہی فرار کر گیا جیسا کہ ہر کس وناکس کو معلوم ہے اور وہ بیچارہ دریوزہ گر گدا اگر سائل کسی کو کیا روپیہ دیتا وہ تو خود طرح طرح کے حیلوں سے روپیہ جمع کرتا رہا۔ چنانچہ ایک مطرب اللہ دیا سے حرام مال کی درخواست کی مگر اس کا شکار خالی گیا۔ منارہ بنانے کیلئے صدہا روپیہ لیا۔ اور اس کی عین حیات میں مدارس وغیرہ سے لوگ ماہوار روپیہ اس کی معاش کیلئے روانہ کرتے رہے۔ (دیکھو ''رسالہ تیغ'' ص۵۲ کو) وہ عبارت یہ ہے۔ مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا

جس کو شک ہو ڈاکخانہ کی کتابیں (دیکھو ملخصاً صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم)۔ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا تاجر مدارس نے کئی ہزار روپیہ دیئے (صفحہ ۲۸، ضمیمہ انجام آتھم)۔

شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کورٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدرآباد کا مولوی سید مروان علی، مولوی سید ظہور علی ومولوی عبدالمجید دس، دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ خلیفہ نورالدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۸، ۲۹)

قولہ: حالانکہ علامات مہدی آخر زمان جن روایات حدیث سے ثابت ہیں اخبار آحاد سے فوق نہیں جو مفید علم یقینی کے نہیں ہیں۔ (صفحہ ۳۳، ہدیۃ المہدی)

الجواب: مجموعہ مل کر متواترۃ المعنی ہوگئی ہیں اور علم یقینی کو مفید ہیں **الا من اضلہ الشیطان کما مر مرارا**۔ اور امام مہدی صاحب کو لوگ خود بخود شناخت کرلیں گے۔

قولہ: اگر ایسا ہوتا تو ایمان بالغیب باقی نہ رہتا۔

الجواب: یعنی جن جن رسولوں نے خود اپنے آپ کو بدعویٰ نبوت ظاہر کیا ہے اور لوگوں نے ان کو نشان ومعجزات سے پہچانا ہے ان کی نسبت ایمان بالغیب باقی نہ رہا۔ واہ واہ جہالت۔

قولہ: پس معلوم ہوا کہ مہدی صادق کا خود دعویٰ نہ کرنا اور فقط نشانات دیکھ کر لوگوں کا ان کو پہچان لینے کا قول محض بے دلیل وسراسر باطل ہے۔ **ومن یدعی خلاف فعلیہ البیان بالبرہان** (ص۳۴)

الجواب: قرآن شریف وتفاسیر وکتب سیر وتصوف وتواریخ وفقہ واجماع امت سے فوق اور کیا برہان ہوگی؟ مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

قوله:

درسنہ غاشی ہجری دو قرآن خواہد بود   از پئے مہدی و دجال کنشان خواہد بود

الجواب: مہدی اور دجال سے مراد مرزا قادیانی کی دو قومیں یہود و نصاریٰ کی ہیں اور یہ زمانہ دراز سے موجود ہیں۔ کیا وجہ کہ اجتماع کسوف و خسوف ۱۳۱۱ھ میں ہوا۔ حالانکہ یہ محض مرزائیوں کا دعویٰ ہے ورنہ ابتک واقع نہیں ہوا، چنانچہ پنجاب وغیرہ املاک کے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

قوله: مرزا غلام احمد صاحب تخمینا ۱۲۵۱ھ میں یا تھوڑا آگے پیچھے تولد فرمائے تھے اور ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کے وفات فرمائے ہیں چنانچہ ۱۳۲۶ء کیلئے لفظ مغفور مادہ تاریخ وفات ہے۔

الجواب: اگر تاریخ کے مادہ پر امام مہدی و دجال کی شناخت موقوف ہے تو میں ایسے مادے تاریخ ولادت مرزا و جوانی و وفات مرزا نکال دیتا ہوں کہ اس کے لحاظ سے مرزا ظالم اور فتنہ گر اور کاذب ہو جائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے بالکل مطابقت ہے اس نے بھی مہدی معہود و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور آخر کو کاذب نکلا۔ مہدی سوڈانی ۱۲۵۹ ہجری مطابق ۱۸۴۲ء۔ اور ان کی مہدویت کے اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار تھا اور تم کو سچی شریعت پر چلاؤں گا وغیرہ وغیرہ اور اس نے اپنا نام محمد احمد رکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہر حال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا مگر پھر بھی ایک نہایت وجہ کا محتاط عالم تھا جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس وقت اس کے پاس بقدر تین لاکھ جان نثار خدا کے واسطے لڑنے کو موجود تھے۔ مرزا کی پیدائش ۱۲۵۹ ہجری ہے سیپارہ

"واعلموا" میں پروردگار نے گویا کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ﴿الا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ یعنی "آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے"۔ اور یہی تاریخ محمد احمد سوڈانی مہدی کاذب کی بھی ہے اور مرزا کتاب "آئینہ" میں لکھتا ہے کہ عدد ۱۲۷۵ کا جو آیت ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ سے نکلتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے......الخ بلفظہ۔ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان ہوا اور یہی شباب (۱۲۷۵) ظلم ہے جس کے اعداد ۱۲۷۵ ہوتے ہیں اس سے مرزا جوان ظالم ثابت ہوا۔ اس سے جب ۱۵ سال بلوغت کے نکالے جائیں تو وہ ۱۲۵۹ء رہتے ہیں جو کہ ﴿الا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ کے اعداد ہیں ایک برس کسر میں گیا۔ اور مہدی سوڈانی کی تاریخ ۱۸۸۲ء ہے اور یہی تاریخ مرزا کے مہدی اور مسیح کے مثیل ہونے کی ہے جیسا کہ اس نے خود "براہین احمدیہ" صفحہ اول حصہ سوم پر لکھا ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میرے نام کے اعداد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں، اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں یعنی میں تیرہویں صدی پر ہوا ہوں۔ اور مرزا اس کو بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔

اب میں چند لوگوں کے نام کے اعداد تیرہ سو پورے کر دیتا ہوں جن کو مرزا اور ہم کوئی مہدی یا مسیح نہیں کہتے بلکہ مرزا ان کو سخت گالیاں دیتا ہے۔ سنئے:

۱.....مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی ۱۳۰۰۔

۲.....مرزا امام الدین ابواوتار لال بیگیاں قادیانی۔ اس کے نام کے بھی تقریباً تیرہ سو ہیں۔ اور مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے یعنی

۳.....مولوی حکیم نور الدین مستہام (حیران) بھیروی۔ علی ہذا القیاس۔ اور جس قدر نام چاہوں تیرہ سو کے عدد والے نکالتا جاؤں لیکن اس سے کسی کا مجدد یا مسیح یا اس کا مثیل ہونا تو

ثابت نہیں ہوتا۔

اقول: سب سے لطیف تر قرآنی معجزہ ہے جو کہ قادیانی پر خوب لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ﴾ شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتان کرنے والے گنہگار پر۔ اس آیت کریمہ کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہیں اور بلا شبہ مرزا پر شیطان اترتے ہیں اور انہیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

قوله: مرزا صاحب امی محض جو مصداق اس مصرع مشہور کا ہے:

ع   کہ امی قلم را بگرد بدست

ایسے تو نہ تھے اوائل عمر میں بعض بعض اساتذہ کے نزدیک کسی قدر مختصر تعلیم پائے ہوئے تھے مگر علوم وحکم شرائع وادیان وحقائق ومعارف میں کوئی ان کا استاد نہ تھا۔ (صفحہ ۳۶)

الجواب: اوائل عمر میں جو بعض استادوں سے پڑھا ہے وہ کیا سوائے علوم وحکم وادیان کے کوئی نائک اور مسمریزم اور شعبدہ بازی اور مکاری تھی ضرور یہی تھی۔ جیسا کہ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

قوله: اسی وجہ سے تو آیۃ کریمہ ﴿وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی﴾ ان لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔ (ص ۱۳۷)

الجواب: یہ آیت کفار نابکار کے بارے میں تھی اس کو اہل سنت وجماعت پر لگا دیا۔ اور اسی صفحہ میں مسلمانوں کو ابوجہل کافر سے مشابہت دی ہے۔

قوله: مما ینجر الی الطواله.

الجواب: الی الطواله غلط ہے اور صحیح الی طواله ہے مضاف کو معرف باللام نہ ہونا چاہے۔

قوله: ضمیرم نه زن بلکه آتش زنست که مریم صفت بکرو آبستن است. (صفحہ ۴۰) مراد اس سے قادیانی کی ہے کہ مرزا جیسا کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہوا ایسا ہی مریم کے نام سے بھی مسمی ہوا۔

الجواب: مولانا نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گنجوی سکندر نامہ میں دل کو جس کو عربی میں قلب کہتے ہیں۔ مریم صفت بتا رہے ہیں اور قلب تو مؤنث سماعی ہے اس کو مریم صفت کہہ دینا بطور استعارہ کے کوئی مستبعد نہیں مگر مرزا باوجود مذکر ہونے کے مریم صفت نہیں بلکہ مریم لقب ہوا وبینهما بون بعید۔

قوله: الغرض بعد مرتبہ مریمیت کے حضرت اقدس کو مرتبہ عیسویت ومسیحیت کا دیا گیا تھا گویا کہ مریم سے عیسیٰ پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ رموز واشارات سے قرآن کریم کے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ''سورہ تحریم'' کے آخر میں ہے قولہ تعالیٰ ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَةَ فِرْعَوْنَ...... الخ﴾ قوله تعالٰی ﴿وَمَرْیَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمَاتِ رَبِّهَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ﴾ اس آیت شریفہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعض افراد اس امت مرحومہ کے مریم صدیقہ سے مشابہت پیدا کریں گے۔ یعنی اسی سبب سے مرزا غلام احمد کو ابن مریم کہا جاتا ہے۔

الجواب:

اولاً: جب تک کہ حقیقت کا تعذر نہ ہو تب تک مجاز نہیں لیا جاتا حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً: یہ کہ قطع نظر تعذر حقیقت سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشتا ہے کہ وصف

ایمان علاقہ مصححہ لارادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے یعنی لفظ مریم سے اگر قادیانی بعلاقہ الایمان مراد رکھا جائے تو یہ علاقہ اس ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور صرف صلاحیت بغیر اس کے وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جائے، مفید نہیں۔ پس اگر انصاف سے کوئی دیکھے تو قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امراۃ فرعون) سے مراد کوئی مومن نہیں خود مریم اور فرعون کی عورت ہی مراد ہے۔

ثالثاً: ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی کا۔ چنانچہ ''شمس بازغہ'' کے صفحہ ۹۳ پر امروہی نے لکھا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی۔ اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ پہلے مرزا کے والد صاحب غلام مرتضی صاحب لفظ مریم سے کسی استعمال سے پنجابی یا اور کسی زبان میں مراد لئے گئے ہوں اور وہ اس لفظ مریم سے کبھی پکارے گئے ہوں: وانی یکون له ذلک پس مرزا کا ابن مریم ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر فقط علاقہ مصححہ وجود ایمان ہی لیا جائے تو مرزا کی خصوصیت کیا ہے ہر مومن کو ابن مریم کہنا درست ہے۔

قوله: ملخص کلام اس مقام میں یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَايَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ اس سے استنباط کیا جا سکتا ہے کہ پیشن گوئیوں میں جو من قبیل معجزات و کرامات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قدر تبدل و تغیر ممکن ہے نہ یہ کہ سر مو تجاوز ممکن نہیں جیسا کہ خیال کل عوام کالانعام اور اکثر خواص کالعوام کا ہے کیونکہ اس تقدیر غناء ذاتی میں باری تعالیٰ کے فتور راہ پاتا ہے۔

الجواب: اگر امکان تبدل مسلم ہی ہو تب اس واقعہ خاصہ میں کسی آیت یا حدیث قولی یا فعلی یا تقریری یا اجماع صحابہ یا مذہب مجتہد سے آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امکان جو تھا اب فعلیت اور وجود خارجی میں آگیا۔ آپ کیونکہ مقام استدلال میں ہیں اور ظاہر ہے کہ مدعی

اور مستدل کو لزوم چاہے اس کو احتمال کافی نہیں ہوتا اور جب کہ کسی دلیل سے ثابت نہ کر سکو تو ''وَيُثْبِتُ'' ہی ثابت رہے گا اور غناء ذاتی میں نقصان جب ہو کہ غناء فعلی مستلزم ہو غناء ذاتی کو حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ غناء ذاتی جیسی کہ بصورت تبدل و تغیر موجود ہے ایسی ہی بصورت عدم تبدل و تغیر کے بھی موجود ہے پس باری تعالیٰ کی غناء ذاتی میں فتور ہرگز راہ نہیں پاتا بلکہ وہم بھی فتور کا نہیں ہوتا پس تبدل و تغیر ممکن مگر علت بیان کرنی آپ کی باطل و عاطل ہے۔ اور صفحہ ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ میں جو جواز خلف لکھا ہے وہ اگرچہ علماء میں مختلف فیہ ہے اور اس میں راجح و مرجوح کے قطع نظر ہونے سے مخالف کو کسی قسم کا فائدہ نہیں کیوں کہ اگر یہ امر مسلم بھی ہو تو ایک دو چار باتوں میں نہ یہ کہ صدہا باتوں میں جو کہ علامات امام مہدی و خواص عیسیٰ علیہ السلام و آیات دجال وغیرہ ہیں سب کے سب میں وعدہ خلافی ہو جائے اور ایسا ضروری مسئلہ کہ اتنی مخلوقات گمراہ ہو جائے اور پھر حضرت محمد ﷺ اور کل اصحابہ کرام و آئمہ مجتہدین عظام کا اس تبدل و تغیر کا ذکر نہ کرنا ہی قرینہ قاطعہ یقینیہ جازمہ موجبہ للیقین والا یمان ہے کہ اگرچہ خلف و تبدل و تغیر اس میں باعتبار نفس قدرت الٰہیہ کے ممکن ہے الا وقوع تبدل و تغیر کا ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ العدم استلزام الامکان الفعلية كما لايخفى.

قوله: صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں جو کچھ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت مرزا کی تکذیب اور پیشگوئی کے غلط ہونے میں پردہ پوشی کی ہے وہ سب خلاف واقع بیان کی ہیں۔

اقول: کل پنجاب اور ہندوستان میں معلوم ہے کہ مرزا اس میں صاف نامراد رہ گیا اور اگر کوئی پیشگوئی کسی شخص کی صادق بھی ہو جائے تو اس سے اس شخص کا امام مہدی یا مثیل عیسیٰ ابن مریم ہونا تو ثابت نہیں ہوتا کیونکہ برہمنوں اور بت پرستوں اور کافروں کی پیشگویاں بھی کبھی صادق ہو جاتی ہیں۔

قولہ: اور ''ہدایۃ المہدی'' کے صفحہ ۴۹ و ۵۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اگر چہ سچا مہدی نہ بھی ہو تو بھی اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی امر بھی خلاف حجج شرعیہ قویہ نہیں ہے، اہل سلسلہ نے جو ''بانی سلسلہ'' کو قبول کیا ہے سو یہی قرآن وحدیث کے دلائل قویہ سے قبول کیا ہے اگر چہ بدبختوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ پس اس تقدیر میں اگر بالفرض محال ''بانی سلسلہ'' واقعی مسیح موعود ومہدی معہود نہ بھی ہو تو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

...... انتھی ملتقطا.

الجواب: اس سلسلہ کے خلاف شرع اقوال وافعال واعتقادیات اظہر من الشمس میں جس بانی سلسلہ کے ناجائز اقوال وافعال واعتقادیات ہیں وہی سلسلہ قبول کرلے والوں کے بھی ہیں جن کے سبب سے علمائے روئے زمین نے کفر کے فتوے دیئے ہیں جن کا کچھ قدر ذکر اسی رسالہ میں اور میرے دوسرے رسالہ تیغ غلام گیلانی میں موجود ہے۔ پس ایسے شخص کو مہدی معہود یا مسیح موعود جاننا کفر ہے کیونکہ قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ وکل علوم دینیہ جس شخص کو دائرہ اسلام کے اندر نہیں چھوڑتے اور کم از کم علانیہ فسق جس کا ظاہر ہو اس کو مسیح موعود اور مہدی معہود کہنا قرآن وحدیث کو کاذب کہنا ہے۔ خبر دار ہو اے مسلمانو یہ کیسی دھوکے کی بات بنگالی قادیانی نے لکھی ہے۔ (نعوذ باللہ من غضب الرب)

قولہ: ازمنہ ماضیہ میں بعض بعض علماء نے بعض بعض حضرات کو مہدی قرار دیا ہے اور دوسرے علماء ان کے ساتھ متفق ہوئے مگر ان علماء مخالفین نے ان علماء سابق الذکر پر کوئی برا حکم نہیں لگایا اور ان کو کسی طرح مطعون نہیں کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں ہے: وقال وهب بن منبه ان كان فى هذه الامة مهدى فهو عمر بن عبد العزيز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وايضا فيه وقال الحسن ان كان مهدى فعمر بن

عبد العزیز ......الخ.

الجواب: اگر مقصود قادیانی کا اس عبارت سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی اور امام حسن کے قول میں مہدی سے مراد مہدی آخر زمان ہے تو مرزا غلام احمد کا دعویٰ کرنا کہ میں مہدی آخر زمان ہوں، بالکل بیہودہ اور غلط ہے اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ اس قدر صفات حمیدہ امام مہدی کے عمر بن عبد العزیز میں موجود تھے کہ بوجہ مبالغہ کے اس کو مہدی کہا گیا۔ جیسا کہ فی الواقع کتاب کا مقصود بھی ہے تو اس کے لانے سے ہمارا کوئی نقصان اور قادیانی کا کوئی فائدہ نہیں فقط۔

اعلان: مولوی عبدالواحد باشندہ مقام برہمن بریہ ضلع پترہ ملک بنگال کے رسالہ ''ہدایۃ المہدی'' کا رد ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طور پر لکھا ہے کہ جس کتاب سے اس نے اور اس کے پیر مرزا غلام احمد متوفی یا مولوی محمد حسن امروہی یا اور کسی قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر دلیل لائے تھے ہم نے بھی اسی کتاب سے حیات عیسوی کو ثابت کر دکھایا۔ اگر ہم ایسی کتابوں کو حوالہ دیتے جو کہ ان لوگوں کے مذہب میں نہیں مانی جاتیں تو ان کو رد کرنے میں بھی اگر چہ بددیانتی اور بے ایمانی ہوتی مگر تاہم ایک قسم کا عذر ان کے ہاتھ میں ہوتا اب باوجودیکہ انہی کی مانی ہوئی کتابوں کو اور انہی کے پیشواؤں سے ہم نے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دیا تو ان کو شرعاً، عرفاً، عقلاً کسی طرح سے رد کرنے کی گنجائش نہیں اور ہم نے یا اور کسی عالم سنی حنفی یا اور کسی سچے مذہب والے نے قادیانیوں کو اپنی تصنیفات میں سخت الفاظ سے پکارا ہے سو یہ کوئی بری بات نہیں۔ کیونکہ قادیانیوں نے اور خود مرزا قادیانی نے علمائے دیندار کو سخت گالیاں دی ہیں اور وہ ایسے سخت الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں کے الفاظ ان کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو ''رسالہ تیغ غلام گیلانی'' کو جو کہ ہم نے ان کی گالیوں کو نقل کیا

ہے خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو ایسی گالیاں دی ہیں جس سے
قادیانی مرزا اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور یاد رہے کہ بعض مسلمان مولوی مرزائی مولویوں
کو ادب کے لفظ سے بولتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب و مولوی صاحب، سو یہ گناہ ہے۔ کیونکہ
حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کسی فاسق کی مدح اور صفت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا
عرش مجید کانپ اٹھتا ہے۔ پس مرزائیوں کو ادب کے لفظ سے یاد نہ کرنا چاہیے۔

خود اسی رسالہ ''ہدایۃ المہدی'' کو دیکھو کہ علمائے اہل سنت و جماعت کو کیسے بے
ادب لفظوں سے یاد کیا ہے:

صفحہ ۶ دھوکے میں ڈالتے ہیں۔

صفحہ ۸ فیج اعوج کے کتنے علماء۔

صفحہ ۱۲ مخالفین سلسلۂ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نا مولوی ہوں دجال کے حصہ داروں
میں سے ہیں۔ دیکھو اب کل روئے زمین کے علماء و صحابہ کرام و تابعین وغیرہ کو دجال کا حصہ
دار یعنی دجال اور شیطان کہہ دیا۔

صفحہ ۱۷ میں ہے احمدیوں سے مباحثہ کرنے کے جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے۔

صفحہ ۲۷ بعض دھوکہ باز مخالف مولوی۔

صفحہ ۳۳ بد بخت لوگ نشان کو نشان تسلیم نہیں کرتے۔

صفحہ ۳۷ ابوجہل و امثال سے اس کے دریافت کیا جائے۔

صفحہ ۳۸ دشمنان دین و مخالفان اسلام۔

صفحہ ۳۹ سادہ لوح مخالف مولویوں سے، صفحہ ۴۱ جن کو اللہ تعالیٰ نے اندھا بنا رکھا ہے، صفحہ
۴۲، سطر ۳ میں نیک بدلہ علماء کو عام انبیاء کا منکر کہا ہے۔ اور انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے۔ پس ہر

امن بریہ کے خطیب کے گمان میں کل علماء کافر ہیں۔

تنبیہ: جو کوئی مرزا کے اعتقاد اور اسکے اقوال و افعال مذکورہ کو حق جانے وہ اسلام سے
خارج ہے اس کی عورت کا نکاح اس سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی پہلی عبادت برباد ہو جاتی
ہیں اگر ظاہر ہو کر توبہ نہ کرے اور اس حالت میں مرجائے تو مثل اصلی کافروں ناری جہنمی
ابدی ہے جب تک توبہ کر کے تجدید نکاح نہ کرے اور صالح ہو جائے تب تک مسلمانوں کو
اس سے نفرت کرنا ضروری ہے قادیانی کی تعظیم کرنی حرام ہے، ان کے پیچھے نماز
پڑھنا درست نہیں ہے وہ نماز دوبارہ پڑھنا فرض ہے ان سے کوئی مسئلہ عمل کرنے کے لئے
دریافت کرنا یا اس سے وعظ و مولود پڑھوانا یا ان سے فتویٰ لینا یا ان پر جنازہ کی نماز پڑھنا
سخت گناہ ہے کیونکہ یہ سب باتیں مسلمان کی تابع ہیں جب کہ وہ ان کی مسلمانی ہی رخصت
ہو چکی و ثواب باقی کیا رہا۔ فقط مسلمانوں کی خیرخواہی کیلئے یہ چند باتیں لکھی گئیں۔

اللّٰھم اغفر له و لجمیع المومنین.

فقیر حقیر قاضی غلام گیلانی حنفی سنی نقشبندی

(ملک پنجاب ضلع کیملپور اٹک علاقہ چھچھ موضع شمس آباد ۱۲)

تتمہ

(تتمہ از مولوی محمد غلام ربانی صاحب فاضل کامل جامع العلوم)

سوال: آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ﴿الرُّسُلُ﴾ کا الف لام استغراقی ہے، محیط ہے کل افراد رسول کی۔ صورت استدلال کی یہ ہے کہ محمد رسول ہے اور کل رسول محمد صاحب سے قبل گذر گئے۔ پس مسیح بھی گذر چکا یعنی مر چکا کیونکہ خلت بمعنی ماتت ہے اور یہ شکل اول ہوئی۔

جواب: شکل اول کی شرط کبریٰ کلیہ نہیں کیونکہ یہی ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ مسیح کے حق میں بھی نازل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ پس اگر لفظ ﴿الرُّسُلُ﴾ کے الف لام کو استغراقی لیا جائے تو معنی یہ ہوگا مسیح ابن مریم رسول ہیں اور بے شک اس سے پہلے سارے رسول مر گئے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی رسول ہیں اور عیسیٰ کے قبل نہیں مرے بلکہ صدہا برس بعد ان کے فوت ہوئے کیونکہ مسیح سے سینکڑوں برس بعد کو پیدا ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ الف لام استغرقی ہرگز نہیں کیونکہ بعض افراد رسول کے اس کے تحت میں نہ آئے کہ وہ محمد صاحب ہیں پس کبریٰ کلیہ نہ رہا بلکہ مہملہ فی قوۃ الجزئیہ ہوا۔ پس استدلال قادیانی وفات مسیح پر باطل ہوا بلکہ ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ تو خود حیات عیسیٰ کو ثابت کرتا ہے ورنہ لفظ ﴿مِنْ قَبْلِهِ﴾ لغو ہو جائے گا۔ پس مفاد دونوں آیتوں کا صرف اسی قدر ہے کہ موت منافی نبوت کے نہیں حضرت ﷺ اور حضرت مسیح ابن مریم پر موت آئے گی اپنے وقت میں۔

سوال: سوائے حضرت عیسیٰ کے اور کوئی شخص بھی بدن خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف

گیا ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں گئے ہیں۔ علامہ سیوطی نے ”شرح الصدور“ میں بروایت امام یافعی کے شیخ عمر بن فارض مکی کا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے جنازہ پر آئے فرماتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ ہو جانے کے اس قدر سبز نور آسمان سے اتر کر آئے کہ ان سے آسمان چھپ گیا پس ان میں سے ایک جانور بڑا نیچے آیا اور اس میت ولی اللہ کو ایسا نگل گیا جیسے جانور دانہ نگل جاتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا جو کہ وہ بھی اوپر سے اترا تھا اور نماز میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر اس سے تعجب نہ کر کیونکہ جن شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کے پوٹوں میں ہو کر جنت میں چگتی چرتی ہیں وہ تلوار کے شہید ہیں لیکن محبت کے شہیدوں کی روح کا حکم رکھتے ہیں۔ ”شرح الصدور“ ص۱۷۳ شیخ سیوطی نے فرمایا کہ اسی کے مشابہ وہ قصہ ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے ”ذکر موتی“ میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد لوگوں سے کنارہ کر کے پہاڑوں میں رہتا تھا بارش کے لئے لوگ اس سے دعا کراتے تھے اور بارش برستی تھی جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کو غسل دینے لگے ناگہاں ایک تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس بزرگ میت کے پاس آ گیا اور ایک شخص نے اس تخت کو کھڑے ہو کر پکڑا اور اس والی میت کو اس پر رکھ دیا پس وہ تخت پھر آسمان کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو گیا۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر جانا: علامہ سیوطی نے لکھا کہ اس کا مؤیدہ واقعہ ہے جس کو امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں بروایت عروہ ذکر کیا ہے کہ حضرت

ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ ''معونہ'' کے دن شہید ہوا اور عمرو بن امیۃ الغمری نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اسوقت آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اس نے عامر بن فہیرہ کا قتل ہو کر آسمان کی طرف اٹھ جانا اپنا چشم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت ﷺ کی طرف کو لکھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عامر بن فہیرہ کے جسم کو ملائکہ نے چھپالیا اور اس کو علیین پر جا رکھا اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم و کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسا ہی روایت کیا اور عامر بن طفیل بھی بیان کرتا ہے کہ عامر بن فہیرہ کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اور حبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابونعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیۃ بن الغمری تخریج کی ہے۔

سوال: کسی صوفی کامل باخدا نے بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کا قول کیا ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی نے نہیں کیا بلکہ جن صوفیوں اور بزرگوں کو خود مرزا مانتا تھا ان سب سے مسیح کا زندہ آسمان پر جانا اور بقرب قیامت آنا زمین پر ثابت ہے شیخ سیوطی و محمد اکبر و شیخ اکبر و شیخ عبدالقادر جیلانی و مجدد الف ثانی وغیرہ سے مرزا جابجا سند لاتا ہے۔ بعض حضرات سے جواب حقانی میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نقل کر دیا اب کچھ قدر میں بھی نقل کر دیتا ہوں۔

مجدد الف ثانی امام ربانی نے دفتر سوم، مکتوب ۲۷ میں فرمایا کہ اور اشراط قیامت سے ہے یہ کہ حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ مرزا نے ''ازالہ'' جلد اول میں اہل لغت خصوصاً شیخ ابن عربی کی نسبت لکھا ہے (ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے) دیکھو شیخ اکبر کے یہ اشعار۔ شعر

الا ہو ختم الاولیا و رسول   ولیس لہ فی العالمین عدیل

خبردار ہو وہ عیسیٰ علیہ السلام حکم الاولیاء ہے اور رسول ہے۔ اور اس کی برابر جہاں میں اس وقت کوئی نہ ہوگا۔ یعنی عیسیٰ کے زمانہ میں اور بعد ان کے ان سے کوئی برابر نہ ہوگا عزت و حرمت میں۔ پس مرزا ہرگز مسیح موعود یا اس کا مثیل نہیں کیونکہ اس کی مثل اس کے زمانے میں بھی صدہا لوگ تھے اور بعد اس کے بھی اور ہوں گے اس سے اچھے تھے اور اب بھی ہیں۔ ھو الروح ابن الروح امہ مریم. وھذا مقام ما علیہ سبیل. وہ عیسیٰ خود روح ہے اور روح کا بیٹا ہے اور اس کی ماں مریم ہے اور ایسا مقام ہے کہ اس پر کسی کو قابو نہیں ہے۔ کیسا صاف بیان کر دیا کہ وہ عیسیٰ جو کہ روح اللہ ہے جو کہ بواسطہ روح القدس یعنی بنفخہ جبرئیل علیہ السلام پیدا ہوا ہے اور بغیر باپ پیدا ہوا ہے، وہی نازل ہوگا اور اس کا کوئی ہم رنگ اور مثیل مرزا ہو یا غیر کوئی ہرگز ظاہر نہ ہوگا اگر کوئی اس کا مدعی ہوا تو وہ کاذب ہوگا: فینزل فینا مقسطا حکما بنا ومن کان حکما قبلہ فیزول. یعنی نازل ہوگا ابن مریم ہم میں عادل اور حاکم ہو کر اور اس سے پہلے جو حاکم ہوگا زائل ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا محکوم تھے، نہ حاکم۔

صحیح حدیث تمام جہاں کی مانی ہوئی میں وارد ہے کہ امام مہدی جب آئے گا:

۱..... حاکم ہوگا

۲..... عادل ہوگا

۳..... خنزیر کو قتل کریگا

۴..... جزیہ لینا موقوف کر دے گا۔ ظاہر ہے جب کہ مرزا خود انگریزوں کا رعیت تھا تو حاکم نہ ہوا یہ صفت بھی گئی۔ عادل بھی نہ تھا، نہ مسائل دین میں، نہ اپنے معاملات میں اور لوگوں پر تو اس کو عدل کی قدرت بھی نہ تھی۔

تیسرا کام حضرت عیسیٰ کا خنزیر کا قتل کرنا تھا اور مرزا کے وقت برابر سوروں اور خنزیروں کے گلے پڑے رہے اور اب بھی بکثرت موجود ہیں۔

چوتھا کام جزیہ کا موقوف کرنا تھا مرزا چونکہ خود رعیت تھا لہٰذا اس سے یہ بھی نہ ہوا۔

پانچواں کام مال کا دینا تھا مرزا خود طرح بطرح کے حیلوں سے لوگوں کے مال جمع کرتا رہا۔ مرزا کے کلام میں ایسے تناقض ہیں کہ کسی مجنون کے کلام میں بھی نہ ہوں گے اس کا دعویٰ تھا کہ میں مہدی آخر زمان اور مسیح موعود ہوں جس کا لوگوں کو انتظار تھا میرے بعد قیامت ہوجائے گی۔ مگر اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھتا ہے، جو کہ اصلی عبارت اس کی ہے۔ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ (ازالہ اوہام، ص ۹۸) دوسری جگہ لکھا ہے ایک کیا بلکہ دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح ہوسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہر جلال واقبال کے ساتھ ہی آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔ (دیکھو ازالہ اوحام، ص ۲۹۴و۲۹۵) پھر دوسری جگہ لکھا اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعوے نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود ہی پر خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے۔ (ازالہ اوحام، ص ۱۵۹)

پس مرزا کو تو خود بھی یقین نہ تھا وہ مسیح ہے اور دوسری صفت حضرت عیسیٰ کی یہ ہے کہ صلیب کو توڑے گا یعنی دین نصاریٰ کو مٹا کر اسلام جاری کرے گا۔ مرزا نے بجائے اشاعت اسلام کے تمام مسلمانوں پر کفر کا حکم دے دیا اور دین نصاریٰ کو اور بھی تائید دے دی خود ابن اللہ بنا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ نے فرمایا کہ انت منی بمنزلة اولادی. (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص ۸۱) یعنی اے مرزا تو ہمارے بیٹے کے جا بجا ہے۔ اس الہام سے ثابت ہوا

کہ خدا کا حقیقی بیٹا عیسیٰ ابن مریم ضرور تھا جس کا مثیل مرزا بن کر اس کے جا بجا ہوگیا۔ اور مرزا نے مسیح کی الوہیت کو بھی ثابت کردیا اس کی ''کتاب البریہ'' میں ہے کہ میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوا اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اور مرزا نے مسئلہ کفارہ کی بھی تائید کردی نصاریٰ کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے گناہوں کے بدلہ اور اس کے کفارہ میں حضرت عیسیٰ مسیح نے سولی کا عذاب جناب الٰہی سے قبول کیا ہے اب ہم کو پروردگار کسی گناہ کے سبب سے نہ پکڑے گا۔ سو مرزا بھی یہی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے صلیب یعنی سولی پر لٹکایا اور عذاب دیا۔

پس جس نے عیسیٰ کو صلیب پر مانا اس نے مسئلہ کفارہ کو مان لیا۔ اور تجسم خدا کا مسئلہ بھی مرزا نے ثابت کردیا جو کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ میں خدا داخل تھا۔ سو مرزا نے بھی ''آئینہ کمالات اسلام'' میں کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا۔ اور مرزا نے مسئلہ تثلیث کو بھی ثابت کردیا جو کہ نصاریٰ کا دین ہے۔ اس نے ''توضیح المرام'' میں لکھا ہے کہ ہم دونوں کے روحانی قوا میں ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے جس کے سلسلے ایک نیچے کو اور ایک اوپر کی طرف کو جاتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق ومخلوق میں پیدا ہوکر نر و مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الٰہی کی چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اسی کا نام پاک تثلیث ہے۔

بقلم فقیر محمد غلام ربانی پنجابی

عقیدۃ
ختم النبوۃ
جلد ہفتم
الناشر

رسالہ

بیانِ مقبول وردِّ قادیانیِ مجہول

تصنیفِ لطیف

عالم جلیل، فاضل نبیل، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت
حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: تفسیر صاوی [1] جو مالکی مذہب کی ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت ہے۔

جواب: بالکل غلط ہے بلکہ متعدد جگہ اس تفسیر میں حیات عیسیٰ علیہ السلام اور جانا ان کا آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ مذکور ہے۔ ''جلد اول، سورہ بقرہ میں زیر آیت ﴿افکلما جاءکم رسول بما لاتھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون﴾ کے لکھتے ہیں قوله كعيسىٰ اى كذبوا ولم يتمكنوا من قتله بل رفعه الله الى السماء۔ دیکھو اس میں مرفوع ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر مذکور ہے۔ اور سورہ مائدہ، ص۲۰۰ زیر آیت کریمہ ﴿واذ قال الله يٰعيسى ابن مريم ء انت قلت للناس اتخذونى وامى الٰهين من دون الله...... الخ﴾ (قوله فى القيامة) وقيل ان السوال وقع فى الدنيا بعد رفعه الى السماء اقول تعلق قيل بالسوال لابما بعد رفعه الى السماء قوله ﴿فلما توفيتنى﴾ يستعمل التوفى فى اخذ الشئ وافيا اى كاملا والموت نوع منه قال تعالىٰ ﴿ الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها﴾ وليس المراد الموت بل المراد الرفع كما قال المفسر (قبضتنى بالرفع الى السماء) حاصل مافى المقام ان هذه العقيدة وقعت منهم بعد رفعه الى السماء وتستمر الى نزوله ولم تقع منهم قبل رفعه وامابعد نزوله فلم يبق نصرانى ابدا بل اما الاسلام اوالسيف فتعين ان يكون معنى توفيتنى رفعتنى الى السماء.

---

[1] یہ تفسیر جلالین کے اوپر حاشیہ ہے۔ ۱۲ منہ

سوال: تفسیر روح البیان میں جو کہ بڑی معتبر کتاب ہے۔ موت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکور ہے۔

جواب: محض غلط ہے۔ اس سے سابق روح البیان سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بعینہٖ بجسم خاکی آسمان پر زندہ گئے ہیں۔ اور قرب قیامت تک وہیں رہیں گے بعدہٗ اتر کر دجال کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور اب بھی روح البیان سے حیات عیسوی نقل کر دیتا ہوں۔ سورہ اسراء ص ۳۹۵ میں ہے۔ کہ شب معراج میں سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی ملاقات اس طور پر ہوئی۔ کہ ان حضرات کی صورتیں مثالیہ تھیں۔ مثل صورت جسم کے مگر حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس اور حضرت الیاس علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان کے جسم دنیوی کے ساتھ کیونکہ یہ حضرات زندہ ہیں۔ ونصه فراهم فی صورة مثالية كهيئتهم الجسدانية الاعيسىٰ وادريس والخضر والياس فانه راهم باجسادهم الدنيوية لكونهم من زمرة الاحياء...... الخ.

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اوصاف میں سے جو کہ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا ہے۔ تكون الملل كلهاملة واحدة. یعنی سب دین کا ایک دین ہو جائے گا۔ درست نہیں کیونکہ یہ مخالف ہے اس آیت کریمہ کے وجاعل الذين اتبعوک فوق الذين كفروا الى يوم القيامة کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ محمد ﷺ کی متابعت کریں گے۔ وہ لوگ کافروں پر فوق اور اچھے رہیں گے۔ روز قیامت تک اس سے معلوم ہوا کہ کافر مثل فرقہ ایمان داروں کے قیامت تک دنیا میں ہوں گے پس سب دینوں کا ایک دین ہونا درست نہ ہوگا۔

جواب: سب ملتوں کا ایک ملت ہونا بروقت نزول عیسیٰ علیہ السلام یہ مراد نہیں کہ فوراً عیسیٰ بن مریم کے اترتے ہی سب اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علم خداوندی

میں کفر پر معین ہے ان کو کفر کی حالت میں بذریعہ جہاد قتل کر دیا جائے گا اور باقی موجودہ کافر کل سب ایمان قبول کر لیں گے۔ جیسا کہ ملک عرب کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے کہ عرب میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں ''اسلام'' داخل نہ ہوا ہو یعنی ہر ایک عربی مسلمان ہوگا۔ اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت حالت کفر میں مقدر تھی وہ ہلاک کیے گئے اور باقی کے مسلمان ہو گئے۔ پس حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

سوال: حدیث وتكون الملل كلها ملة واحدة یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب مختلف دین کا ایک دین مسلمانی ہو جائے گا۔ مخالف ان دو آیتوں کے ہے کیونکہ یہ حدیث مشیت خداوندی کے خلاف ہے۔ اول آیت ولو شئنا لاتينا كل نفس هدها ولكن حق القول منى لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعين اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اگر ہم چاہیں تو البتہ دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت، لیکن ثابت ہو چکا ہے مجھے یہ قول کہ البتہ پر کروں گا جہنم کو جنات اور بنی آدم کل سے دوسری آیت یہ ہے ولوشاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا يزالون مختلفين الامن رحم ربک ط ولذلک خلقهم وتمت كلمة ربک لاملئنّ جهنم من الجنة والناس اجمعين ط اور اگر چاہتا رب تیرا اے محمد ﷺ تو البتہ کر دیتا کل لوگوں کو ایک گروہ اور یہ لوگ ہمیشہ مختلف ہوں گے، مگر جس پر کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اسی لیے ان کو پیدا کیا ہے اور پوری ہو چکی ہے۔ بات رب تیرے کی البتہ بھروں گا دوزخ کو جنات اور بنی آدم سے۔

جواب: کوئی مخالفت اور تعارض نہیں کیونکہ آیت اولیٰ کا مفاد یہ ہے کہ ہم نے چوں کہ انسانات اور جنات سے دوزخ کا بھرنا منظور کر لیا ہے۔ لہٰذا ہر ایک جن اور ہر ایک آدمی کو ہم نے ہدایت نہیں دی۔ ورنہ اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیدیتے اور یہ ہو سکتا ہے کہ سب کو

ہدایت بھی نہ ہو اور جہنم کو بھی پر کر دیا جائے۔ باوجود اس کے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ سب ایک ملت ہو جائیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ماقبل کے لوگ مختلف رہیں اور عین عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کے لوگ جو حالت کفر کی موت سے بچ جائیں وہ سب کے سب ایک ملت پر ہو جائیں اور پھر بعد زمان عیسیٰ علیہ السلام کے لوگ بوجہ فسق وفجور کے بیدین ہوں گے۔ قیامت تو شریروں ہی پر قائم ہوگی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے اول اور آخر کے لوگوں سے مع جنات کے جہنم پر کر دی جائے گی اور ان کے وقت کے مسلمان لوگ بوجہ ہدایت کے جہنم سے بچائے جائیں گے اور دوسری آیت بحسب استثناء من رحم ربک مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہوسکتا ہے۔ رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود رہیں گے مختلف بھی رہیں گے اور لایزالون کا یہ مقتضی نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے یعنی کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں دیکھو قول باری تعالیٰ کا ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ﴾ جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفکاک بنیانهم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے نہ ہوگا ہاں اگر مرگئے۔ تو چوں کہ خود ہی نہ ہوں گے ان کا شک بھی نہ ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ الا ان تقطع قلوبھم مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کٹ جائیں دل ان کے یعنی مرجائیں۔ پس زمان مسیح بن مریم میں چوں کہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیسے ہوگا؟ پس ان آیات اور حدیث میں بھی کوئی تعارض نہیں لیکن بے علمی بری مرض ہے۔

سوال: مرزا کہتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو واقع ہے۔ لیدعون الی المال فلایقبله احد. وہ میرے حق میں ہے کیونکہ میں نے بذریعہ

اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور مخالفین اسلام کو بلایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

جواب: حدیث شریف میں تو ''فلایقبله احد'' مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں چوں کہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت عبادات کی بغایت درجہ ہوگی۔ اور سب تارک اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقرہ حتی تکون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها. شاہد ہے۔ اس لیئے وہ مسلمان عابد، زاہد دنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہار حقیت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔ فان قلت السجدة الواحدة دائماخير من الدنيا وما فيهالان الاخرةخير وابقى- قلت الغرض انها خير من كل مال الدنيا اذ حينئذ لايمكن التقرب الى الله تعالىٰ بالمال. وقال التور بشتي يعنى ان الناس يرغبون عن الدنياحتى تكون السجدة الواحدة احب اليهم من الدنيا وما فيها...... الخ (منہ عینی بخاری ج۷ص۴۰۲)

سوال: فرشتے زمین پر نہیں اترے اور جب اتریں گے تو اتمام حجت ہو جائے گا پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔ اور حدیث دمشقی جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مذکور ہے وہ موضوع اور جھوٹی ہے۔ اس کو یہ آیت جھوٹا کر رہی ہے۔ ﴿هل ينظرون الا ان تاتيهم الملئكة اوياتى ربك اوياتى بعض ايات ربكط يوم ياتى بعض ايات ربك لاينفع نفسا ايمانها لم تكن امنت من قبل او كسبت فى ايمانها خيرا﴾ نہیں نظر کرتے یہ کفار مگر اس بات کی، کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے رب تیرا یا آئے بعض نشانی پروردگار کی، یعنی غضب وعذاب، اور

جس دن آجائے گی بعض نشانی تیری رب کی نہ نفع دے گا کسی شخص کو اس کا ایمان، جو اس نشانی کے قبل ایمان نہ لایا ہوگا اور جس نے اپنے ایمان میں پہلے اس سے کوئی بھلائی حاصل نہ کی ہوگی، آہ مرزا انہیں آیات اور ان کی مثل سے سند پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے۔

جواب: ورودِ ملائکہ زمین پر کئی بار ہو چکا ہے اور ہوتا رہتا ہے اور ہوگا قیامت تک۔ اس کا انکار کرنا بالکل حماقت ہے قرآن شریف میں ہے ﴿فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ دوسری جگہ میں وارد ہے ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ تیسری جگہ میں وارد ہے ﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ۝ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ﴾ چوتھی جگہ میں وارد ہے ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ...... الخ﴾ ان سب آیات قرآنی میں مرزا اور مرزائی کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں، اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں۔ یہی ''ارواح کواکب'' بزعم مرزا زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوئیں جسم بلا روح کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور

یہ مہمان ابرہیم اور لوط علیہما السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم ہوتا تھا۔ اور سب حاضرین مجلس نبوی ﷺ اس سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ کہ اس کے بارے میں حضرت ﷺ نے فرمایا۔ فانه جبرئیل علیہ السلام اتاکم یعلمکم دینکم پس یہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ آئے ہیں تمہارے پاس۔ سکھاتے ہیں تم کو دین تمہارا۔ اور بخاری میں ابن عباس سے ہے۔ قال قال رسول الله ﷺ یوم بدر هذا جبرائیل اخذ برأس فرسه علیه اداة الحرب یعنی حضرت ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا۔ کہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔ اور وہ معلم جس نے آنحضرت کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی۔ اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا۔ اور سامری نے خاک اس گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی اور وہ شخص جو صورت دحیة کلبی صحابی میں آیا تھا۔ اور ایک دفعہ حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔ اور تم کو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کو ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد ﷺ تیرا خدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا آیا یہ سب ارواح کواکب ہی تھے؟ خدا را ترے و مصطفی را جبائے۔ قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہئے تا کہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کسی معنی مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تحریف پیدا نہ کریں مرزا کی طرف سے۔

سوال: فرشتوں کا زمین پر آنا جرائیل علیہ السلام کا متمثل ہونا بصورت بشری اور اپنی اصلی صورت کو چھوڑنا کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب: ہوسکتا ہے کہ اس کی زائد خلقت اور صورت بعد بالکلیہ فنا ہوجانے اور زائل ہوجانے کے پھر اس کو ملتی ہو جب کہ تبلیغ کرچکتا ہوگا۔ بوجہ اس کے کہ تداخل دوصورتوں کا باہم نزدیک اہل حق کے درست نہیں ہے۔ علم منطق میں ہے الملک جسم نوری یتشکل باشکال مختلفة لایذکر ولایؤنث عینی بخاری ''جلد اول'' میں عبداللہ بن یوسف کی حدیث جس میں یہ جملہ ہے واحیانا یتمثل لی الملک رجلا پوری کاشف اس وہم کی ہے۔ امام مقدام عینی اس کے تحت میں فرماتے ہیں۔ قول یتمثل ای یتصور مشتق من المثال وهو ان یتكلف ان یکون مثالا لشئ اخر وشبیها له قوله الملک جسم علوی لطیف یتشکل بای شکل شاء وهو قول اکثر المسلمین وقالت الفلاسفة الملئكة جواهر قائمة بانفسها لیست بمتحیزة البتة ثم قال الامام الموصوف فی بیان الاجوبة والا سئلة فی هذا الحدیث

العاشر ماقیل ما حقیقة تمثل جبرئیل علیہ السلام له رجلا اجیب بانه یحتمل ان الله تعالیٰ افنی الزائد من خلقه ثم اعاده علیه و یحتمل ان یزیله عنه ثم یعیده الیه بعد التبلیغ نبه علیٰ ذلک امام الحرمین واما التداخل فلا یصح علی مذهب اهل الحق. اور اس جواب کے متصل دوسرا

سوال اور جواب بھی فرماتے ہیں۔ **سوال**: جبرئیل علیہ السلام کے 600 پر ہیں جب کہ وقت ملاقات رسول اللہ ﷺ کے دحیۃ کلبی صحابی کی صورت پر بن کر آتے تھے۔ تو ان کی وہ روح کہاں جاتی تھی۔ پس اگر اس چھوٹی صورت میں وہ روح آتی تھی تو کیا بڑا جسم اصلی اس کا فنا ہوتا تھا یا باقی رہتا تھا۔ سوائے روح کے اور اگر وہ روح اسی اپنے بڑے جسم میں رہتی تھی تو وہ جسم کلاں دحیة کلبی کی صورت پر نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ یہ روح اور نہ یہ جسد جبرئیل

علیہ السلام کا تھا۔

جواب: جبرائیل علیہ السلام کی روح ان کے جسم کلاں سے منتقل ہوکر جسم صغیر میں آجاتی تھی جو کہ بصورت دحیۃ کلبی صحابی کے تھا۔ اور جسم کلاں باقی زندہ رہتا تھا۔ سوائے روح کے جیسے شہیدوں کی روحیں منتقل ہوکر سبز جانوروں کے جواصل پوٹوں میں رہتی ہیں اور جسم کی موت بوجہ جدا ہوجانے روح کے عقلاً واجب نہیں ہے۔ بلکہ پروردگار نے موت جسدی کو عادت کریمہ کے ساتھ بوجہ مفارقت روح کے بنی آدم وغیرہ حیوانات میں جاری کیا ہے۔ بس اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ملائکہ میں بھی بوجہ مفارقت روح کے موت جسم کی ہوجائے۔ قال الامام الهمام بدرالدین العینی الحنفی فی شرح البخاری تحت الحدیث المذکور الحادی عشر ماقیل اذا لقی جبریل النبی ﷺ فی صورة دحیة. فاین تکون روحه؟ فان کان فی الجسد الذی له ستمائة جناح فالذی اتی لاروح جبریل ولا جسده. وان کان فی هذا الذی هو صورة دحیة. فهل یموت الجسد العظیم ام یبقی خالیا من الروح المنقلة عنه الی الجسد المشبه بجسد دحیة. اجیب بانه لایبعد ان لایکون انتقالها موجب موته فیبقی الجسد حیالاینقص من مفارقته شیء ویکون انتقال روحه الی الجسد الثانی کا نتقال ارواح الشهداء الی اجواف طیرخضر وموت الاجساد بمفارقة الارواح لیس بواجب عقلا بل بعادة اجراها الله تعالی فی بنی آدم فلایلزم فی غیرهم.

سوال: آیت ومن نعمره ننکسه فی الخلق دال ہے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژگونی بہ

نسبت پہلی حیات کے پیدا ہوتی ہے۔تو کیا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔(ایام الصلح)

جواب: اس شخص سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ''ایام الصلح'' مرزا کی کتاب کا نام ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اسی یا نوے سال کی قید جو مرزا نے لگائی ہے۔کون سے کلمہ قرآنی کا معنی ہے؟ یہ کلام الٰہی میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔قرآن شریف میں کیا تم نے آیت اصحاب کہف کے بارے میں نہیں دیکھی۔جو پروردگار فرماتا ہے۔﴿وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا﴾ اور ٹھہرے وہ لوگ غار میں تین سو برس اور زیادہ کئے انہوں نے نو برس۔یعنی ۳۰۹ اگر اس آیت ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَکِّسْهُ﴾ کا مطلب اسی یا نوے برس ہے۔تو اصحاب کہف کو ۳۰۹ تین سو نو برس تک کس طرح ٹھہرایا؟ بلکہ یہ تین سو نو برس تو وقت نزول اس آیت کے۔اور اب ۱۳۳۲۔اور جو گزر گئے۔پس مجموعہ عمر میں ۱۶۴۱ ہوئی۔مجموعہ فتاوی مولوی عبدالحی ص۱۲، جلد۳ میں ہے کہ اصحاب کہف امام مہدی کے ہمراہ ہو کر دجال سے لڑائی کریں گے اور حضرت الیاس علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔جیسا کہ'' تفسیر روح البیان، جلد رابع، ۱۰۳ میں ہے۔ہزاروں برس کی عمر ہوگی اور باتفاق جمہور اہل تصوف ومحدثین وبزرگان دین خواجہ خضر علیہ السلام جواب تک زندہ ہیں۔جیسا کہ حضرت شیخ غوث پاک عبدالقادر جیلانی شیخ المشائخ بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ملاقات بھی کی ہے۔جیسا کہ ''فواتح الرحموت'' شرح مسلم الثبوت ص۴۱۲ میں ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) برس اور حضرت آدم کی عمر (۹۳۰) سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر تین سو چھپن سال ۳۵۶ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سے بیس سال (۱۲۰) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی دو سو تیئس برس (۲۲۳)، کیسے خلاف مدلول آیت قرآنی کے ہوئی؟ مرزا نے افسوس کہ کوئی سیر اور تاریخ کی کتاب بھی نہ دیکھی۔جہالت بھی بری بلا ہے۔

سوال: آیت ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر دلالت کرتی ہے وفات عیسیٰ پر، معنی اس کا یہ اور بعض تم لوگوں سے فوت ہوتا ہے اور مرجاتا ہے اور بعض تم لوگوں سے لوٹایا جاتا ہے بطرف ارذل اور خراب عمر کے، قرآن شریف میں کسی جا یہ وارد نہیں ہے کہ بعض تم لوگوں سے اس جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور پھر لوٹے گا آخر زمان میں۔یعنی اس قسم کی عبارت ومنکم من صعد الی السماء بجسده العنصری ثم یرجع فی اخر زمان۔ قرآن شریف میں کسی جگہ میں وارد نہیں ہے۔فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔اب اگر بعض لوگوں کا چڑھنا بطرف آسمان کے بھی مانا جائے تو تیسرا امر بھی نکل آیا اور آیت مذکورہ کا حصر باطل ہوگیا۔

جواب: مسیح بن مریم علیہما السلام اس آیت کے دوشق میں سے ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ داخل ہے اور ارذل العمر، کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے نہ منصوص کہ کسی آیت میں تصریح ہو اور نہ عقلی۔تا کہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔اور علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کشفی طور سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ ''اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے پر مکشوف ہوا ہے۔علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بحد معین نہ کہتے۔امید ہے کہ مرزائی کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے کیونکہ مرزا خود کشفی دلیلوں پر جابجا سند لایا۔اور شیخ اکبر کو اپنا پیشوا جانتا تھا۔باقی رہا حضرت مسیح کا آسمان پر تشریف لے جانا سو یہ ان حالات میں سے ہے جو متوسط ہیں الولادۃ والموت میں۔حالات متوسطہ کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہئے

کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی۔ جیسا کہ مرزا کا اور سارے مرزائیوں کا مزعوم ہے۔ یعنی مسیح علیہ السلام کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں۔ موجب بطلان حصر آیت کا ہو۔ اور اگر یہی عدم ذکر موجب بطلان حصر آیت نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء جو حالات متوسطہ میں سے ہے۔ یہی مخل حصر آیت نہیں ہوسکتا ہے۔

سوال: از طرف مرزا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرمایا وماجعلنا هم جسدالا یاکلون الطعام ''ہم نے نہیں بنایا ان لوگوں کو ایسے جسم پر کہ نہ کھائیں طعام''۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ کانا یاکلان الطعام ''وہ دونوں طعام کھایا کرتے تھے''۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر، کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے۔ تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر کھانے پینے کے کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: آیت مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور طعام کے معنی ''مایطعم'' کے ہیں۔ یعنی جو ''چیز طعم'' اور غذا ہو کر ''مایۂ حیات'' بنے ''طعام'' کا معنی فقط گیہوں، جو، برنج وغیرہ حبوب ہی نہیں، بلکہ عام ہے اور یہ چند چیزیں بھی منجملہ ''افراد طعام'' عام میں سے ہے۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی۔ بخاری اور مسلم دونوں اس حدیث کو لائے ہیں۔ معنی یہ ہوا ''اور کون ہے؟ تم سے مثل میرے کہ رات گزارتا ہوں میں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے''۔ یعنی میں تمہاری طرح آب و دانہ ظاہری ہی فقط کھا کر گزارہ نہیں کرتا ہوں کہ فقط معتادہ ماکولات ہی میرا گزارہ ہو' بلکہ میری خوراک اور غذا عنایت ایزدی ہے یعنی پروردگار کا ذکر اور تسبیح وتہلیل۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے جس کو 'ابوداؤد، امام احمد حنبل

اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یجزیهم مایجزی اهل السماء من التسبیح والتقدیس۔ حدیث کا راوی آنحضرت ﷺ سے پوچھتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ کیسا حال ہوگا؟ جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا طعام اور مایہ حیات ذکر الٰہی اور تسبیح وتقدیس ہے۔ اسی طرح مومنین بھی ''سبحان الملک القدوس'' کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر انکا طعام اور سبب حیات ہوگا اور یہ مسئلہ ''انجیل متی'' اور لوقا باب۴ درس۴'' میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ ''صحف انبیاء علیہم السلام'' میں اسی طرح مرقوم ہے کہ'' خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر کرتی ہے جو عوام لوگوں کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ یاد کرو ان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر ''طعام اور شراب مالوف ومعمول'' اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے، اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ افسوس کہ مرزا اور مرزائے، انبیاء اور اولیاء کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ بیت

کار پاکان را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اس امت مرحومہ محمدیہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے آدمی موجود ہیں۔ اور ہوں گے جن کی زندگی کا ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اور ہوگا۔

سوال: مرزا کی طرف سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واوصانی بالصلوة والزكوة مادمت حيا ''اور وصیت کی ہے مجھ کو یعنی حکم کیا ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتھ پڑھنے نماز اور زکوۃ کے جب تک کہ میں زندہ ہوں'' پس چاہئے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر صلوۃ اور زکوۃ ادا کرتے ہوں۔ حالانکہ آسمان پر جیسا کہ خورد ونوش سے فارغ

ہیں ایسا ہی لوازم جسمیت سے بھی، علاوہ اس کے ادائے زکوۃ مال کو چاہتا ہے اور آسمان پر مال کہاں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا میں بھی بباعث زہد اور فقیر کے مالک نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوۃ کو تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ مرزا اور مرزائی اگر زمین پر عیسیٰ کا زکوۃ دینا ثابت کردیں تو بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کردیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح ابن مریم علیہما السلام کے اور زکوۃ کا معنی مفسرین نے ''تصفیہ نفس طب'' بھی لکھا ہے۔

سوال: انک میت و انھم میتون۔ صریح وفات عیسیٰ علیہ السلام پر شاہد ہے۔

جواب: یہ دونوں یعنی ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ﴾ اور ﴿وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ﴾ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں، نہ دائمہ مطلقہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقت میں اور وہ انبیاء سابقین بھی اپنے اپنے اوقات میں مرنے والے ہیں۔

اب دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نازل ہونے کے آسمانوں سے سب اہل اسلام ''انھم میتون'' میں داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور نزول آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہو تو چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ بھی وقت نزول آیت کے داخل اموات ہوگئے ہوں۔

سوال: ''میت'' مشتق ہی موت سے ہے اور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنابراں چاہئے کہ وہ سب مرچکے ہوں، حتیٰ کہ مسیح بھی۔

جواب: ''قیام مبداء'' کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ کے۔ یہاں پر منطق کا پردہ بھی کھل گیا کہ مرزا کہاں تک منطق جانتا تھا قضیہ کے تحقق اور صدق میں امتیاز نہیں رکھتا تھا۔

سوال: قرآن شریف میں وارد ہے والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا

بیانِ مقبول

وھم یخلقون اموات غیر احیاء ومایشعرون ایان یبعثون یہ آیت دلیل ہے وفات مسیح پر۔

جواب: یہ آیت ''سورۂ نحل'' کی ہے جس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے بناء علیہ مراد من دون اللہ سے ''معبودات'' مکہ معظمہ کے مشرکین کے ہیں۔ یعنی اصنام اور بت نہ مسیح ابن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔ ''ابن عباس اموات'' کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں۔

سوال: عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کا بنابراں مراد من دون اللہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں گے بغیر تخصیص بتوں کے، تو مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

جواب: ''معبودات باطلہ'' میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا، بلکہ ملائکہ جو منجملہ معبودات باطلہ ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے، تو بحکم آیات مذکورہ روح القدس بھی مرگیا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی مرزا پر؟ کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کے رنگ میں سمجھے جائیں۔ یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ ''بیضاوی'' اور ''ابن کثیر'' اور ''تفسیر کبیر'' اور ''کشاف او بواقی تفاسیر'' میں ہے۔ تو مسیح ابن مریم قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

مرزا کا سوال: ''خاتم النبیین'' ہونا حضرت ﷺ کی دلیل ہے وفات مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہو اور آخر زمان میں نزول فرمائے، تو آپ کے بعد بھی اور نبی آگیا۔ پس حضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب: بعدنزول دررنگ احادامت ہی اتریں گے۔ علم ازلی کا مسئلہ سنو علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے۔ من حيث المطابقة یعنی جس طرح معلومات۔ یعنی اشیاء موجودہ فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ ازل میں قبل از وجودان کے ان کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کے ساتھ علیٰ سبیل الاستمرار ہو تو اسی طرح اور اگر علیٰ سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے۔ مسیح ابن مریم کی بلکہ دیگر انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور میں پچھلے کے ہوتی ہے۔ لہٰذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا۔ ورنہ جہل لازم آئے گا۔ تحقیق اس آیت کی کہ جس پر مرزا نے بہت زور لگایا ہے۔ اور اس کی غلطی ہے اور بے علمی کا بیان۔ تا کہ مسلمان واقف ہوں۔

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اولاً معنی اس کا یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب جو موجود ہوگا وقت اترنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضرور ایمان لائے گا۔ ساتھ واقفیت مضمون بالا کے قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور مضمون یہ ہے کہ اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اور یہ کہ وہ نبی برحق اور پیغمبر صادق گزرے ہیں اپنے وقت میں۔ بخاری کی حدیث ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ یا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اتریں گے تم میں ابن مریم شریعت کے حاکم بن کر اور منصف ہو کر۔ اور خنزیر کو حلال جاننا اور پرستش صلیب کی، جو کہ یہ امور ان کے بعد شرع میں نصاریٰ نے داخل سمجھے تھے۔ ان کو یک لخت موقوف کر دیں گے“......الخ

پس اس عیسیٰ سے مراد وہی ابن مریم ہیں۔ جو صاحب انجیل ہوئے ہیں۔ کیونکہ استشہاد کے وقت حضرت ﷺ یا ابو ہریرہ اس حدیث کے بیان کے وقت ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اگر وہی عیسیٰ مراد نہ ہوں بلکہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا جیسا باطل گمان مرزا کا تھا تو آیت سے استشہاد کا کیا معنی ہے۔ افسوس! کہ مرزا بتائیں مثیل عیسیٰ علیہ السلام اپنے گمان میں بن تو گیا مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور حلت خنزیر خوری اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام کرنا اور مال کی کثرت یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرتا اور ایک سجدہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے ایک نے بھی نہ کیا۔ یہ نشانیاں ہیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور ان کے مثیل نے ایک نشانی بھی موجود نہ کی۔ اور ثانیاً عرض ہے کہ اگر مراد اس حدیث سے مرزا ہی ہوتا مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا تو مجلس کے لوگوں، صحابہ وغیرہ کو مرزا کے ہونے نہ ہونے میں تعجب ہی کیا تھا۔ جو حضرت محمد ﷺ قسم کھاتے اور لام تاکید اور نون ثقیلہ سے موکد فرما کر لیو شکن فرما کر لوگوں کا تردد رفع فرماتے۔ واضح ہو کہ معنی آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو نقل کیا گیا، ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ایک روایت میں فرمایا ہے اور اسی معنی کو ”علامہ ابن کثیر“ نے اپنی تفسیر میں بشہادت سوق کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنی کے اپنے ماقبل سے ترجیح دی ہے اور دوسرا معنی جو کہ ایک روایت میں اس طور پر آچکا ہے کہ ہر ایک اہل کتاب قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اوپر ایمان لائے گا۔ سو یہ فقط وجوہ آیت میں سے ایک وجہ ہے۔ وكون المعنى واقعيا على وجهه من وجوه الكلام لايستلزم ان يقوم هوالمراد من الكلام لان واقعية المضمون شيء آخر. وكونه مرادا شيء آخر فتامل لدقته۔

پہلی دلیل: رفع جسمی کی ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ بمنطوقہ دال ہے۔ نزول مسیح ابن مریم پر اور وہ مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

دوسری دلیل: رفع جسمی کی جب کہ پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میں یہود کے ہاتھ سے تم کو بچاؤں گا اور اس قول سے تسکین فرمائی۔ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾

پس بڑے تعجب کی بات ہے بچانے کا وعدہ فرما کر یہود کے ہاتھ میں گرفتار کر کے اور ان کے ہاتھ دے کر سولی پر چڑھا دینا۔ بعد اس کے زندہ اتارنا اور پھر اپنی موت سے اس کو مارنا۔ کیا یہی وعدہ الٰہیہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے؟ اور عیسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا کیا یہی مآل ہے جو کہ رات بھر رو رو کر کی تھیں۔

تیسری دلیل: رفع جسمی کی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اخراج کیا فریابی اور سعید بن منصور ومسدد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول مبارک میں ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ فرمایا خروج عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامة. واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاهد رحمہ اللہ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال آية ﴿لِلسَّاعَةِ﴾ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامة. تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس سے چند طریق کے ساتھ اس مدعا کو روایت کر کے آخر کو کہا۔ عن ابی هريرة وابن عباس وابی العالية وابی مالک وعکرمة والحسن وقتادة والضحاک وغیرهم وقد تواترت الاحادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامة اما ما عادلا......الخ

پس ﴿اِنَّهٗ﴾ کی ضمیر بمناسبت سیاق اور اقوال صحابہ وتابعین قرآن شریف کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے۔ اور ایسا ہی غیر صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مرجع کرنا ضمیر کا۔ اس اعتبار سے کہ وہ زندہ کرنے والے مردوں کے ہیں۔ یا اور کسی حیثیت کی رو سے بلکہ ﴿اِنَّهٗ﴾

کی ضمیر کا مرجع نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جو کہ سیاقاً التزاماً مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ......الخ﴾ اس آیت میں ﴿مِنْهُ﴾ کی ضمیر اور ایسا ہی ام هو اور ان هو اور انعمنا علیه اور وجعلناه. یہ سب ضمائر راجع ہیں بطرف ابن مریم کے۔

دلیل ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ علامات قیامت کے یہ خبر بھی دی ہے کہ خارج ہوگا دجال ایک شخص معین یہود میں سے اور مسیح ابن مریم اس کو قتل کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ پس ہم مسلمانوں کو بموجب اس آیت مبارکہ کے رسول اللہ کے فرمان پر ایمان رکھنا چاہئے بے چون وچرا کے۔ اور جب کہ رفع جسمی اور نزول مسیح علیہ السلام کا قرآن کریم اور احادیث متواترہ صحیحہ سے نہایت واضح طور پر ہو چکا۔ تو اب ہرگز اناجیل کی طرف متوجہ ہونا باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القائے شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تو اتر ان کا قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ میں بھی قابل اعتبار کے نہ رہا۔ کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ ''اناجیل'' میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود۔ بایں قول کہ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ......الخ﴾ کہتے تھے۔ ان سب کی تکذیب باری تعالیٰ کے قول ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ اور ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے ہو چکی۔ جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرما دیا تھا کہ ''اے برنبا چونکہ میرے حواری یعنی مددگار لوگ وغیرہ بوجہ محبت دنیاوی کے مجھے اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور یہ کسی کے لائق نہیں ہے''۔ پس پروردگار نے چاہا کہ بروز قیامت مجھ پر لوگوں کی ہنسی نہ ہو تو دنیا میں اللہ نے یہود کی تکلیف دہی اور ان کی بے عزتی کی موت سے مجھ کو بدنام کرنا

چاہا۔ لیکن غلطی تا بوقت تشریف لائے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہوگی۔ جب حضرت تشریف فرمائیں گے تو اس غلطی قتل اور صلب کو رفع فرمائیں گے۔ استدل الکادیانی علی موت عیسیٰ علیہ السلام بقوله تعالیٰ ﴿وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم﴾ بان خلت بمعنی ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق. فلذا فرع علیه افائن مات ...... الخ اذ لولم یکن الخلو بمعنی الموت اولم تکن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفریع اذ صحته موقوفة علی اندراج نبینا ﷺ فی لفظ الرسل المذکور قطعا. وذالک بالاستغراق. وکذا صحة موقوفة علی کون الخلو بمعنی الموت اذ علی تقدیر التغائر وعموم الخلو من الموت یلزم تفریع الاخص علی الاعم مع ان التفریع یتعقب استلزام مایتفرع علیه المتفرع. ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص. فالتفریع الواقع فی قوله تعالی یستدعی تحقیق کلا الامرین من کون الخلو بمعنی الموت. ومن کون الجمع مستغرقا وبعد کلتا المقدمتین یقال ان المسیح رسول وکل رسول مات وینتج هذا القیاس المؤلف من المقدمتین القطعیتین ان المسیح مات. وهو المطلوب والدلیل علی الصغریٰ قوله تعالیٰ ورسولا الی بنی اسرائیل. وقوله ماالمسیح ابن مریم الارسول. وامثاهما من الایات وتسلیم جمیع الفرق الاسلامیة برسالته علیه السلام. والدلیل علی الکبری المقدمتان الممهد تان المذکورتان لانه متی کان الخلو بمعنی الموت. وقد اشد الی الرسل وثبت کونه جمعا. فیندرج فیه المسیح علیه السلام قطعا. فیلزم ثبوت الموت له فی ضمن الکبریٰ

فثبت مانحن بصدده۔

فارسی ترجمہ: ونیست حضرت محمد ﷺ مگر فرستاده پروردگار به تحقیق گذشته انداز قبل آنحضرت ﷺ انبیاء علیهم السلام پیشینیا ن آیا. پس اگر آنحضرت بمیرند یا قتل کرده شوند شما بازروید. بر پائے خود از دین مسلمانی وما از جانب مرزا تقریر واصلاح تقریر بایں طور میکنیم که قوله خلت بمعنی ماتت ولفظ الرسل جمع ست بالام استغراقی معرفه است. بنابرین "افان مات" برو متفرع گشت زیرا که اگر نباشد خلو بمعنی موت یا الرسل جمع مستغرق نباشد متفرع بودن "افان مات" درست نگردد. زیرا که صحت این تفریع موقوف است برداخل بودن نبی ﷺ در لفظ الرسل. وایں ادخال وقتے باشد که ال استغراقی باشد ونیز صحت این تفریع موقوف ست بر بودن خلو بمعنی موت زیرا که اگر درمیان موت وخلو تغائر باشد وخلورا از موت عام گیریم لازم آید. تفریع اخص براعم. حالانکه تفریع وقتے درست باشد که متفرع علیه را متفرع لازم باشد وظاهر ست عدم استلزام اعم للاخص. پس وجود تفریع در آیت کریمه مقتضی تحقیق دو امرست یك خلو بمعنی موت دوم بودن الرسل. جمع مستغرق ازیں هر دو مقدمتین یك را صغری برائے شکل اول. دوم را کبری برائے آن بکنیم وشکل اینست عیسیٰ علیه السلام بے شك رسول ست. وهر رسول مرده است وازیں قیاس مرکب از دو مقدمه قطعیه

این نتیجه بر آمد که تحقیق عیسیٰ علیہ السلام مرده است. وهمیں مطلوب
بود. ودلیل بر اثبات صغری این که فرموده باری تعالی در حق
عیسیٰ علیہ السلام در قرآن ورسولا الا بنی اسرائیل وقوله تعالیٰ ﴿ما المسیح
ابن مریم الارسول﴾ والمثال این دو آیت دیگر آیت نیز هستند و
رسول بودن حضرت عیسیٰ علیہ السلام از اجماع امت ثابت ست. ودلیل بر
اثبات کبریٰ آں دو مقدمه اند که اصلاح وتمهید ایشان اولا کرده شده
زیرا که چوں خلو بمعنی موت شد و نسبت اوبطرف الرسل کرده
شدو آں جمع است. پس مندرج میشود. در لفظ الرسل مسیح علیہ السلام
قطعا. پس لازم شد ثبوت موت برائے عیسیٰ علیہ السلام در ضمن کبریٰ
پس مطلب قادیانیان ثابت شد و اگر چه ایشان را طریقۂ استدلال
معلوم نبود اماما استحسانا وتبرعا حتی الوسع از طرف ایشان
تقریر علمی مهذب بیان نمودیم واکنوں. جواب اوبریں طور مید هیم.

فاقول فی الجواب المختصر بعون الله تعالیٰ وتوفیقه ان الخلو
فی قوله تعالیٰ قدخلت عام لکل مضیٰ من الدنیا. اما بالموت اوبغیر
الموت فصح التفریع وان لم یمت عیسیٰ علیہ السلام وهذا ظاهر جدا وهذا
الجواب وان کان مختصرا ولکنه فیه کفایة لذوی الدرایة.

ثم اقول مفصلا ومطولا ومذیلا این هر دو مقدمه که برائے کبریٰ دلیل
آورده شدند مسلم نیستند— استحاله عدم صحت تفریع دریں
صورت که هر دو مقدمه مذکوره یا فقط یك مقدمه مفقود باشد نیز

مسلم نے ونیز ما این استدلال را بایں طور مخدوش میکنیم که این
استحاله مطلقا لازم آید سلمت المقدمتان کلتاهما اومنعتا وسند المنع
الاول ان لفظ الخلو الماخوذ من قوله تعالیٰ ﴿قَدْ خَلَتْ ......الخ﴾ لیس
بمعنی الموت لیفرح المستدل والا لیقع التعارض الحقیقی فی کلام الله
تعالیٰ وهو یدل علی عجز الشارع وانه محال فی جنابه تعالیٰ فمستلزم
المحال محال وصورته ان الایة الکریمة ﴿سُنَّةَ اللهِ الَّتِیْ قَدْخَلَتْ﴾ معناه
علی زعم المستدل سنة لاوقد ماتت وتوفت والآیة الکریمة ﴿وَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِیْلًا﴾ فان معناه ان السنة الالهیة والطریقة السبحانیة الربانیة
لایتغیر من حال الی حال وبین مفادیهما کما تری بل معناه المضی لشئ
کما جات به اللغة وما فسر احد من اصحاب اللغة لفظ قدخلت بمعنی
ماتت وتوفت ای بمعنی الموت فعلم ان حقیقة الخلو باعتبار اللغة المضی
فقط کما ارشد الله تعالیٰ فی القرآن العظیم فی المنافقین ﴿وَاِذَاخَلَوْا اِلٰی
شَیٰطِیْنِهِمْ ......الخ﴾ ﴿وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ﴾ وظاهر ان المراد منه فی
هاتین الکریمتین لیس معنی الموت وکذا لفظ الخلو فی قوله
تعالیٰ ﴿وَقَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ سُنَنٌ﴾ وفی قوله تعالیٰ ﴿کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓئًا بِمَا
اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ﴾ ولا یخفی ان المراد من خلو السنن والایام
لیس معنی الموت بل المراد مضیها وهذا معنی یقع صفة الزمان اولا
وبالذات یقال قرون خالیة وسنون ماضیة ویقع صفة الزمانیات ثانیا
وبالعرض ای توصف الاشیاء التی فی الزمان بالمضی بعلاقة الظرفیة

والمظروفية. وايضا قال الله تعالیٰ ﴿وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ﴾ (پارہ۴، رکوع۳) وايضا. قال اللّٰه تعالیٰ ﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ فمعنى الخلوفى هاتين الايتين المضى مطلقا لاالموت ۱۲ فمعنى الاية ﴿قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اى مضت الرسل من قبل محمد ﷺ سواء كانوا امواتا كآدم ونوح وابراهيم وموسیٰ عليهم الصلوة والسلام اولا كادريس وخضر والياس عليهم السلام. فعلیٰ هذا التحقيق مابقى تمسک للمستدل والحمد لولى الحمد ايضاً.

اگر معنی خلوموت گرفته شود چنانکه قادیانی میگوید. پس این خرابی هم لازم آید که تعریف شے باخص و اخفی باشد زیرا که هر گاه فی الواقع نزد اهل لغت معنی خلوگزشتن ورفتن است. پس موت یك قسم ازاں معنی باشد چراکه گذشتن صادق می آید بر هر یك قسم از اقسام انتقال مکانی اگر از بلندی به پستی رودآں انتقال موسوم به خفض است وبرعکس آں رفع ست یا از قدام بطرف خلف وبرعکس آں یا ازیمیں بطرف شمال و برعکس. وهر قسم موت را شامل ست موت بقتل باشد یابلا قتل. پس ما اگرچه الرسل راجمع مستغرق تسلیم بکنیم هم موت مسیح لازم نمی آید زیرا که خلوو گزشتن که عام چیزاست اگر چه برائے هر فرد نوع رسول ثابت ست. اما مستلزم این امرنیست که هرقسم این عام برائے هر فرد نوع رسول ثابت گردد.

والتمسلک على تقدير تفسير الخلو بالموت دون المضى بلزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم كما تقدم مزيف بان المتفرع بها فى الحقيقة انما هواستبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسول ﷺ من بين اظهر القوم بعد اداء رسالته وتبليغ الاحكام الآلهية فكان تقدير الكلام ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ﴾ اى مضت من قبله الرسل فهل يجوز لكم الارتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين ان نقل بالرفع كما رفع عيسىٰ عليه السلام او ادريس او بالموت كما حكمنا به فى سابق علمنا اوبالقتل كما صاح به الشيطان واستقرفى قلوبكم والتصريح. بالثانى موافقته للواقع ومطابقته لتقدير الله تعالیٰ وذكر. الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير مراعاة لزعمهم وتوسيعا لنفى جواز الارتداد وعلى كلا الشقين وان كان هذا الثالث مزعوما محضا وجهلا مركبا الا انه لما كان قوى الاحتمال وكثر وقوعه بين الانبياء السابقين كما دل عليه قوله تعالیٰ عزوجل ﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدرا مراد الانتفاء ما يوجب ذكره من الموجبات المذكورة بظهور عدم توافقه القضاء والواقع والعدم استقراره فى قلوبهم وشذوذ تقدمه. فظهر ان المتفرع فى الحقيقة هونفى جواز الارتداد على تقديراحد الشقوق الثلاثة المصدرة وذالک الامر الدائر بين الثلاثه مساو للخلو بمعنى المضى فلايلزم تفريع الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقى مرادا من لفظ الخلو

بل يلزم تفريع احد المتساويين على الآخرو ذا جائز كما يقال رايت زيدا انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدرك للكلى والجزئى فيفرع على هذا المفصل انه انسان والارتياب فى تساوى هذا المجمل وذالك المفصل وفى صحته وتفريع احدهما على الاخر والامران اللذان حكمنا بمساواتهما.وكون احد هما متفرعا والاخر متفرعا عليه. هو ثبوت خلوكل رسول ونفى جواز الارتداد على تقدير تحقيق واحد من الشقوق فان النسب انما يقتضى المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا وجود يين او سلبيين اويكون احدهما وجوديا ولآخر سلبيا ولا يلزم توافقهما فى الثبوت اوالعدم والدليل على لزوم ذالك النفى للخلوان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقا وتعيين الطريقة الموصلة الى الله تعالى لاالتشريع الى زمان وجودالرسول بين اظهر قومه والايلزم ان لايخلو زمان من الرسل وذاباطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة معنى المضى من لفظ الخلومن قوله﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ هذا.

السوال: لما رحل رسول الله ﷺ من دار الدنيا وشرف دار الاخرة وشاع هذه السانحة فى المدينة المنورة طاف عمر رضی الله عنه فى السكك وجعل يقول ما مات رسول الله ﷺ ولايموت ومن قال ان محمدا ﷺ قد مات ......الخ الحديث كما فى المشكوة وغيرها من الصحاح. وانكر اشد الانكار فاستدل ابوبكرصديق رضی الله عنه على موت رسول الله ﷺ بهذه الاية

الكريمة﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل......الخ﴾

الجواب: ليس موضع استشهاد الصديق رضی الله عنه فى هذه الاية قوله تعالىٰ ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ بل قوله تعالىٰ ﴿اَفَاِنْ مَّاتَ﴾ لان كلمة "ان"باعتبار اصل الوضع لايدخل الاعلى الامورالتى يمكن تقررها ويجوز وجودها لاالامور التى تابى عن التكون والتقرر كما هو واضح على من طالع بحث معانى الحروف فاذا ثبت جواز ورود الموت على رسول الله ﷺ انتفى نقيضه وهو امتناع تقرر الموت ولما قلنا من موضع استشهاد ابى بكر ن الصديق بكلمة ﴿اَفَاِنْ مَّاتَ﴾ يؤيد ان الصديق حين الاستدلال بموته ﷺ تلا قوله تعالىٰ عزوجل ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾

واما تمسكهم بالمقدمة السائرة على السنتهم ان كل جمع معرف باللام يستغرق الافراد باسرها ايضا باطل لان لفظ الملائكة فى قوله تعالىٰ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾لوكان حاويا للافراد كلها بحسب القاعدة فكان ذكر كلهم اجمعون.مستدركا كا وكذا لفظ الملائكة فى الاية الكريمة﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ الاية﴾ ﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ الاية﴾ ليس بمستغرق الافراد كلها بل المراد منه بعض الملائكة واذا انتقضت كلية الكبرىٰ بنقض هذه المواضع انتقض القياس فلا ينتج بموت المسيح لانتفاء المشروط بدون الشرط هذا.

ثم قولنا بان استحالة عدم صحة التفريع على تقديرعدم

الاستغراق غير وارد فى الحقيقة لان المقصود من الكريمة فى قوله تعالىٰ ﴿وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قدخلت من قبله الرسل﴾ان محمدﷺليس الابشراً وجنس الرسل قدخلا ومن المعلوم ان ماثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الى ذاته وماهيته يمكن ان يثبت لسائر افراده بل لايتخلف اقتضاء الذات من الذاتيات. فالثابت للبعض بالنظر الى ماهيته كما يستلزم امكان الثبوت لذالک البعض يستلزم امكانه لباقى الافراد فهذه المهملة.

اعنى ﴿قدخلت من قبله الرسل﴾وان كانت بالنظر الى الفعل والاطلاق بمنزلته الجزئية غير صالحة لكبروية الشكل الاول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية صالحة لها فغاية ما ينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان. بان يقال المسيح رسول وجنس الرسول قدخلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه قولنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يجعل كبرىٰ منضمة الى صغرىٰ فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية والاالمحذور الشرعى من ثبوت موته عليه السلام فى الزمان الماضى لكونه مخالفا لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة. وهذا مع منع كون لفظ الرسل جمعا مستغرقا فاذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدى المقدمتين فقط.فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معا اظهر وابهر وهذا ظاهر لمن له ادنى دراية

وگرآں هر دو مقدمه قادیانی بطور تنزل تسلیم بکنیم اول مقدمه این که بودن الف ولام در لفظ الرسل استغراقی. دوم مقدمه این

که لفظ خلورا بمعنی موت بگریم برایں تقدیر نیز الزام عدم صحت تفریع نمیرود. چنانکه بر تقدیر عدم زیرا که لفظ الرسل بصورت گرفتن اوجمع مستغرق وخلو بمعنی موت رسول اکرمﷺ راشامل نمی باشد بوجه ایں که در آیت﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ خلوومضی انبیاء پیشینیان علیهم السلام قبل ازرسول اکرمﷺ بیان کرده شد که ایشان علیهم السلام موصوف به سبقت مضی از رسول ﷺاند ورسول اکرمﷺ موصوف بتاخر اند وظاهر که ایں سبقت دیگر انبیاء علیهم السلام از رسول اللهﷺ وتاخر رسول اللهﷺ از ایشان ایں هر دو زمانی اند که متقدم بامتاخرجمع نمی شود وکذا عکس آں پس سرورعالمﷺ بوصف خلوموصوف نشدند بوقت نزول آیت کریمه والا یلزم تقدم الشی على نفسه للزوم قوله تعالىٰ ﴿قد خلت من قبله الرسل﴾ الاخبار بقبلية الشئ على نفسه ومع عدم اتصافهﷺ بوصف الخلو مع الرسل واتصاف سائر الرسل به كان من شانه يمكن له ان يخلو فى الاتى كما خلوا فاذا تقرر كونهﷺ فاقد الوصف الخلوحين خلت الرسل لم يندرج فى تلک الرسل الخالية حينئذو يلزم على عدم اندراجهﷺ فيهم عليهم السلام بالنظر الى ذالک الوصف عدم صحة التفريع بحسب الظاهر فلايتعدى الحكم منهم اليه صلى الله عليهم اجمعين ـلان التعدى فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلوبالموت ولا ادعاء الاستغراق والله يهدى من يشاء الى

صراط مستقیم.

الحال ظاهرکرده میشود که هر جوابے که ازیں الزام قادیانی مارا دهد هماں جواب از طرف ماباشد وباز مارا فضیلت حاصل ست زیرا که ماسوائے ایں دیگر جواب نیز داده ایم کما ظهر مما سبق وجواب ماقادیانی را نافع نیست بوجه ایں که جواب ما برچناں امر دلالت میکند که مدعا ونقیض مدعائے قادیانی را شامل ست وامکان چیزے. چنانکه وجود آں شے رامقارن باشد همچناں عدم آں شے رانیز وثبوت الاعم من المطلوب غیر نافع للمعلل وان نفع المانع السائل ومن خفی علیه هذا فهو الجاهل بل الاجهل

ثم اقول (وبه نستعین) اگر تسلیم کنیم که آیت﴿قد خلت من قبله الرسل﴾دلالت میکند برموت همه انبیاء علیهم السلام سوائے سرور عالمﷺ پس دیگرآیت کریمه﴿ماالمسیح بن مریم الارسولط قد خلت من قبله الرسل﴾دلالت میکند که سوائے حضرت عیسیٰ علیه السلام همه پیغمبراں مرده اند وقت نزول آیت حتی که رسول اکرمﷺ نیز بوجه ایں که الرسل مستغرق جمیع افراد گرفته شد بر رائے قادیانی وایں صریح کذب ست زیرا که نزول ایں آیه کریمه وقت حیات رسول اللهﷺ شده فکون الالف واللام للاستغراق یستلزم المحال فیکون محالا لان مایلزم منه المحال محال البتة فاذا لم یثبت اندراج المسیح علیه السلام تحت الاکبر الموقوف علی تسلیم الاستغراق المستلزم للمحذور

المذکور والمحال الشرعی الغیر الواقع لم تصدق النتیجة فی استدلالهم العاطل اللاطائل ولما بطل کون ال للاستغراق والشمول والاحاطة لجمیع افراد الرسل بماحررنا ثبت ان ال للجنس یعنی جنس رسولﷺ از قبل رسول اکرمﷺ مرده اند. اگرچه مسیح تا حال نمرده. اما بمثل جنس خود بوقت اختتام عمر خود خواهد مرد بالجمله از آیت﴿ماالمسیح ابن مریم الارسول قد خلت من قبله الرسل﴾بوجه گرفتن "الف ولام" جنس حیات مسیح علیه السلام ثابت شد همچنیں از آیت ثانیه.﴿وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل﴾سوائے ثبوت رسول اکرمﷺ حیات عیسیٰ علیه السلام نیز ثابت شد زیرا که جنس بر قلیل وکثیر هر دو صادق می آید چه ضرورت که در آیت ثانیه عیسیٰ علیه السلام را داخل کرده حکم موت دهیم.

فان قیل ماالمانع من اخذ الایة الاولی دالة علی حیات عیسیٰ علیه السلام. والثانیة دالة علی موته مع انه یمکن ان یشمله ال جنسا.

اقول: نصب القادیانی نفسه مقام المستدل ولا ینفع المستدل احتمال بل للمستدل اللزوم والوثوق علی ان اثبات الحکم من القرآن من عند نفسه بدون التصریح فی التفسیر قول بالرأی والقول بالرأی فی القرآن ضلالة لورود النص فی ذالک.

ثم اقول عنه عن اصل استدلال القادیانی بان کون عیسیٰ علیه السلام مستثنی لایخل فی اثبات المدعی لان مزعوم المخاطب فی واقعته احد

وحادثة موت النبی ﷺ کان براء ة النبی من عروض الموت. ای کان مزعوم المخاطب لاشئ من الرسل بهالک سابقة کلیة ولدفعه یکفی موجبة جزئیة. لانها صریح نقیض لها ومنه اظهار ان الرسالة لیست بمنافیة للموت فصورة الاستدلال هکذا الموت لیس بمناف للرسالة. لانه لوکان منا فیا لما توفی احد من الرسل لکنه مات عدة من الرسل قبله ﷺ......الخ والمقصود الاصلی من الکلام ابطال مزعوم المخاطبین باثبات نقیض مزعومهم. فانهم کانوا یزعمون رسول الله ﷺ بریئا من الموت بسبب الرسالة ففی تردیده. قال﴿وما محمد الا رسول﴾ یعنی ان محمدا ﷺ لیس ببریئ من الموت نعم انه رسول وللرسالة لیست بمنافیة للموت لانها لوکانت منافیة له لما مات احد من الرسل ولاکن قد خلت من قبله الرسل وبهذا ظهر ان قد خلت من قبله الرسل مقدمة استثنائیة للقیاس الاستثنائی لاالکبریٰ للشکل الاول لانه مع قطع النظر عن ترکیب الشکل الاول لایصح المضمون. فان مراد ابی بکرن الصدیق علی هذا التقدیر یکون هکذا محمد ﷺ مات بالفعل لانه رسول وکل رسول من قبله مات وظاهر ان موت کل رسول لایقتضی موت محمد ﷺ بالفعل لوجود هذا المقتضی من ابتداء الولادة الشریفة فکان ینبغی ان یتحقق الوفاة من قبل وثم اعلم انما قلنا(عدة من الرسل) لان آیة﴿بل رفعه الله الیه﴾ مخصصة لعمومها. هذا.

ثم استدلال القادیانی علی موت عیسیٰ علیه السلام بقوله تعالیٰ ﴿یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی﴾وقوله تبارک وتعالیٰ ﴿فلما

توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم﴾ وبقوله تعالیٰ﴿وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه﴾ وبقوله تعالیٰ ﴿وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته﴾

الجواب:والله الموفق للصدق والصواب اقول هذا البحث یستدعی بسطاووسعاًلاتحتمله هذه الرساله العجالة اما بحکم مالا یدرک کله لایترک کله فلذاکتبت الجوابین احد هما مختصرا. وثانیهما مفصلا بحسب اقتضاء الوقت ان التوفی الماخوذ من الآیتین الاولیین بمعنی القبض وانه عام لکل قبض وان کان مع الجسد ثم لادلالة فی الواو علی الترتیب ویقع الموت اجماعا بعد النزول وهکذا الرفع عام لما هو بالجسد کما سیأتی علیک فی الجواب المفصل ویزیل اشتباهک فی العاجل والآجل فانتظره والآیة الرابعة یحتمل عود الضمیر فی موته الی عیسیٰ علیه السلام وانت تعلم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فمابقی للمستدل الاورطة الجهل والضلال.

ثم اقول مفصلا مستفیضا من الالهام الصحیح ان التوفی عبارة ان اخذ الشئ وافیا وماخذه ومادتها الوفاء من الاصول المقررة عند القوم ان اصل الماخذ بمفهومه معتبر فی جمیع تصاریفه. وان اختلفت الصیغ والابواب کاعتبار الجزء فی الکل الاتری الی لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عند العقل اوالاضافة بین العالم والمعلوم اونسبته ذات اضافة کذائیه او الصورة الحاصلة اوالحالة الادراکیة اوتحصیل صورة الشئ علی حسب تنوع. آرائهم وهذا المعنی یکون داخلا فی معانی جمیع ما اخذ من لفظ العلم سواء کان ذالک المأخوذ من تصریفات المجرد

اوالمزيد فان علم مثلا بصيغة الماضى المعلوم معناه انه حصلت للفاعل
صورة الشئ المعلوم فى الزمان الماضى وهذا على الاصطلاح الاول
اوحصلت له الاضافة بينه وبين ماعلمه وهذا على التفسير الثانى وقس
على ما مثلناك به باقى الاصطلاحات فباشتمال مفهوم علم الماضى على
المفهوم المصدر ونسبته الى الفاعل والزمان يكون مفهومه كلا ومفهوم
المصدر جزء ففيه التركيب من ثلثة اجزاء وكون النسبة الى الفاعل
والزمان جزئين عام فى جميع مااشتق من المصدرالمجرد او اشتق من
الماخوذ من ذلك المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل مااشتق من
ذالک المجرد اوما اخذ منه اواشتق من الماخوذ منه سواء كان فعلا
اوغيره کک فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الى الزمان لا توجد
فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وكلتا النسبتين لاتوجد ان فيه لانسبة الفاعل
ولانسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد.وما اقتضاه خصوص هذا
الباب الذى بذاک تعدى الان الى ما لم يتعد اليه فى صورته الاصلية
لمادته ففيهما التركيب من جزئين ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم
بصيغة الماضى مثلا ففيه يكون التركيب موجوداً من اجزاء اربعة اولها
العلم اى المصدر المجرد.وثانيها ما هومقتضى باب الافعال. وثالثها
النسبة الى الفاعل اى العالم. ورابعها الزمان واذا حويت مادريت من هذه
المذكورات فلامفرلک من الايمان على ان الوفاء داخل فى مفهوم
التوفى لكونه ماخوذا منه وان اقتضاء "باب التفعل" وهو الاخذ ايضاً معتبر

فيه فالكلمات التى توخذ من التوفى لها اشتمال على اربعة اشياء لدلالتها
على الزمان كلفظ توفيت والالفاظ التى لاتدل على الزمان فالتركيب فيها
من ثلثة اجزاء كلفظ متوفى ولا يقال ان متوفى صيغة اسم الفاعل. وكل
صيغة اسم الفاعل لابد فى معناه من الزمان لانا نقول بعدم تسليم كلية
الكبرى لعدم الزمان فى اسم الفاعل الغير العامل اى لابد من الزمان لاسم
الفاعل الذى هو عامل لامطلقا ولفظ متوفى ليس هنا بعامل لايقال انه
عامل هنا لان الكاف فى متوفيک مفعول لمتوفى لانا نقول ليس بمفعول
بل هو مجرور محلا لاضافة المتوفى اليه كما لايخفى فان قلت المضاف
عامل والكاف معمول قلت نعم. اما مرادنا ليس ان كل عامل سواء كان
يعمل بالاضافة اوغيرها لابد فيه من الزمان بل المراد العامل الذى هوغير
المضاف. واما العامل المضاف كالمتوفى ههنا فلا يتضمن زمانا كما نص
عليه النحاة فى اسفارهم وبالجمله فالصيغ الماخوذة من المصدر لابد ان
تكون مشتملة على اصل المصدر سواء كان تركيب معناها من تلك
الاجزاء تركيا حقيقيا كما هوالمشهور اوتركيا تحليليا. كما هو الحق
الابلج فمعنى الشمول ان اعتبار الجزء الاعتبارى من هذا لكل الاعتبارى
جائز. فاذن المعنى الذى يقصد من لفظ التوفى او مما اشتق منه فهوعلى
تقدير كونه مجردا عن معنى "الوفاء" لايكون معنى حقيقيا للفظ التوفى او
المشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله
والايلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء اوتحقق ماهو فى حكم الكل مع

انتفاء ماھو فی حکم جزئه وذا باطل بالبداھة فاذا لم یکن ذالک المعنی المراد معنی حقیقیا لذلک اللفظ لابد ان یکون معنی مجازیا اذ اللفظ المستعمل فی المعنی لایخلوعن الحقیقة والمجاز ولا یختص ذالک الحکم بارتفاع مفھوم الماخذ. فحسب بل یحکم بالمجازیة فی کل صیغة بانتفاء کل جزء ای جزء کان من الاجزاء المعتبرة فی تلک الصیغة سواء کان دخول ذالک الجزء فیھا بالوضع الشخصی اوبالوضع النوعی یمثل الاول باللبنات فی الجدران. والثانی بدخول جزء المشتق فی المشتق.فان وضع المشتقات وضع نوعی کما یقال کل لفظ علیٰ وزن مفعول فھو یدل علی من وقع علیه الفعل. فاذالم یکن بد لکون المعنی معنی حقیقیا حال کونه مرکبا من تحقیق کل جزء من اجزائه ویکفی فی ارتفاعه وتحقق المعنی المجازی انتفاء واحد من تلک الاجزاء لانه کما ینتفی الکل بانتفاء جمیع الاجزاء ینتفی بواحد منھا فالآن مامر من البحث الشریف والتحقیق. الحقیق یدل دلالة واضحة علی ان معنی المتوفی ھو الآخذ بالوفاء والتمام وذالک معناہ الحقیقی لتحقق جمیع مالا بد منه للمعنی الحقیقی بھذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الی الفاعل ففی قوله تعالیٰ خطابا یٰعیسیٰ ابن مریم علیہ السلام یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک یکون معناہ علی الحقیقة ان یا عیسیٰ انی اخذک بالکلیة والتمام. ترجمہ یوں ہے کہ ’’تو فی‘‘ کا معنی لغۃ کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں) وفا ہے۔ قاعدہ مقررہ

مسلمہ ہے۔ کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گوان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے کہ جزء کل میں داخل ہوتی ہے۔

دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شی کی صورت کا حاصل ہونا یا عالم ومعلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے۔ یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے۔ یا شے کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گوکسی معنی سے اس کو لو وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اسکا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے، کہ فلانے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گذشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلانے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالمیة معلومیة) حاصل ہوگئی ہے۔ اسی طرح پر اوروں میں جاری کرو ہر ایک میں وہی پائیں گے۔ جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں سے ترکیب ہوگی۔ ایک مصدر، دوم زمانہ۔ سوم فاعل کی نسبت لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جزئیں۔ ’’ایک نسبت دوم زمانہ یہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو۔ یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہو۔ ماخوذ ہو۔ متحقق ہوں گے البتہ یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جائے نہیں بلکہ افعال میں۔ نہ غیر میں۔ دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔ مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخوذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے۔ اور نہ زمانہ کی جانب ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب

افعال کا مقتضاء جس لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔لہٰذا اس میں دو جزء متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے ''اعلم بصیغہ ماضی معلوم مشتق ہے اس لئے اس میں چار جز ہیں۔ایک علم جو ''مصدر ہے''۔دوم باب افعال کا مقتضاء۔

سوم فاعل کی طرف نسبت چہارم زمان جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا۔کہ باب تفعل کا مقتضا جو اخذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔پس جو الفاظ ''توفی'' سے ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہوں گے یعنی کہ توفیت پورا لے لیا میں نے اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ان کی تین جز ہوں گی۔ دیکھو متوفی[1] اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ جو جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو۔ اسمیں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیلی کہیں گے حق بھی یہی ہے حق بھی یہی ہے۔تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزء اعتباری کا کل سے اعتبار کر لینا چاہئے ہے۔ پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔اس واسطے کہ موضوع لہ کے بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں، تو باوجود انتفاء جزء کے کل کا تحقق چاہیے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آئے گا کہ جو حکماً کل ہے۔وہ حکمی جز کے بغیر متحقق ہو۔حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا۔آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقۃً یا مجازاً ہوتا ہے۔لیکن یہ خیال نہ

[1] شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہو نہ مطلقاً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت انی متوفیک میں جو متوفی ہے اسمیں زمانہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہ یہاں پر عامل نہیں اس لئے کہ ''متوفی'' کاف خطاب کی طرف مضاف ہے اور کاف محلاً مجرور ہے۔نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔

کرنا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا۔تب ہی مجازی ہوگا۔نہیں بلکہ کوئی جزء ہو۔ جب کہ اس کا انتفاء مان لیں گے۔ وہ مجازی ہی ہوگا۔ خواہ اس جز کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔ پہلے[1] کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا دوسرے کی مثال ''مشتق'' کی جزو کا اس میں داخل ہونا۔ کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔لہٰذا حقیقی معنی جب کہ مرکب ہو۔ وہ تاوقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیں حقیقی نہیں کہلائے گا۔اس کے مرتفع ہو جانے مجازی بننے کیلئے ایک جزو کا بھی انتفاء کافی ہے کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے''۔ ویسے ہی اس کا انتفا کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے لاغیر بھی متوفی کا حقیقی معنی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ کہ جس کی حقیقی ہونے کو ضرورت ہے۔ وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک وفا، دوم لے لینا، سوم فاعل کی طرف نسبت۔ پس آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور اپنی طرف تیرا اٹھا لے جانے والا ہوں''۔ یا کہ اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔

[1] وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شی کو کسی مفہوم کے واسطے معین کر دینا ہا یہ کہ شخصی کیا ہے اور نوعی کیا، سو واضح ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کیلئے موضوع ہے اب اس میں وضع اور موضوع لہ بھی خاص ہیں۔ پس یہ وضع شخص ہوا یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دیوار میں جزء کی طرح داخل ہے۔ اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف علام نے خود بالتصریح فرما دیا ہے غرض کہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع ہو۔ تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم

وكذا المراد فی قوله تعالٰی حكاية عنه فلما توفيتنی كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام.

وذا لايوجد الا فی الرفع الجسدی لانحصار الاخذ بتمامه فی هذا الرفع دون الرفع الروحی لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفی مع كونه محمولاً علی الحقيقة علی الرفع الروحی غيرجائز نعم لو اريد بالتوفی اخذ الشئ مجردًا عن معنی "الوفاء والتمام" بان يكون عدم الوفاء ماخوذا فيه او بان لايكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه اولم يقارنه واعتبارعدم الوفاء يغائرعدم اعتبارالوفاء فحينئذ يصح اطلاقه علی الرفع الروحی لكن علی الاول يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل علی الجزء وعلی الثانی من قبيل عموم المجاز.

ترجمہ: ایسا ہی آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ...... الخ سے بھی پورا اور تمام لے لینا مراد ہے لیکن مسیح علیہ السلام پر جو پورا اور تماماً مقبوض ہونا صادق آتا ہے' تب ہی ہے کہ وہ بجسدہ اٹھائے گئے ہوں نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھالی گئی ہو اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک حصہ پر قبضہ ہوا۔ پھر باایں ہمہ اگر کہو گے توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفا سے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ وفا کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہوتا ہو وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنابرآں توفی کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا[1]

[1] عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصنف تقدس مآب مدظلہم نے فرمایا کہ "اس کو وفا مقارن ہو یا نہ"۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا۔ وہ حقیقی اور جہاں مقارن نہیں ہوگا وہ مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔ ۱۲ مترجم

والفرق بين اعتبار عدم الشیء وبين عدم اعتبار ذالک الشئ انما هو بالخصوص والعموم وكل من هذين الاطلاقين اطلاق مجازی لايصار عليه الا بقرينة صارفة عن ارادة معناه الحقيقی الاصلی والقرينة غيرموجودة فلابد من ان يحمل علی الحقيقة دون المجاز. ومن المعلوم ان مداركون اللفظ حقيقة ومجازًا انما هوالوضع مطلقا اعم من ان يكون الوضع وضعاً نوعيا. فان استعمل اللفظ فی المعنی الموضوع له الشخصی اوالنوعی كان حقيقة والاكان مجازًا والمشتقات لتركبها من مادة وهيئة موضوعتين اولهما بالوضع الشخصی وثانيتهما بالوضع النوعی تكون دلالتها علی

رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص، دوسرا عام ہے، جز جو کچھ ہے، سو ہے، مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے۔ نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو، ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہٰذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی یہ ظاہر ہے کہ حقیقی ومجازی کا مدار وضع ہے۔ خواہ وہ نوعی ہوگا یا شخصی بہرحال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجازاً ہوگا پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔ دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔ بہ سبب اس ترکیب کے مبدء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں[1]

[1] دیکھو متوفی مشتق ہے اس کا اصل ماخذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ رہی ہیئت جو حروف کے آپس میں مل جانے سے ہوگئی ہے وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے۔ جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو متفعل کے وزن پر ہو۔ وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا۔ ایک ماخذ، دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الی الفاعل۔ ظاہر ہے کہ متوفی کا یہی مجموعہ ہے۔ متفعل کے وزن پر بھی ہے۔ ۱۲ مترجم

معنی اصل المبدأ بمادتها بالوضع الشخصی وعلی مفهومها الترکیبی بوضعها النوعی.

ولکونها مرکبة بهذه الصفة لابد لکونها حقیقة من تحقق کلا الوضعین ولایکفیها فی کونها حقیقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازیتها فانها تتصور بانحاء ثلثة: بانتفاء الوضع الشخصی عن معناه الحقیقی الی معنی الدلالة وبانتفاء الوضع النوعی فقط کاطلاق لفظ القائلة علی المقولة مع بقاء اصل المعنی المصدری وبانتفاء کلیهما کما لو اطلق الناطق وارید به المدلول. فلفظ ﴿متوفیک﴾ اولفظ ﴿توفیتنی﴾ ان حمل علی معنی الاخذ بالتمام الذی لایکون الایرفع الروح والجسد

نیز جب اس طرز پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع متحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو۔ تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جب کہ وضع شخصی نہ رہے۔ دیکھو ناطق اس کے مبدء کا موضوع لہ دراصل بوضع شخصی ادراک کلیات وجزئیات ہے۔ جب اسے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھادیں۔ دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو۔ گو اس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی منتفی ہوا ہے۔ مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں۔ نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے کیونکہ ناطق مدلول کیلئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے۔ اس لئے متفسر ہے کہ لفظ متوفیک۔ توفیتنی ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے۔ کونسا معنی ان سے مراد لیں گے اگر ''پورے طور پر لے لینا'' مراد ہے۔ تو یہ روح وجسد دونوں کے

یکون حقیقة لتحقق مدار الحقیقة من کلا الوضعین

وان حمل علی معنی لم یندرج فیه معنی الاخذ بالتمام سواء جرد عنه. بان یکون عدمه قید الاخذ او بان یرسل الاخذ ولم یعتبرمعه قید التمام وجد فیه التمام اولم یوجد یکون مجازًا لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصی ومن المقررات والمسلمات ان المصیر الی المجاز بلا قرینة صارفة غیرجائز فتعین المصیر الی الحمل علی الحقیقة. ودعوی تبادر التوفی فی معنی الاماتة وجعل التبادر قرینة لکونه حقیقة فی الاماتة غیر مسلم لانه لوارید بتبادره فی هذا المعنی التبادر مع عدم

اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔ کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔

اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید مجرد سمجھیں گے خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا مہمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو۔ یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔ اس لئے ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو ''متوفی'' سے مارنا بھی سریع الفہم ہے۔ سریع الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ ''توفی'' سے بلاقرینہ مارنا مرنا متبادر ہے، سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے، مارنے میں بلاقرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے' یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا، مارنا بمعہ قرینہ متبادر

القرینة فذالک اول النزاع ولم یوجد فی القرآن فی موضع من وارد هذا اللفظ استعماله فی هذا المعنی بغیر قرینة وان اریدبه التبادر مع القرینة فذالک مسلم ولکن علامته الحقیقة هی تبادره مع العراء عن القرینة لامع انضمامها والایکون کل مجاز مستعمل حقیقة.

فلم یصح تقسیم اللفظ الی الحقیقة والمجاز لعدم امکان وجود المجازعلی هذاالتقدیر وانما ادعینا ان لفظ التوفی حیث وقع فی القرآن بمعنی الامانة فانما وقع مع القرینة لابدونها. فان حمل التوفی علی الموت.فی قوله تعالیٰ ﴿حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ﴾ بقرینة اسناده الی الموت وفی قوله عزوجل ﴿قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ﴾ وفی ﴿اِنَّ

ہے البتہ یہ مانا۔لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلاقرینہ ہی متبادر ہو نہ بمعہ قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔

لہٰذا لفظ کی تقسیم حقیقت ومجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ بنا پر اس مذہب کے تو مجاز ممکن ہی نہیں ہے۔ بے شک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی ''توفی'' کا لفظ بلاقرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے۔ثبوت طلب ہے۔لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت (یتوفهن الموت) یعنی وہ مرتے ہیں۔لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے۔وہ یہ ہے کہ ''توفی'' کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔(دیکھو یتوفاکم ملک الموت.ان الذین توفهم الملائکة، تتوفهم الملائکة، تتوفهم الملائکة طیبین، توفته رسلنا، رسلنایتوفونهم، یتوفی الذین کفروا الملائکة فکیف اذا توفتهم الملائکة۔یعنی ''تم کو ملک الموت ،موت کا مزہ چکھا

الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ وفی ﴿تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ وفی ﴿تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیْنَ﴾ وفی (توفته رسلنا) وفی (رسلنا یتوفونهم) وفی (یتوفی الذین کفروا الملائکة) وفی قوله تعالیٰ ﴿فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ﴾

اسناده الی الملک المؤکل فی الاول وفی الباقیة من اقواله الشریفة اسناده الی الملائکة القابضة للارواح قرینة صارفة وفی قوله تعالیٰ ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾ لسوال المعیة بالابرار وفی قوله عزوجل ﴿تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ﴾ سوال حسن الخاتمة قرینة کذالک وفی ﴿فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْنَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ﴾ قرینة التقابل اذما

دے گا، وہ لوگ کہ ملائکۃ الموت نے ان کو موت کا مزہ چکھایا۔موت کا ذائقہ انکو ملائکۃ الموت چکھائیں گے۔ان کو ملائکۃ الموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھائیں گے، ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے کیا ہوگا۔جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔

اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلاقرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرائن۔ پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے۔ اور یہی قرینہ موت ہے۔ایسا ہی اس آیت میں (وتوفنا مع الابرار) جس کا معنی یہ ہے کہ ''ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر''۔اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔آیت (توفنا مسلمین) کہ ''اے خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا''۔میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔آیت ﴿فامانرینک بعض الذی نعد هم اونتوفینک فالینا یرجعون﴾

يعتبرفى احدالمتقابلين يعتبرعدما فى المتقابل الاخر. كمااعتبرالانتقال التدريجى فى الحركة وجوداً وعدمه فى ضدها. اعنى السكون ولاريب ان الحيوٰة معتبرة فى نرينک اذ الارائة بدون حيوة الرائى غير متصور فيعتبر عدمها فى مقابله وهو نتوفينک

وفى قوله تعالىٰ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ والاخرى يتربصن وكذا فى قوله ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِم﴾ الاية. قرينتان اولٰهما فى الاية السابقة. وثانيتهما لزوم الوصية وكذاالتقابل

یعنی یا رسول اکرم ﷺ یا تو ہم آپ کو وہ بعض امور ''کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں۔ دکھادیں گے یا موت کا ذائقہ آپ کو چکھائیں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔ اس میں مقابلہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو، تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بتدریج منتقل ہونا معتبر ہے اور اس کے ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ ''پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (ارائت) کا مقابل نتوفینک (ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ ارائت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے مقابل یعنی نتوفینک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو اور نہ تقابل کیسا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔

اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں۔ (دیکھو ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ﴾ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کیلئے وصیت کرنا لازم ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں۔ تو وہ بیویاں چار مہینہ اور دس دن عدة الموت کاٹیں۔'' دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینے

فى ومنكم من يتوفى وقيد حين موتها فى قوله تعالىٰ ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا. وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا﴾ قرينة على المعنى المجازى.

وفى هذه الاية الاماتة والانامة كلتاهما مرادتان الابطريق الجمع بين الحقيقة والمجازلما تقرر من امتناعه فى الاصول. ولانه ليس شئ من الاماتة والانامة معنى حقيقيًا للفظ التوفى حتى يلزم ذالک من اجتماعه مع الاخرلابطريق عموم المجاز كما فى قول القائل لايضع قدمه فى دارفلان فانه يحنث سواء دخل من غيررفع المقدم كما اذا دخل راكباً اومع الوضع كما اذا دخل ماشيا حافيا وسواء دخل فى الدارالمملوكة

ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا۔ دوم عدة الموت کا کاٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینے ہیں۔ ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى﴾ میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا﴾ یعنی خداوند تعالیٰ ارواح کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے''۔ ملخصًا

اس میں حین موتھا قرینہ ہے۔ یادرکھو کہ اس آیت میں مارنا، سلانا دونوں مراد ہیں۔ مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی ومجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت ومجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔

جیسا کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا۔ یا وہ مکان اسی کا ملک ہو یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو۔ بہرحال حانث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت

لفلان اوالدارالمستعارة او المستاجرة لفلان ويخصص هذا القول بمعناه الحقيقي حتى ينحصر حنثه فى الدخول حافيًا وفى الدخول فى الدار المملوكة لفلان ولا بالمعنى المجازى حتى ينحصر حنثه فى الدخول فى غيرالدارالمملوكة لفلان وفى الدخول غيرحاف بل يعم بالدخول مطلقا فى دار فلان بان كانت مسكونة له سواء كانت تلك السكونة بالملك اوبالعارية اوالاجارة وليس ذالک الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقى والمجازى كليهما. وهذا هو عموم المجاز وارادة كليتهما لابهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقى نہیں رکھتا ہے۔ پس اسکا حانث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہواوراس میں ننگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حانث ۔ وگا ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تا کہ کہا جاتا کہ وہ جب فلانے کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پہن کے ہی۔ یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حانث ہوگا، نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حانث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزرا آیت مذکورہ میں توفی سے سلانا' مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں۔ تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلا جب توفی سے سلانا مقصود ہو، تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا۔ وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر توفی سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا۔ وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلاشک اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے میں جس کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا کمامر لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق احساس اور زندگی کے درمیان بطور تردید دائر ہے جس طرح کہ کوئی امر خاص وعام کے درمیان مردد ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس

من الاخذ بالكلية والا خذ بالبعضية فان كونهما مراد تين ليس الامن حيث ارادة الاخذ بالبعضية. بان يراد بالتوفى سلب تعلق الروح بالبدن تعلقا يوجب الادراک الاحساسى اوتعلقا يوجب الحيوة فان كان الاول مسلوبا بدون الثانى وهذا هو الانامة وان كان الثانى ومن لوازمه كونه متضمنا لسلب الاول فهذا هوالاماتة ودوران ذلک التعلق بين الاحساس وبين الحيوة. ليس كدوران الشئ بين النقيضين بل كدورانه بين امرين يكون احدهما اخص والاخراعم. ولذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثانى ويقال وجوبًا كل حساس حى بدون عكس كلى فلاتنافى فى اجتماع الاحساس والحيوة فى الحيوان بل فى ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثانى لرفع التعلق الاول لايقتضى نفى سماع الاموات طرز پر ہے کہ جس طرح پر شی نقیضین کے درمیان مردد ہے اسی واسطے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔ پس یوں کہنا کہ ''ہر حساس زندہ ہے صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے، غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتا۔ اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہ ہوں۔

الجواب:[1] ہماری تقریر سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کا سننا بمعنی

[1] بعض لوگ حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتے ہیں۔ تو اے حنفیو اتم کیوں سامع ہونے کے قائل ہو۔ حضرت مصنف فضیلت ماب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقا سامع ہونے کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں۔ ۱۲ مترجم

اذ سماعهم الذی نحن مثبتوه هو بمعنی ادراک ارواحهم وذالک ثابت بالادلة القطعية لامجال لاحد فی انکاره. وهذا لايرتفع فی ضمن ارتفاع الحيوٰة وما يرتفع فی ضمن ارتفاعها. وهو السماع العادی الذی لايمکن الابقوة جسمانية عصبانية ولايقول احد بتحققه مع انتفاء الحيوٰة فالسماع الثابت بالادلة الشرعية والعقلية غيرمرتفع وما هو مرتفع غير ثابت وبهٰذا يظهران التقابل الذی بين الموت والحيوٰة هو التقابل بالتضاد لکون کليهما وجوديين. فان کون الحيوٰة امراً وجودياً ظاهرواما الموت فلانه اثر للاماتة والاماتة لما کانتْ عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل بينهما وتخريب البدن کان الموت الذی هو مطاوعها عبارة عن القطاع ذلک التعلق و الانفصال والتخريب کل ذالک وجودی. ويدل علی کونه وجوديًا قوله تعالٰی خلق الموت والحيوٰة لان

ادراک روحانی ہے۔ چنانچہ ادلہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز کا کہ مردہ بقوت جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہٰذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں جو ثابت ہے وہ ناپید انہیں۔ اسی تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت وحیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ ہے کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے اٹھا دیا جائے اس کا اثر لازم مرنا ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”ہم نے موت کو پیدا کیا ہے“ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لئے

الموت لوکان عدمياً لما تعلق به خلق اذ لايقال للعدمی انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والايجاد وعدمية عدم الحيوٰة عدما ثابتاً اللازم للموت لاتصير الموت عدميًا لظهور عدم استلزام عدمية اللازم عدمية الملزوم الاتری الی الفلک. فانه ملزوم لعدم السکون عند الفلاسفة ولايلزم يکون لازمه هذا عدميا کون الفلک عدمياونظائره اکثر من ان تحصر.

وهذا ماقلنا من ان التوفی ليس حقيقة فی الاماتة لان الاماتة لايوجد فيها الاخذ بالتمام بل الاخذ فی الجملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحيوانی وليس اخریٰ منها وبفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ علی الحقيقة. يکون قوله عزوجل ﴿يٰعِيْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّيْکَ﴾ دليلا لنا لا له و يؤيده العطف بقوله﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ اذ

کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا؟ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے۔ نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو؟ کیا دیکھتے نہیں؟ کہ عدم الحیوۃ اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب: یہ استلزام غلط ہے۔ دیکھو عدم السکون آسمان کو عند الفلاسفہ لازم ہے آسمان معدوم نہیں ہے‘ علی ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفی ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک حصہ کا لے لینا ہے۔ نہ پوری شے کا لے لینا لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ

المراد به الرفع الجسمانی والا فما وجه تخصیصه بعیسٰی علیہ السلام لعموم الرفع الروحانی کل مومن وحمله علی هذاالرفع العام مستدلاً بقوله عزوجل ﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ غیر صحیح لان المذکورفی تلک الایة هورفع المسیح نفسه وفی هذه الایة رفع الدرجات ولایخفی الفرق بین رفع الشیٔ نفسه وبین رفع درجاته کما هو بین قولک رفعت زیدًا وبین رفعت زیدًا ثوبه اوبیته اوشیئًا آخر مما یتعلق به.

ومع ثبوت التغائر بین الرفعین لایتم التقریب فعلی هذا یقال ان

واجب ہوا، تو آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ...... الخ﴾ ہمارے لئے دلیل ہوئی نہ قادیانیوں کے لئے اس کا ہمارے لئے دلیل ہونے کو ﴿وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشتا ہے۔ اس واسطے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح علیہ السلام سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا ’’مرفوع‘‘ ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمان داروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے۔ تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح سے بھی خود مسیح کا رفع مراد نہیں ہے، بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح علیہ السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شئے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھالیا ہے یا میں نے زید کا کپڑا یا اور کچھ جسے زید کے ساتھ تعلق ہو اٹھالیا

من نودی وخوطب بالضمائر هوعیسٰی علیہ السلام فیکون المنادی والمتوفی والمرفوع والمطهر من الکفرة وفائق الاتباع ایاه علیہ السلام فیترکب القیاس من الشکل الاول من ان عیسٰی هو المصداق للمتوفی المفهوم من الایة والمصداق له هوالمصداق لصیغة من وقع علیه فعل الرفع فینتج ان عیسٰی علیہ السلام هو المصداق للمرفوع. وهذا عین ما ادعیناه من ان المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وایضا لوکان روح عیسی علیہ السلام مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده فی ایدی الکفرة ولحصل مرادهم ولاهانوه فلم یصح قوله تعالیٰ ﴿وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ فان الاماتة لیس تخلیصًا وتطهیرا من الاعداء بل تحصیلاً لمرادهم وایصالاً لهم الی مناهم وغایته

ہے اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہوا، بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شئے کا رفع اور ہے بناءً علیہ ثابت ہوا کہ آیت ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ...... الخ﴾ میں منادا اور ضمائر کا مرجع خود مسیح علیہ السلام ہے، نہ خالی روح جب خود مسیح علیہ السلام ہی منادا اور مرجع ہوئے تو متوفی مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔

پہلی دلیل اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے۔ جس پر یہ صادق ہے۔ اسی پر ہی مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے' نتیجہ مسیح علیہ السلام ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسری دلیل اگر مسیح علیہ السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا، حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ’’اے مسیح علیہ السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار

متمناهم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع فى هذه الاية الرفع الروحانى وهل لايعد ذلک المستنبط من ارباب الجهالة ولعمرى ان هذا الشیٔ عجيب بتعجب منه كل لبيب واستدل ايضا. بقوله تعالىٰ ﴿وقولهم اناقتلنا المسيح ابن مريم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهمط وان الذين اختلفوا لفى شک منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما وان من اهل الكتاب الاليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا﴾

سے الگ اور پاک کردیں گے‘‘ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا؟ لہٰذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب بجسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہوگئے اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔ قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام مریم علیہا السلام کے فرزند کو قتل کردیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا‘ ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔ صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا اسکے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

طریقہ استدلال قادیانی پہلی آیت میں رفع روحی مراد کہتا ہے۔ اسکا بیان

حيث حمل الرفع على الرفع الروحانى. وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء فى قوله تعالىٰ ليؤمنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسىٰ مقتولاً مصلوبًا وبرجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابى ثم وجهه بتوجيهين اخرين وحكم على كليهما بالصحة.

والصواب الاول ان لفظ الايمان مقدر فى قوله تعالىٰ قبل موته اى قبل الايمان بموته فيكون معنى الاية ان كل كتابى يؤمن بان قتل عيسىٰ مشكوک فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعى الذى وقع فى الزمان الماضى.

والتوجيه الثانى ان كل كتابى كان يؤمن ويعلم قطعا بانهم

ہے کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول ومصلوب ہونے میں شاک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ اسکے بعد دو توجیہیں کرتا ہے۔

پہلی توجیہ کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اس تقدیر[1] پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہوچکی ہے، ایمان لانے سے پہلے آپکے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کو مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ

[1] قادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ اور کوئی اگر مقدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

شاکون فی قتل عیسٰی ولیس قتله الاعلی سبیل الشک والظن. وذلک ای ایمانهم بکونهم شاکین کان قبل ان مات علیہ السلام۔والحاصل انهم والحال ان عیسٰی حی ای قبل ان مات کانوا شاکین فی قتله. ولم یکن حصل لهم قطع لقتله بل کانوا قبل ان مات یوقنون بمشکوکیة قتله. وفی هذا الاستدلال انظار شتی. اما النظرالاول علی التوجیه الاول فلان حمل الرفع فی الآیة علی الرفع الروحانی غیر صحیح. اذالکلام وقع بطریق قصر الموصوف علی الصفة علی نحوقصرالقلب وهذا مشروط بتنافی الوصفین کما اذا خاطب المتکلم رجلا بعکس مایعتقد مثل ماقام زید بل قعد لمن یظن بقیامه. وظاهر ان القیام والقعود ومتنافیان واشتراط التنافی اعم من ان یکون شرطا لحسنه اولا صله ومن ان یکون التنافی تنافیا فی

کے کرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔اب دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں مسیح علیہ السلام وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کردیئے گئے ہیں۔لیکن اس حصر اور قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہوکر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں، بلکہ بیٹھا ہے۔ پس دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اورالٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دوصفتیں آپس میں منافات اور غیریت رکھتی ہیں۔ بے شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہے۔خواہ قصر وحصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر کے واسطے شرط ہو، نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ

نفس الامراو فی اعتقاد المخاطب علی حسب تعدد الآراء وانما کان قوله تعالٰی﴿وَمَاقَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ علی نحو قصر القلب لانهم کانوا یدعون ان عیسٰی مقتول فخاطبهم الله تعالٰی بعکس مازعموا من انه مرفوع لامقتول کمازعمتم فیجب التنافی بین وصفی القتل والرفع وذلک لایتصور الااذاکان مرفوعًا حال کونه حیاً. اذمنافاة الرفع حال الحیٰوة. ای الرفع الجسمانی للقتل ظاهر بدیهی لایحتاج الی تنبیه فضلا عن دلیل. واما اذا کان الرفع رفعًا. روحانیا فلوجوب اجتماع الرفع مع القتل لایتحقق التنافی بین الرفع والقتل لان کل احد یعلم قطعا ان من قتل فی سبیل الله فهو مرفوع بالرفع الروحانی باجماع المذاهب فحینئذ یجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامری والاعتقادی ایضا ارتفع

جس کا مضمون یہ ہے کہ ”انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خداوندتعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سواس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعوی کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں۔تو خداتعالیٰ نے ان سے ان کے گمان کے برعکس فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وصف مرفوعیت میں قصروحصر کیا گیا ہے۔مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات تو جب ہی تصور ہے کہ مسیح علیہ السلام بجسدہ مرفوع ہوئے ہوں کیونکہ رفع بجسدہ بداھة منافی قتل ہے، مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے۔ جیسا کہ قادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں؟ کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے۔ تو

التنافی راسًا. فلم یصح القصراولم یحسن.

فاما ان یقر بکون هذا الکلام نزل رداً لزعم اهل الکتاب فیلزمه الاقراربکونه قصرا لقلب ووجوب التنافی بین الوصفین فی قصر القلب وهذا هدم للقواعد العربیة بالجملة لابد له اما من القول برفعه علیہ السلام حیاواما من الخروج عن العربیة فایهما شاء فلیختر والنظر الثانی ان ارجاع الضمیر الاول الی مشکوکیة قتل عیسی دون عیسی لیس باولی من ارجاعه الیه فاختیاره علیه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجیح بلا مرجح بل ترجیح للمرجوح

منافات سرے سے ہی اڑگئی۔ بنابرآں آیت میں جوقصر کے طور پرفرمایا گیا ہے۔خودقصر ہی غلط ہوگا۔یا بہترنہیں ٹھہرے گا۔نعوذ باللہ منہ۔

لہٰذا قادیانی پردوباتوں میں سے ایک کااقرارکرنالازم ہوگا۔یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردیدکرتی ہےلیکن اس صورت میں قصرالقلب،قتل،رفع میں منافات کااقرار کرنا ہوگا۔پس مسیح علیہ السلام کابجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگراس صورت میں کلام عربی کے قواعد کاہدم اوران کے برخلاف پرہونالازم آئے گا۔مختصراً قادیانی کواس سے گریزنہیں ہوسکتا۔یا تو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع ہونے پرایمان لانا پڑے گا یا قواعدعربیت سے منحرف ہوگا۔پس دومیں سے جسے چاہےاختیارکرلے،**دوسرااعتراض** پہلی ضمیر کامشکوکیۃ القتل کی راجع کرنے سےاس ضمیر کاخودمسیح علیہ السلام کے جانب پھیرنے سےاولی نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔پھرمشکوکیۃ کومرجع بنانا باوجوداس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کوترجیح دینا ہے۔

وهذا افحش من ذالک مع انه یکون المعنی علی هذا ان کل کتابی یؤمن بان المسیح مشکوک القتل وان قتله لیس بقطعی کما اوضحه بنفسه وهذا المعنی لایستقیم لان اتیانهم بمضمون قتل عیسیٰ علیہ السلام فی عنوان الجملة الاسمیة وتاکیده بان صریح فی کونهم مذعنین بقتله ولذا رد الله عزوجل ادعائهم هذا بقوله عزوجل﴿وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ اذلولم یکن لهم الاذعان لکفی فی ردهم ﴿وَمَاقَتَلُوْهُ﴾ولم یزد علیه قید﴿يَقِيْنًا﴾ فالقول بانهم لم یکونوا مذعنین بل کانوا شاکین فی قتله قول بالغاء قید﴿يَقِيْنًا﴾ فی قوله تعالیٰ ﴿وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ لخلوه عن القاعدة علی هذا التقدیر وادعاء ان قید یقینا قید للقتل المنفی فی وما قتلوه فیکون النفی واردا علی القتل المقید بهذا القید والنفی علی هذه الوتیره

یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے۔مع ہٰذا آیت کامعنی اس تقدیر پریوں ہوگا کہ ’’ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے۔کہ مسیح علیہ السلام کامقتول ہوناشکیہ ہے۔ان کامقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔‘‘ چنانچہ قادیانی اس بات کوخودواضح کررہا ہے۔حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کامقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے۔اورپھراس کو مؤکد بھی کردیا ہے۔پس یہ صراحۃً اس پردال ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے پر اذعان کربیٹھے ہیں آخراسی واسطےتو خداوندتعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ ’’انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا‘‘۔اجی!اگرانکومسیح علیہ السلام کےقتل ہوجانے پراذعان نہ ہوتا تو خداوندتعالیٰ اتنا ہی فرمادیتے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کوقتل نہیں کیااوریقیناً کی قیدنہ بڑھاتے۔پس یہ کہنا کہ ان کویقین واذعان نہیں ہے۔یہ صاف طورپراس بات کااقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قیدلغو ہے۔ نعوذباللہ منہ اچھاصاحب اگریہ دعویٰ کریں

كما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذالک يصح بانتفاء المقيد والقيد كليهما وههنا كذلک فان القتل مع التيقن منتف لاينفعه ولاينجيه من لزوم الغاء القيد لكفايته نفى اصل القتل فى ردهم مع انه يخالف القاعدة الاكثرية من ان النفى الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على كون قول المنافقين لرسول الله ﷺ نشهد انک لرسول الله من غير صميم القلب فيكف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين

کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منتفی ہوتی ہے۔ ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے منتفی ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منتفی ہے اس واسطے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر بھی قادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقر بننا پڑے گا۔ اولاً کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے۔ تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ علاوہ بر آں یہ کہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ جملہ ﴿انا قتلنا المسيح ...... الخ﴾ بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری ایک آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس یہ دعویٰ کرنا اہل کتاب نے باوجود کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے، کیسے بلا دلیل

من قبيل اظهار خلاف ما كانوا عليه لئلايتوجه ايراد لزوم الالغاء على الكائد المستدل بل وجد الدليل على انهم كانوا بقتله مذعنين كما يدل عليه صريح عبارة القرآن ان النصارى قديمًا وحديثا يدعون بذلک ويدعون الناس الى الايمان بذلک ويزعمون ان وقوعه له عليه السلام كان كفارة لذنوب امته مع انه كان ذلک مكتوبًا فى انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لايمانهم بالانجيل وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشک فى قتل عيسىٰ عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لايتصور ان ينسب الى جميعهم الشک فى قتله و قوله عزوجل وان الذين

قبولیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو ندارد ہے اس لئے قادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہے۔ پہلے شاہد عدل ہے۔ دوم نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی ہو۔ لیکن وہ اس پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ یہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے ہیں کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکہ متصور ہے۔

شاید ایسے لوگوں کو اس آیت سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ ”وہ لوگ کہ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں نہیں ان کو اس پر اذعان مگر کہ ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے۔ کہ شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ

اختلفوافیه لفی شک منه. مالهم به من علم الاالاتباع الظن موؤل. بان المراد بالشک لیس مایتساوی طرفاه کما اصطلح علیه المنطقیون بل المراد من الشک المذکور مایقابل العلم ومن العلم الحکم الجازم الثابت المطابق لنفس الامر وعلی هذا لاتنافی بین شکهم واذعانهم فی قتل عیسیٰ علیه السلام فیکون معناه ”وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه“ ای لفی حکم غیر مطابق للواقع وان کان حکمهم بذالک حکمًا جازمًا ولاکن لعدم مطابقة لنفس الامر لایعد علمًا بل شکا ولیس لهم بذلک علم اذ لابد فیه من المطابقة فی نفس الامر فهم انما یتبعون الظن ای الحکم الغیر المطابق لنفس الامر فیکون مال الشک والظن واحدًا ولوارید بالمعنی المصطلح لاهل المعقول لم یتحد مصداقهما المتبائن

منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔“ منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں[1] بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے کے بارے میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ بریں تقریر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارہ میں شک میں ہیں۔ یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے۔ گو وہ لوگ یہ حکم بزعم خود قطعاً و جزماً لگاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم ویقین نہیں ہے۔ بلکہ شک ہے۔ کیونکہ یقین کے لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال

[1] جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو۔ ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہو اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

بینهما لوجوب رجحان احد طرفی الظن ای الطرف الموافق وعدمه مطلقا فی الشک وهذا ظاهر.

واطلاق الشک والریب علی غیر المعنی المصطلح لهم مما یقابل العلم الیقینی شائع وفی القرآن واقع. قال عزوجل ﴿وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا﴾ اطلق الریب علی انکارهم وقولهم الجازم بانه کلام البشر وبانه شعراو کهانة یدل علی ذالک قوله تعالیٰ ﴿فَلَا اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ۰ وَمَا لَاتُبْصِرُوْنَ۰ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ۰ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلاً مَّا تُؤْمِنُوْنَ۰ وَلَابِقَوْلِ کَاهِنٍ قَلِیْلاً مَّا تَذَکَّرُوْنَ۰ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ فلو کانوا شاکین فی کونه کلام الله تعالیٰ بالشک المصطلح لما وقعت هذه التاکیدات من کون الجملة اسمیة. وتاکیدها بان وبالقسم

اور حکم کے تابعدار ہیں جو واقع کے مطابق نہیں۔ اس لئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک وظن کو منطقیوں کی اصلاح کے موافق لیں گے۔ تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے نزدیک ظن[1] وہ خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہو اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہئے۔

چنانچہ ظاہر ہے رہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کے معنی برخلاف منطقین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارہ میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو...... الخ اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے۔ ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ (یہ خدا کا

[1] چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو منطقین ظن کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

فهذا دلالة بينة على شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالٰى البالغ الى حد الجزم بانه كلام غير الله.

وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالٰى ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ وخلاصته الاشكال الذى ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاول الى الشک اما لزوم الغاء القيد فى الاية واما حمل قولهم

کلام نہیں ہے، بلکہ کسی بشر کا ہے۔ شعر کہانت ہے) اطلاق کیا گیا ہے اس پر خداوند تعالٰی کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبرئیل علیہ السلام کے منہ سے نکلا ہے۔ کسی بشر کا کلام شاعر کا کلام نہیں ہے، تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ یہ کاہن کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کنندہ بایں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں۔ ''تو خداوند پاک تاکیدیں یاد نہ فرماتا۔ پہلے کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا دوم اِنَّ کو ذکر کیا۔ سوم قسم پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ ''ان کا انکار قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کرلیا ہے کہ غیر اللہ کا کلام ہے۔

اس طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو'' اطلاق کیا ہوا ہے۔ دیکھئے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے

انا قتلنا المسيح ابن مريم على خلاف الظاهر مع وجود مايوجب حمله

على الظاهر. فمن التزم الاول فقد لكافروان الثانى فقد تحامر فايهما شاء فليختر و **ثالث الانظار** ان فى هذا التوجيه تكلفاً بحيث لايتبادرالذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذالک مخل لكمال فصاحة القرآن. **والرابع** ان المعنى على هذا التقدير يؤول الى انهم يصدقون بمشكوكية قتله ولما كان الشک والمشكوكية متحدين لزم كون التصديق متعلقا بالشک الذى هو تصور سواء اريد بالشک مفهوم

ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کرڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔ پس جو لوگ پہلے التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔ **تیسرا اعتراض** کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ''ارجاع'' سے انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضمائر کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پُر از فصاحت قرآن کو بٹا لگانا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا دعوٰی ثابت ہوا۔ **چوتھی بحث** کہ جب اسی طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک ومشکوکیۃ چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔ یہ شک جو ایک کا تصور ہی ہے۔ اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے۔ وہی مقصود رکھیں۔ اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق

العنوانی اومصداقه لان کلامنهما تصور لامحالة وسواء ارید بالتصدیق الادراک الاذعانی الذی هومن جنس الادراک اوالحالة ادراکیة الاذعانیة التی هی من لواحق الادراک وتعلقه بالتصور مطلقا باطل کما تقرر فی مقره ولکن تعلقه بالشک حال کون التصدیق من جنس الادراک افحش من تعلقه به علی تقدیر کونه من لواحقه لانه علی هذا یکون الشک معلومًا والتصدیق ادراکاً وعلمًا به وقد ثبت بالبرهان عندهم اتحاد العلم بمعنی الصورة العلمیة بالمعلوم فلزم اتحاد التصدیق والشک مع انها متبائنان.

ادراک وتصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے۔ جسے ''دانش'' کہتے ہیں۔ مطلوب ہو۔ لیکن تصدیق کا بہر حال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کا ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے۔ کہ علم تصور وصورت علمیہ [1] کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ لہٰذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکر غلط نہ ہو کہ تصدیق وشک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔

پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا۔ کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ

[1] جب انسان کا مثلاً علم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو صورت علمیہ کہتے ہیں۔ ۱۲۔ مترجم

والنظر الخامس ان الشک المصطلح عبارة عن التردد بین طرفی النسبة من الوجود والعدم علی التساوی ای ادراک النسبة مع تجویز طرفها من غیراذعان باحد جانبیها. فالمعنی الذی اراد الکائد من ان اهل الکتب یؤمنون بشکهم فی قتل عیسی قبل الایمان بموته الطبعی یرجع الی ان شکهم فی قتله. حاصل من غیراذعان بموته الطبعی لان من لوازم القبلیة ان لایوجد التبعد حین حدوث القبل. ولان الشک فی قتل الشخص مع الایمان بموته الطبعی مما یستحیل ولا خفاء ایضا فی ان لقتله علیہ السلام طرفین وجوده وعدمه فاذا کان مشکوکا یجب ان لایذعن باحد جانبیه مطلقًا ولابما یندرج فی ذالک الجانب وظاهران الموت الطبعی یندرج فی عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحیٰوة والموت

ایسا ہے۔ یا ایسا۔ لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔ پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ ''اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح علیہ السلام کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔'' اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے۔ کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو، نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو۔ تو اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات سے ہے۔ ظاہر تر ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں۔ ایک یہ کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہوگئے ہیں۔ پس جبکہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہوگئے ہیں اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔'' یقین ہو۔ اور نیز اس پر جو عدم القتل مندرج ہے۔

یقین نہ ہو لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے ہاں یہ اندراج ایسا

الطبعی کلیهما.

فتجرید الشک فی قتله من الاذعان بموته الطبعی من اجلی البدیهیات لان تساوی طرفی الشک مع رجحان احدهما غیرممکن وهذا مما لیعلم کل من له ادنی فهم فلوکان مراد. هذا الایة ماقاله فای علم حصل بنزولها. وای فائدة من فوائد الخبر ترتبت علیه فتدبر علی ان حملک هذاالأیة علی ماحملت قول بان هذه لالأیة مبنیة لبعض اجزاء الماهیة للشک و هذا کانه ادعاء ان القرآن یبین المعانی المصطلحة

ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔اس لئے کہ عدم القتل جیسے زندگی کو شامل ہے ویسے ہی طبعی موت کو شامل ہے۔

لہٰذا لازم ہوا کہ جس صورت میں مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو۔تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو اور یہ بالکل بدیہی ہے۔کیونکہ شک کے لئے جانبین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے چنانچہ کم درایت والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بنابراں اگر آیت سے وہی مراد ہے جو قادیانی سمجھتے ہیں تو کہتے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا اس خبر پر کون سے عوائد مرتب ہوئے علاوہ براں اگر اس آیت کو قادیانی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے نے وہ معنی بیان کئے جو قوم کے مصطلح ہیں پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی کافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے۔حالانکہ اس امر کا کوئی عقل مند قائل نہیں ہے۔ اس پر قادیانی کی دوسری توجیہ سوا اس پر بھی پانچویں بحث کے سواء سب ابحاث وخدشہ وارد ہوتے ہیں۔

لقوم کما ان الکافیة والشافیة والتهذیب وامثالها کذلک فهل یتفوه به عاقل.

واما علی التوجیه الثانی فیرد علیه ماعدا الخامس من الانظار المذکورة کلها. ویرد علیه خاصة ایضًاان سلب الاوصاف بتما مها عن فرد فرد من افراد شئ ثم اثبات صفته معینة لها کما یقتضی انحصار ذالک الشی فی تلک الصفة وهذاانحصارحقیقی کذلک سلب وصف معین عنهاسواء کان مقدراًاوملفوظاً ثم اثبات منافی ذلک الوصف یقتضی انحصارالشی فی المنافی للوصف المسلوب وهذا انحصاراضافی وکلا هذین الحصرین نوعا حصر الموصوف فی الصفة واما انحصار

البتہ اس دوسری توجیہ پر خاصۃً یہ بحث وارد ہے۔وہ یوں ہے۔کہ ”تمام اوصاف کا سب کسی شی کے ہر ہر فرد سے کر دینا، پھر خاص صفت انکے واسطے ثابت کرنا۔جیسا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوف اسی صفت میں منحصر ہو جائیں اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقدر ہی ہو۔بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہو ان افراد کو ثابت کرنا“ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام ”حصر حقیقی“ دوسرے کا نام ”حصر اضافی“ ہے۔لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کیلئے دو قسم ہیں۔اس پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سوا اس واسطے کہ وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں، صفت کا موصوف میں بطور ”انحصار اضافی“ کی منحصر ہونا سو اس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے۔ اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ ”حصر اضافی“ اور

الصفة فی الموصوف بالانحصار الحقیقی فبوجودها فی الموصوف و
انتفائها عن جمیع ماعداه اوبالانحصار الاضافی فبوجودها فیه وانتفائها
عن بعض ماعداه فقط.

ومن المعلوم بالبداهة صدق المحصور فیه علی محصور الکلی
کلیا وفی الایة انحصار اضافی لانحصار اهل الکتاب فی الایمان بالنسبة
الی وصف الکفر دون سائر الاوصاف.

فلکون المراد من الایة سلب الکفر عن جمیعهم واثبات نقیضه

نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں کلیۃً منحصر ہے کلی طور پر
صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل
کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے
ہیں۔ لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔

پس مراد اس آیت صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا اور سب کے
لئے صفت الایمان کا ثابت ہونا ہے۔'' لاغیر اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ
انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک
صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے لہٰذا مفاد الآیۃ یوں ہوا کہ سب اہل
کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائے جائیں یا نہ۔ پس سب
اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب
کو ثابت کر دیا گیا۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہوں گے تو لازم
آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہئے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی
اس پر ایمان لائے گا۔'' اس لئے یہ قضیہ موجبہ محصورہ کلیہ بنا۔

من الایمان لجمیعهم کذالک وحصرهم فی ذلک النقیض یجب صدق
الایمان علی الکتابی صدقًا کلیا بان یقال کل کتابی یؤمن به فهذه قضیة
موجبة محصورة کلیة.

فاذا حمل قوله تعالٰی عزوجل ﴿وان من اهل الکتاب الالیؤمنن
به﴾ "قبل موته" علی ماحمله فی هذا التوجیه یکون معناه کل کتابی یؤمن
بمشکوکیة قتله علیہ السلام قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل
المضارع علی الماضی والاغماض عن مفاد النون الثقیلة من معنی

جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں تو اس
تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کے قتل کی مشکوکیۃ پر ان کے مرنے سے
پہلے ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر
صیغہ مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی اغماز کریں کہ نون تاکید ثقیلہ
معنی استقبال کو چاہتا ہے مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بتصریح بیان کریں گے وہ
یہ ہے کہ یہ حکم خاص انہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ اور آپ کی
مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے
لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل
کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور جو
اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے
گا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت
میں موجود ہو۔ اجی جب تم مسیح علیہ السلام کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ
ہوئے کہ مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لاچکے ہیں تو صاف لازم آیا

الاستقبال. اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين في
زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة آنفا واما ان يعم للموجودين منهم
قبل رفعه وبعده الى يوم القيامة وهذا يؤدى الى تجويز وجود من لم يوجد
حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجويز لمعية
النقيضين وكذا يرد عليه ان حمل موته الذى هو مصدر على الماضي من
غير داع فخصص تكلف لايرتضيه ارباب الفهوم ويرد على تصويبه كلا
المعنيين ونسبة كلا منهما الى الكشف والالهام.

ان احد المعنيين باطل لامحالة اذ التوجيه الثانى قوى الاحتمال

کہ جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے۔ موجود ہوں آخر جب سب کے لئے موت
المسیح علیہ السلام سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی
موجود ہونا چاہئے ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متصل ہو یہ تجویز گویا اجتماع
النقیضین کو جائز کردینا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ یہاں مصدر کو بلا
موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ بناوٹ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔
رہی یہ بات کہ متدل دو معنوں کو اپنے منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے
مؤید کرتا ہے۔

سوواضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے
کہ دوسری توجیہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو
اجتماع النقیضین لازم آتا ہے۔ چنانچہ گزرا پہلی توجیہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم
وخصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری
ندارد ہے۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔

في الخصوص لاهو نية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول
لايتمشى فيه سوى العموم والعموم والخصوص مما يتغائران فان سلم
التوجيه الاول انتفى التوجيه الثانى وان الثانى ارتفع الاول.

فاحد الكشفين لوفرض بالهام من الرحمن يكون الاخربالهام من
الشيطان اذ لو كان كلاهما بالهام الله تعالى لما وقع التخالف بينهما.
فالحق ان كلا الكشفين من الكشوف الكاذبة الشيطانية لامن الكشوف
الصادقة الرحمانيةوالالم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة
وايرادات عقلية ساطعة. فالذى من شانه امثال هذه الدعاوى ومن خصائله
انه اذا اخذ بالقرآن تمسک بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الى القرآن

اب کہیے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کرلیں گے۔ تو دوسرا بداہۃً
شیطانی ہوگا۔ اس لئے اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے
تھا۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ
اعتراضات ساطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات ہے کہ اگر ان
کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں
تو قرآن طلب کرتے ہیں جب دونوں پیش کئے جائیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں پھر
عقل بھی اگر پیش کی جائے تو کشف لے بیٹھتے ہیں تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی
جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہوجاتے ہیں غرض کہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے ہر ایک
دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں اس پر جب
بوجھ ڈالنا چاہیں تو اڑنے والا جانور بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اوڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے
یا یوں کہ ایسے لوگ اس مرض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو، نہ وہ زندہ اور

واذا بهما تشبت بالعقل وان بكل منهما تذيل بالكشف والالهام. فان طولب بدليل يدل على صدق كشفه تبهت وتحيروتنكس اوهو مثيل للمريض مرض الموت ليس بحى فيرجى ولاميت فيلقى اوتطير للنعامة. اذا استطيرتباعرواذا استحمل نطائر فاقول بفضل الله تعالىٰ ان المعنى الصحيح للاية المذكورة الذى لايرد عليه شىء من تلك الانظارهو انهم قالوا انامتيقنون بقتل المسيح ابن مريم فردهم الله عزوجل بانهم ﴿مَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ﴾ فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لابد للعلم اليقينى من مطابقته لنفس الامرو اذالم توجد المطابقة لم يتحقق التقين بقتله فحكمهم بهذا

نہ مردہ ہے اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہے۔ خیر جو ہیں، سو ہیں ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔ ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف وخلف آیت ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ...... الخ﴾ سے سمجھتے ہیں اس طرز پر اعتراض مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہوجانے پر یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ پس کیونکر مسیح علیہ السلام کے قتل ہوجانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا متصور ہے۔ اس لئے کہ علم یقینی کیلئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہوسکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقینی ہو ہرگز نہیں لہٰذا ان کا یہ دعوی کہ ہم قتل کے بارہ میں متیقن ہیں باوجود کہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے ''بلا شبہ جہل مرکب'' ہے کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارہ میں شک میں مبتلا ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے نہیں ان کو یقین حاصل بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی

النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقينى به شبهة صرفة وجهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق. الثابت فى نفس الامر فهم فى شك منه اى فى حكم لم يطابق الواقع وليسوا على اليقين بل هم يتبعون الظن والجهل المركب. لانهم ﴿مَاقَتَلُوْهُ﴾ اى انتفى قتله انتفاءً يقينيًا بان يكون قوله يقينا قيدًا للنفى لاللمنفى ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ بالرفع الذى ينافى القتل وهو الرفع الجسمانى دون الرفع الروحانى. فانه لاينافى القتل بل يجامعه فى نفس الامر فى اعتقاد المخاطب ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا﴾ لايعجزه شىء عن رفعه عليه السلام مع جسده ﴿حكيما﴾ فى صنع رفعه. و

ہے کہ یقیناً نفی ﴿مَا﴾ کی قید ہے نہ منفی ﴿قَتَلُوْهُ﴾ کی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ بلکہ خداوند عزاسمہ نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ بجسدہ منافی قتل ہے۔ نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں یعنی رفع روحی، کیونکہ رفع روحانی واقعہ اور اعتقاد مخاطب میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ خداوند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ﴿حَكِيْمًا﴾ خدا حکمت والا ہے۔ رفع کے کام میں نہیں کوئی ایک بھی ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ﴾ اہل کتاب میں سے مگر کہ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے ان کے مرجانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ مرگ کی حالت میں اور یہ ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے عام ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو، پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہرحال ایمان کی حفاظت ہے۔ دیکھو! ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال پر بالاجماع دلالت کرتا ہے۔ اپنے ہی طور پر رہا' اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں

ليس احد من اهل الكتب الاليؤمنن به . اى بعيسى قبل موته اى قبل موت عيسىٰ سواء كان ايمانه نافعًا له كالايمان فى حالته غير البأس اعم من ان يكون قبل نزول عيسىٰ اوحين نزوله. فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع والنون الثقيلة. التى تدل على استقبالية مدخولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شىء من النقوض. فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكروم

سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ كما هو الظاهر بالمتامل الصادق۔ لہٰذا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے۔ اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے۔ اور اس کے برخلاف الہامات وکشوف کو کھنڈروں پردے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔ گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑالو اس سے انحراف کرے۔

عليه بالصحة الصافى عن شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظروان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر.

ثم استدل القاديانى بطريق الالزام على اهل الاسلام القائلين بحيوة المسيح عليه السلام .بان كل من يؤمن بوجودالسموات يؤمن بتحركها على الاستدارة. فلو كان عليه السلام على السماء للزم بتحركها تحركه فلم يتعين له جهة الفوق بل على هذا. قد يصير فوقاوقد يصيرتحتا فلا يتعين له النزول ايضًا.اذ النزول لايكون الامن الفوق. وايضا يلزم كونه فى الاضطراب وعدم القراردائما مادام هو فى السماء وهذا نوع من العذاب وجوابه ان جهة الفوق يطلق حقيقة على منتهى الخط الطولانى من جانب راس الانسان بالطبع من محدب فلک الافلاک وجهة التحت على منتهى ذلک الخط ممايلى رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لا تتبدلان عوض ويطلق الفوق والتحت على الحدود التى بين المركز وبين المحدب ايضًا لكن اطلاقا اضافيا لاحقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلا محدب فلک القمر متصف بالفوقية بالاضافة الى مقعره. وما عداله من الحدود المتقاربة الى مركز ومتصف بالتحية بالنسبة الى سائرالا فلاک. فهذا الحد المعين فوق وتحت بالوجهين

والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز وبين محدب فلک الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من المحدب فهو تحت ومابا لعكس فهو فوق بخلاف المحققين فان ما يتصف منهما بالفرقية لايمكن ان

يتصف بالتحتية وما يتصف بالتحتية لايمكن اتصافه بالفوقية. لان محدب الفلك الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لاتغير ولاتبدل فيهما. وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان فى السماء الثانية فلاريب فى انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو على وجه الارض. فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه بتحرك السموات فلا يلزم عدم تعين جهة الفوق له عليه السلام بل مادام هو فى السماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعا. فاذااراد الله تعالىٰ نزوله انتقل من مقره السماوى من محدب السماء الثانيه بحيث بتزايد البعد فيما بينه وبين محد ب فلك الافلاک آنا فانًا من البعد الذى كان بينهما وتناقص كذلک البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض. وانت تعلم ان الحركة من المحدب الاعلى اومما يقرب الى جانب مركزالعوالم هو النزول كماان الحركة من جانب ذلک المركز الى جانب ذلک المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه بتحرک السموات على الاستدارة عدم تعين النزول له عليه السلام وايضًالم يلزم من تحركه بتحرک السموات كونه مضطربا وفى نوع من العذاب الا ترى الى الذى ذهب اليه اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكواكب التى تدورحولها. وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل لارض حركة حولها وان الارض احدى السيارات عندهم التى منها عطارد والزهرة والارض والمريخ. وقال بعضهم ان الارض هى التى تتحرک هذه

الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق وبسببها ترى الكواكب طالعة وغاربة. لانها اذا تحركت كذلک وكانت الكواكب ساكنة اومتحركة الى تلک الجهة ايضًا لكن بحركته ابطاء من حركتها ظهرلنا فى كل ساعة من الكواكب ماكانت محتجبة بحدبية الارض فى جانب المشرق واحتجبت عنا بحد بتيهافى جانب المغرب ماكانت ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض ساكنة. وان الكواكب هى متحركة بتلک الحركة السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرک الارض اليها كمايتخيل ان السفينة الجارية فى الماء ساكنة مع كون الماء متحركا الى خلاف جهة السفينة. وهذا القول وان كان مردودا بان الارض ذات مبدميل مستقيم طبعا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرک على الاستدارة وبانها لوكانت كذلک لما وصلت الطيور الى جهة المشرق عند طيرانها من المغرب الى المشرق. وان كانت المسافة التى بين مبدٔ مسيرالطيور وبين منتهاه مسافة قليلة الابعد مضى اكثر من يوم وليلة. وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع مافى الجومن الطيور متحركا الى جانب المغرب سواء كان ذلک الطائر متحركا بحركة نفسه الارادية الى المشرق اوالمغرب. وذلک بطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض وبوجوه اخرى تركنا ذكرها. وبقوله تعالىٰ شانه﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَبِكُمْ﴾ وبقوله الكريم ﴿اَمْ مَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ. الاية﴾ فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع كونهم عقلاء لم يجزموابطلان مذهبه هذا بظهورا ستلزامه عذاب من هو

على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهام العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تتزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلك الافلاك على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاك بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلك الافلاك المعبر بالعرش فى لسان الشرع على الاستدارة لانه لم يوجد فى الشرع دليل قطعى يوجب الظن بذلك فضلا عن ان يوجب العلم القطعى كيف ولم يثبت ذلك فى خبر قوى ولا ضعيف ان العرش يتحرك على الاستدارة.ويحرك ماتحته من الافلاك بل قدثبت فى اخبار صحيحة ان له قوائم. وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلك الذى يصفونه على ما يصفونه ولا يابى ماصح انه مقبب كالخيمة.
وقد ورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملائكة وثمانية منهم يوم القيمة. قال عزوجل﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ اى يوم القيمة وعلى هذا كيف المستقيم كون الفلك متحركابالحركة المستديرة وما ورد فى القرآن انما هوسير الكواكب كما قال تعالىٰ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِىْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾وقال﴿كُلٌّ يَّجْرِىْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ وقال ماعظم شانه﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾ وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشترى والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلك الفلك متحركا فلانسلم.انه يلزم بتحركه تحرك سائر الافلاك لان الشرع لم يرد باتصال الافلاك فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع

الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل وردان الارض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة فى فلاة وهكذا السماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة. وهكذا والكل من الكرسى وما تحته بالنسبة الى العرش كحلقة فى فلاة وظاهر انها لوكانت كروية لما صح هذا التمثيل واذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حركتها على الاستدارة ولمالم يثبت الاتصال فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلك الافلاك لايلزم تحرك ماتحته من الافلاك بل عرفت ان نفس حركة الفلك الاعلى ايضًا لم تثبت فلم يرد ما زعمه المستدل بطريق الالزام تقليد اللاوهام العامة. وحاصل كلامنا هذا كله ورود منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله بانا لانسلم كون الفلك الاعلى متحركا ولئن سلم فلانسلم انه متحرك على الاستدارة ولئن سلمناه فلانسلم ان بتحركه يلزم تحرك باقى الافلاك لتوقفه على اتصالها ولااتصال. فلايلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كان ذلك فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعين جهة الفوق له وعدم تعين النزول له وكونه فى العذاب الدائمى ممنوع مطلوب دليله دانى له ذلك وقد عرفته مفصلا وتامل فيه بالنظر الصائب ليظهر لك مبلغ انكشافه فى علم الهيئة ودركه فى القواعد الهند سية ينكشف لك حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقوله المفترى من المسيحية ......الخ.

واستدل القادیانی علی موت عیسٰی علیہ السلام بقوله تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ﴾ وتهذیب استدلاله انه لو کان المسیح حیافی السماء لزم کونه جسدا لایاکل الطعام وکونه خالدا وقد نفی اللّٰه تعالیٰ ذالک فان مفاد الایة سلب کلی ای لاشئ من الرسل بجسد لایاکل ولا احد منهم بخالد ومن المقرر ان تحقق الحکم الشخص مناقض للسلب الکلی والدلیل علی کون المفاد سلبا کلیا قوله تبارک وتعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ فانه صریح فی السلب الکلی فاذا ثبت الرفع والسلب کلیا بالنص ارتفع الحکم الشخص المستلزم للایجاب الجزئی المناقض لذلک السلب المدلول بالنص فان احد المتناقضین لایجامع النقیض الاخر کما لایرتفع معه وهذا بدیهی.

اقول: بتوفیقه تعالیٰ ان فی قوله تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا......الخ﴾ انما ورد النفی علی الجعل المؤلف المتحلل بین المفعولین ومفعوله الثانی

قادیانی اپنے استدلال فاسد میں اس آیت کو موت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی پیش کرتا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔ لیکن ہم پہلے اس استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔ استدلال قادیانی کا یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بھی مان لیا جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا...... الخ

الجواب: آیت مذکورہ میں جو حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے وہ جعل بسیط پر وارد نہیں بلکہ جعل

المجعول الیه هو قوله ﴿جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ......الخ﴾ فمدخول النفی هو الجعل المقید بهذه القیود وظاهر ان المقید ولو یالف قید لایتصور تحققه الابتحقق کل من تلک القیود والقیود التی ههنا هی تالیف الجعل وکون المجعول الیه جسدا مع تقییده بعدم اکل الطعام فلابد تحقق هذا المقید من تحقق تلک القیود الثلثة بخلاف الانتفاء. فانه منصور بانتفاء جزء ای جزء کان ولا یتوقف علی انتفاء جمیع الاجزاء فینتفی ذلک المدخول للنفی بوقوع غیر الجعل موقعه وبانتفاء تالیفه بان یتعلق الجعل المفرد باحدالمفعولین.امابالاول فقط. واما بالثانی فحسب وبرفع خصوص المجعول الیه ووضع امرآخر فی محله وبانتفاء قید عدم الاکل. ولوسلم تحقق کل قید ماعدا فرض انتفائه وبانتفاء مجموع القیود وبمعنی انتفاء کل قید وبانتفاء المقید. اعنی ذاتا مامع تسلیم القیود باسرها فهذه المواد

مؤلف پر ہے۔ جس کے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ ایک کا نام مجعول دوسرا کا نام مجعول الیہ۔ دیکھو اس آیت میں انبیاء علیہم السلام مجعول اور جسد مجعول الیہ۔ جو بغیر طعام کے فاسد ہو جاتا ہے۔ پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی جو مقید ہے۔ اور بدیہی ہے کہ مقید، گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوں نہیں پایا جاتا جب تک کل قیود نہ پائے جائیں۔ اب یہاں تین قیدیں ہیں: ایک جعل کا مرکب ہونا، دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا، سوم عدم الاکل کی قید۔ لہٰذا یہ جعل مقید بہ ایں قیود جب ہی موجود ہوگا کہ سب قیود پائے جائیں البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہونا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں' بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جائے تو اس چیز کا عدم پایا جائے گا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ بجائے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اگر اور ہی چیز

والمواقع ليست الا بالامكان لابالفعل والاطلاق الارفع القيد الاخير. فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالىٰ ﴿وَمَاجَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا﴾ وتحقق ماعدا ذلک القيد مسلم بل مثبت بالبراهين النقلية القطعيتين وعدم الاكل الذى هو امرعدمى متصور بوجهين بعدم اكل شئ ما اعم من ان يكون طعاما اوغيره وبعدم اكل الطعام خاصة وان وجد معه اكل غير الطعام وعدم ذلک الانتفاء الذى اضيف الى الامر العدمى انما يتحقق بتحقق نقيض ما اضيف اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذالک العدم الذى هو فى قوة السالبة ثبوت الاكل الذى هو فى قوة الموجبة المحصلة اذعموم الاولى من الثانية انما هو بامكان تحققها بعدم الموضوع وعدم امكان تحققه العين عدمه لضرورة استدعائها وجود الموضوع ومن البديهيات ان الموضوع فيما

فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اڑا دیں یا بایں طور کہ صرف پہلے مفعول یا دوسرے کیساتھ متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں مگر عدم اکل یا تمام قیود یا مطلق شی کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا فرض کر لیں تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا' لیکن یہ سب مفہومات ممکن ہی ممکن میں واقع ہیں۔ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں۔ البتہ ان میں سے عدم اکل کا منتفی ہونا گو ممکن ہے واقعی بھی ہے۔ماسوا اسکے جتنے ہیں واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے۔اسلئے ایک عدمات واقعی نہیں۔ جب یہ سن لیا تو اسکا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام بھی نہ کھایا جائے۔اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا جب متحقق ہوگا کہ کھانا متحقق ہو پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبتہ السالبتہ ہے موجبہ محصلہ لازم ہوا گرچہ یہ

نحن فيه موجود. وقد تقرر فى مدارک العقلاء التلازم بين السالبة السالبة وبين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فيلزم من قوله تعالىٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّايَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ الذى هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعنى كل رسول ياكل الطعام فيقال لمن يدعى به على اثبات موت المسيح ابن مريم ان نسبة الاكل الى كل رسول فى هذه القضية هل هى بالضرورة بحسب الذات اوبحسب الوصف اوفى وقت ماوفى وقت معين اوبحسب الدوام ذاتا اووصفا اوبالاطلاق اوبالامكان

ملازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے' لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم السلام) امر واقعی ہی پر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے، ضرور ہونگے۔

اس واسطے ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ آیت مذکورہ ﴿وما جعلناهم﴾ قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔اب قادیانی سے مستفسر ہیں کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لئے انکی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کے وہ ذات کے اعتبار سے وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے یا تین زمانوں میں کسی زمانوں میں ثابت ہے یا یوں کہو کہ اسکا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع قید اللادوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللاضروری جیسا کہ اول کے ماسوا میں بنا بر ایک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض یا لاضرورۃ اللادوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔بہر حال یہ ظاہر ہے کہ ضروریہ یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کھانا بالضرور ثابت ہے اور دائمہ یعنی ہر رسول کیلئے اکل الطعام دائما ثابت ہے باطل ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع

مع قید اللادوام فی ماعدا الاول والخامس اومع قید اللاضرورة فی ماعدا الاول فقط علی رأی اوفی ماعدا الخامس ایضا کما علی رأی آخر وان لم یکن بعض التراکیب منها متعارفا اولایعتبر قید اللاضرورة ولاقید اللادوام الاول والخامس بدیهی البطلان بوجود نقیض کل منهما وهو امکان عدم الاکل للاول واطلاقه للخامس وکذاالثانی والسادس لعدم مدخلیة وصف الرسالة فی ضرورة الاکل اودوامه کما لامدخل فیهما لمعنون ذلک الوصف وکذا لاتکون ضروریة بحسب الوقت مطلقا لابحسب وقت ماولابحسب وقت معین لان غایة الامران یکون الاکل ضروریا بشرط الجوع والجوع لمالم یکن واجبا فی وقت مالم یکن المشروط به ضروریا فی وقت ماکما صرح به فی کتب المنطق من الکتابة لیست بضروریة فی

النقیضین پایا جائے گا۔اسی طرح پر دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے۔اب اس مطلقہ عامہ کوکون باطل کرسکتا ہے۔یہ صریح صادق ہے‘اس لئے دائمہ کاذب ہوانہیں تو ویسے ہی اجتماع النقیضین لازم آئے گا جیسا کہ گزرا۔ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔اس واسطے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یادوام اکل کونہیں چاہتا۔علی ہذا القیاس اکل الطعام رسول کیلئے مطلق وقت میں کوئی وقت ہواور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں۔آخر یہی تو کہوگے کہ اکل طعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہوضروری ہے اور حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ بھوک خودضروری الوجودنہیں پھرطعام کا کھانا جواس کامشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خودکسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں تو جسکے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت ضروری نہیں۔وجہ یہ ہے کہ کتابت

حین من الاحیان فما ظنک بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئ غیر الضرورة فی وقت ذلک الشئ والاول لایستلزم الثانی کما فی تحرک الاصابع بشرط ا لکتابة. فان التحرک بشرط ضروری. ولیس فی وقتها بضروری فکذلک ضرورة الاکل بشرط الجوع امر وضرورته فی وقت الجوع امر آخر لاتلازم بینهما فضلا عن الاتحاد فاذا لم یکن الاکل ضروری فی وقت مالم تکن القضیة وقتیة مطلقة ولا منتشرة مطلقة فلم تکن وقتیة ولامنتشرة لاستیجاب انتفاء الاعم انتقاء الاخص وکون الاکل ضروریا بشرط الجوع لایقتضی ان تکون القضیة مشروطة ایضا اذ

چونکہ کسی وقت ضروری نہیں۔اورمنجملہ اوقات وہ وقت بھی سہی جس میں کتابت متحقق ہے۔بس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت کب ضروری ہوگا،ویسے کھانا گوبشرط الجوع ضروری ہے مگر جوع کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کرآئے ہیں۔شاید کہوگے کے جب مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہوضروری ہے تو قضیہ مشروطہ صادق آئے گا(کہ ہررسول کیلئے بشرط الجوع اکل طعام ضروری ہے)حالانکہ تم کومضر ہے۔سوواضح ہوکہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آتا۔سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا،کیا معلوم نہیں کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اوروصف کے ہوجسکے ذریعہ سے موصوف پرحکم لگایا گیا ہواور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اورعنوان رسول کالفظ ہے نہ بھوک کا۔پس مشروطہ کیسے بن سکتا ہے بنابریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یاممکنہ عامہ ہے خواہ دوام یالاضرورت کی قیدلگائیں یانہ۔ ہاں مطلقہ اورممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے(کہ یارسول اکرم آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے تھے،بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے)کیونکہ

المشروطة مایوجد فیه الضرورة بشرط الوصف العنوانی لابشرط ای
وصف کان ومن الظاهر ان الوصف العنوانی فی القضیة انما هو وصف
الرسالة دون وصف الجوع فلم یبق الاان یکون بالاطلاق اوالامکان مع
قید اللادوام اواللاضرورة اوبدونه والاول من کل منهما متعین بدلیل قوله
تعالی﴿وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّااِنَّهُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ
فِی الْاَسْوَاقِ﴾فیکون وجودیة احد جزئیها ثابت بهذه الایة وثانیهما بما
مرمن البیان وهی ان کانت مستلزمة لما عداها لاکنها...لکونها اخص

اس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے
پھرتے تھے نہ یہ کہ ہروقت میں۔پس جیسا کہ ہروقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی
مطلقہ عامہ ہے۔ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔پس جبکہ اس ممکنہ
اور مطلقہ کو لادوام کی قید لگائیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ ایسا ہو کہ پہلی جزء آیت مذکورہ سے ثابت
ہوئی اور دوسری جزء یعنی لادوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایا ثبوت کو پہنچا۔البتہ اس
وجودیہ کو بسبب اسکے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ
یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہرے گا۔اس واسطے
اسکی دو جزء لے کر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں گے کہ وہ اہل اسلام کے عقیدہ سے مخالف
ہے یا نہیں۔دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتا ہے اور کوئی رسول بعض اوقات میں
طعام نہیں کھاتا۔اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی سے مخالفت نہیں
رکھتا کیونکر یہ قضیہ (کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں
نہیں کھاتے تھے) صادق ہے اور جو ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے کہ بھوک ضروری ہے سو
اسکی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب سے اجزاء کیسے ہیں اور ان اجزاء کم

احق بالاعتبار وینجل الی قولنا کل رسول یاکل الطعام بالفعل ولاشیٔ من
الرسول یاکل الطعام بالفعل وهذه القضیة لاتناقض ماذهب الیه
الاسلامیون لانه یصدق قولنا المسیح ابن مریم اکل للطعام بالفعل ولیس
باکل بالفعل وماقررنا قیل من ان الجوع لیس بضروری لان الجوع خلو
الباطن واقتضاء الطبیعة بدل مایتحلل منه وذلک فرع التحلل ولاارتیاب
فی تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلیة والخارجیة ولا
تحدید لمراتبه. فالتحلل الذی فی مرتبة ناقصة غیر التحلل الذی فوقه
یجوز سلب کل منهما عن الاخر. وکذلک یقال فی جمیع مراتبه عیناها
فهومسلوبة عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهمامسلوبتان عنها فهذا
حکم اجمال علی کل مرتبة بامکان سلبها عن جمیع المراتب الاخر
کامکان سلب المراتب الاخرعن تلک المرتبة وهذا فرع امکان السلب
فی نفس الامراذ سلب مرتبة معینة فی مرتبة اخری سلب مقید. والسلب
فی نفس الامراعم من ان یکون ذلک السلب مقیدا بکونه فی مرتبة
اخری اولا سلب مطلق ولاریب فی ان امکان المقید فرع امکان المطلق
ومتاخرعنه واذا کان الامر کذلک امکن سلب التحلل راسا.

فامکن انتفاء الجوع اصلامع بقاء الشخص بل حکم اللّٰه تعالیٰ
بتحقیق انتفاء الجوع فی القرآن ولم یکتف بمحض امکانه وقال وعز من
قائل مخاطبا لآدم علیه السلام ﴿اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَاتَعْرٰیo وَاَنَّکَ
لَاتَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی﴾ ولیس ذلک الاالعدم التحلل کما ان عدم
الضحی لعدم الشمس وحمله علی عد دوام الجوع اوعلی عدم استعداده

غیر صحیح والاصح حمل جمیع الافعال المدخولة بحرف النفی علی نفس دوامها اوعدم اشتدادها. وامثال هذا لاتصح ولا تستقیم الالوجود ضرورة داعیة وای ضرورة احوجناالی صرف اللفظ عن الظاهر وحمله علی غیر الظاهر بحیث لاینتقل الیه الذهن اصلا. والتمسک علی وجود تلک الضروة بقوله ﴿وَقُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ غیر مستقیم وان اطلاق الاکل واباحته لهما لایقتضی الجوع اذ کما ان الفواکه فی الدنیالاتوکل الالحصول اللذة لالدفع الجوع کذا طعام الجنة والافتقار الیه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لاجوع ولا تحلل. وانما یکون شدہ گہی ہوئی کے قائم مقام ہونے کوبھوک کہتے ہیں پس جب یہ کہنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ تحلل یعنی ...... کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرور تحلل کے درجے بھی مختلف ہوجائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجہ بے شمار ہیں پس بنابراں کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ ہرایک دوسرے سے سلب کیا جاسکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تحلل اعلیٰ نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مدنظر رکھیں اس سے جوادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کرسکتے ہیں تو گویہ اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسواسب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہوگیا کہ یہ سلب مقید ہے جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور مقید بجز امکان مطلق کے ممکن نہیں ہوسکتا۔

اکله لحصول اللذة فقط. فان لم تقنع بما قلنا فطالع التیسیروالوجیز وکیف لامع انه قد تاکد وتاید بما صح ان فی الجنة بابا. یقال له الریان من دخل شرب ومن شرب لایظمأ ابدا ولافرق بین الجوع والظمأ فلما لاامتناع فی عدم التعطش لاامتناع فی عدم الجوع ولایرد علی ماقلنا من انه اذا امکن سلب التحلل امکن انتفاء الجوع انه احتجاج بلادلیل اذ انتفاء العلة لایستلزم انتفاء المعلول. بدلیل ماتقرر عند الاصولیین من جواز تعدد العلل علی معلول واحد فلا یلزم انتفاء المعلول بانتفاء واحد منها لجواز تحققه بتحقق علة اخری منها کعدم صحة الاحتجاج علی الحکم. بان زید الم یمت بانتفاء واحد من علل الموت کما یقال لانه لم یسقط من اعلی الجبل فهذا الاستدلال غیر صحیح اذ الموت کما یتحقق بالسقوط من اعلی الجبل کذلک به عن اعلی سطح البیت ومن فوق الشجرة الطویلة وبضرب من السیف والحجروامثاله وبنحو امراض یستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها. کیف یجزم بانتفاء الموت اصلاً لامکان تحققه بتحقق واحد آخر من تلک الانواع وعدم وروده. لان التحقیق ان المعلول اذا انحصر فی العلة وتکون العلة لازمة له وهی مفسرة فی کتب القوم بمالولاه لامتنع الحکم المعلول فانتفاء ها یستلزم انتفاء المعلول اذلا یتصور تعدد العلل بهذا المعنی حتی یمکن عند انتفاء احد ها ثبوته باخری منها فاذا لم یجز تعدد العلة وانحصرالمعلول الواحد فی العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع ارتفاع العلة بهذا

المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم. فالاستدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولاريب فى صحته والتحلل بالنسبة الى الجوع كذالک لانه المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لامتنع لابمعنى الامر المصحح لدخول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذا لايلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاكل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كا ستحصال اللذة وقصد علاج ونحوه. وهذا واضح على من له ادنى تامل .

﴿وَاللهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ناقل الايات والاحاديث والتفاسير والفقه والعبارات

القاضى غلام گيلانى الحنفى الفنجابى

ثم چهارچهى ثم الشمس آبادى عفى عنه

حضرت علامہ

قاضی غلام ربّانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز قدس سرہم تقریباً ۱۸۷۱ء میں علاقہ چھچھ کے مشہور قصبے شمس آباد میں پیدا ہوئے۔

حضر علامہ قاضی محمد غلام محمد ربانی قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر اسی دور کی علاقائی درس گاہوں میں تحصیل علم کے بعد یو پی کا رخ کیا اور مدرسہ عالیہ رامپور کے جلیل القدر اساتذہ سے علم کی تکمیل کی۔ ان اساتذہ میں حضرت علامہ فضل حق رامپوری، مولانا ابوطیب مکی اور مولانا منور علی شامل تھے۔

سند فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ کے ہمراہ ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ایک اسلامیہ کالج میں عربی لیکچرار کی حیثیت سے بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے مرید خاص تھے۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ کو متعدد اوراد و وظائف کی اجازت عطا فرمائی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت کی سعادت سے بھی سرفراز فرمایا۔ بنگال میں دس پندرہ سال کے عرصے میں وعظ و ہدایت میں اتنے مشہور ہوئے کہ ''مولانا پنجابی'' کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ کی دعوت رشد و ہدایت کی بدولت ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی اور کئی غیر مسلم خاندان مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آپ ہنس مکھ، کشادہ دل، مہمان نواز اور نہایت مخلص تھے۔ آپ کا دستر خوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ دس بیس آدمی اکثر اوقات آپ کے کھانے میں شریک ہوتے۔ آپ کا حلقہ

اثر بہت وسیع تھا۔ آپ کے تقریباً پچاس ہزار سے زائد مریدین تھے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ جس موضوع پر بولتے دریا بہادیتے تھے۔ قادیانیوں، شیعوں، وہابیوں اور دیگر بد مذہبوں کو آپ نے للکارا۔کوئی بھی آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔آپ کی بہت بڑی لائبریری جس میں کئی نادر و نایاب کتب تھیں جو آپ کے وسعت مطالعہ کی مظہر تھیں۔آپ اردو، فارسی، عربی اور بنگالی زبان میں دسترس رکھتے تھے۔نعت گوشاعری بھی کی لیکن افسوس آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا۔ جہاد بالقلم میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے جن سے آپ کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔مثلاً

☆...... جامع الکلام فی بیان المیلاد و القیام.

☆...... فوز المرام فی بیان حادی عشر لغوث الانام .

☆...... الدلیل المبین فی اعراس الصالحین.

☆...... التحقیق الصواب فی مسئلة المحراب.

☆...... البیان فی اخذ الاجرة علی الاذکار و تلاوة القرآن.

رد قادیانیت :

آپ کے رد قادیانیت پر دو مختصر رسالے دستیاب ہوئے ہیں:

۱...... مرزا کی غلطیاں۔

۲...... رد قادیانی۔

ان دونوں رسالوں کے علاوہ آپ نے تیغ غلام گیلانی کا تتمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ تین دن علیل رہنے کے بعد ۱۲ دسمبر ۱۹۴۶ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔نماز جنازہ میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔آپ کا مزار پرانوار شمس آباد ضلع اٹک کے قبرستان میں واقع ہے۔

مرزا کی غلطیاں

تصنیف لطیف

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

مرزا غلام احمد قادیانی کا مدت دراز سے یہ دعویٰ تھا کہ چوں کہ میں محدث یعنی نبی ہوں۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر وتحریر ایسی معجز عنایت کی ہے کہ کل روئے زمین کے فصحاء وبلغاء اس سے عاجز ہیں۔ مرزا نے بہت رسالے اور ایک آدھ دیوان عربی وفارسی بھی لکھا، مگر کسی عالم علم دار نے اس کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ مگر مرزائی لوگ چوں کہ اس کے علم کی لافیں اور لن ترانیاں بڑے زور وشور سے مار مار کر کہتے ہیں کہ اُس کی مثل منشی اور شاعر اور فصیح وبلیغ ونحودان کوئی آج کل موجود نہیں۔

لہٰذا قدرے بمثال بمشتے نمونہ خروارے اُس کی غلطیاں اُس کی کتاب ''اعجاز المسیح'' سے لکھتا ہوں۔ فاقول وباللہ التوفیق نعم الرفیق۔ قادیانی نے ''اعجاز المسیح'' کے ''اول صفحہ'' پر لکھا ہے۔ (۱) فی سبعین یوما من شھر الصیام۔

اقول: رمضان شریف تو ستروں (۷۰) کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا ایہام معنی غیر مراد سے جو منافی ہے فصاحت وبلاغت کو اس صفحہ میں ہے۔ (۲) وکان من الھجرۃ ۱۳۱۸ھ ومن شہر النصاری۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء۔

اقول: بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔ اسی صفحہ میں ہے۔

(۳) مقام الطبع قادیاں ضلع گورداسپور۔

اقول: ضلع گورداسپور بھی خلاف محاورہ ہے۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کے (غورداسفور) یا جورداسپور چاہیے تھا۔ بلکہ من جھۃ الترکیب والاعراب بھی۔ اسی

صفحہ میں ہے(۴) باہتمام الحکیم فضل دین۔

اقول: بعد التعریب فضل الدین چاہیے۔

قال:ص۲ کدست غاب صدره. او کلیل افل بدره.

اقول:یہ عبارت مقامات حریری کے ص۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔

قال:ص۲وخلت راحتها من بخل المزنة۔

اقول: ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا۔اور تعلیلیہ موہم ہے۔معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا۔

قال:کاحیاء الم ابل للسنة الجماد.

اقول:یہ بھی مقامات حریری کے ص۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔بتغیر ما۔

قال:وعاد جرها و سبرها.

اقول:یہ مثل مشہور ہے۔

قال:ص۳ من کل نوع الجناح۔

اقول:کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا فائدہ دیتا ہے۔جو یہاں پر مقصود نہیں۔اس لیئے نوع للجناح چاہیے تھا۔

قال:ص ۳ کل امرهم علی التقوی .

اقول:یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے کل امرلهم چاہیے۔

قال:فلا ایمان له اویضیع ایمانه۔

اقول:لفظ ایمان کا تکرار مستکرہ ہے۔

قال:ص۷وافرق بین روض القدس وخضراء الدمن.

اقول:یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

قال:کالربیع الذی یمطر فی ابانه.

اقول:یہ بھی حریری سے ہے۔

قال: وعندی شهادات من ربی لقوم مستقرین و وجه کوجه الصادقین.

اقول:''ووجه'' عطف ہے شہادات پر، گویا وعندی وجه ہوا اور یہ خلاف محاورہ محققین ہے کیونکہ وجہ جزء ہے اور جزء پر عند نہیں آتا۔

قال:ماقبلونی من البخل والاستکبار.

اقول:''من'' کا کلمہ یہاں پر ''قبلو'' مثبت کے لئے تعلیلیہ نہیں ہوسکتا اور نفی مستفاد من الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہیے۔

قال:ص ۸ حتی اتخذ الخفافیش وکر الجنانهم.

اقول: ترجمہ یہ ہے۔''یہاں تک کہ چگادڑوں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ بنالیا۔ جنانهم پہلا مفعول ہوا۔اتخذ کے لئے اور وکرا دوسرا مفعول ہوا۔ ''اتخذ'' چونکہ بنفسه متعدی الی المفعولین ہے لہٰذا لام کا لانا فضول ہے۔دوسرا ''تقدیم مفعول ثانی'' کی بے وجہ ہے۔تیسرا جنان اور وکر کا بلحاظ ماقبل یعنی قولهم وفضلهم واعیانهم. کے جمع ہونا چاہیے۔

قال:ص۹ واعطی ماتوقعوه۔

اقول:اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔لہٰذا واعطوا چاہیے تھا۔

قال:ص۹ مفتری۔

اقول: مفتر چاہیے۔

قال: ص ۹ واکفروه مع مریدیه واعوانه وانزل الله کثیرا من الآی فما قبلوا.

اقول: وانزل الله کثیرا فصل کا محل ہی کوئی کلمہ دالہ علی الفصل چاہیے۔

قال: ص۱۱ وقدموا حبّ الصلات علی حب الصلوة.

اقول: ''حریری'' کے پہلے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: ص۱۳ بل یریدون ان یسفکوا قائله.

اقول: ان یسفکوا دم قائله چاہیے۔ لایقال سفکم یدا بل دمه.

قال: ولماجاء هم امام بما لا تهوی انفسهم.

اقول: قرآن کا سرقہ ہے بتغیرما .

قال: وجعل قلمی وکلمی منبع المعارف.

اقول: منابع المعارف یامنبعی المعارف چاہیے۔

قال: وکان غبیاولوکان کالهمدانی اوالحریری فما کان فی وسعه ان یکتب کمثل تحریری .

اقول: یہ غبی جناب فضیلت مآب ''مولانا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی'' کو کہتا ہے۔ ایسے عمدۃ الفضلاء کو غبی کہتا ہے، حالانکہ اعلیٰ قسم کا غبی تو خود ہے جو ''غیر المغضوب علیهم ولا الضالین'' سے سمجھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخص جیسا کہ جہال کا فرقوم ہے کوئی چیز نہیں، اگر علم الٰہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیهم ولا الدجال۔ دیکھو ص۱۸۹ اور اسی ''اعجاز المسیح'' کے صفحہ۴۲ پر مرزا نے لکھا ہے کہ مالک یوم الدین میں یوم الدین جو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانے کا نام

رکھا ہے وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانه زمان یحیی فیه الدین.

اقول: لعنة الله علی الکاذبین المحرفین فی کتاب الله تعالی۔ اللہ تعالیٰ تو خود قرآن پاک میں یوم الدین کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے۔ ﴿وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ o یَصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ یعنی گناہ گار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے، تو اسی وقت سے حساب وکتاب ہوکر گناہ گاروں کو دوزخ میں داخل کیا جاتا۔ پھر باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ o ثُمَّ مَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ o یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ غور کرو ﴿یَوْمُ الدِّیْنِ﴾ اور ﴿یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا﴾ دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔ اور یہی مرزا قادیانی پھر ص۳۵ پر لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ﴿وله الحمد فی الاولی والآخرة﴾ دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولی حمد سے پہلا ''احمد یعنی آنحضرت ﷺ'' اور آخرہ حمد سے پچھلے ''احمد'' کا اشارہ ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی پھر اس کے بعد لکھتا ہے۔ وقد استنبطت هذه النکتة من قوله الحمد لله رب العالمین۔ ''سبحان اللہ یہ مرزا کا استنباط ہے جس پر صرف میر پڑھنے والے طلباء بھی مزاح کرتے ہیں'' کیونکہ ایسے استنباطوں سے تو حضرت ﷺ بھی بے خبر تھے۔

قال: ص ۲۷ وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی.

اقول: حدیث کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۲۷ . وحجته بالغة تلدغ الباطل کالنضناض .

اقول: حریری کے ص۴۹ سے مسروق ہے۔ بتغیرما۔

قال: وما انا الاخاوی الوفاض .

اقول: ''حریری'' کے ص ۸ کا سرقہ ہے۔ بازدیاد۔

قال: ص ۲۸ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات .

اقول: مااعطی کی جگہ یااعطیت چاہیے۔

قال: ص ۳۲ ولا ترهق بالتبعة والمعتبة .

اقول: حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

قال: عن معرة اللکنَ.

اقول: حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال: وتوفیقا قائدا الی الرشد والسداد .

اقول: حریری سے لیا ہے۔

قال: ص ۳۶ ان اری ظالعه کا لضلیع .

اقول: مسروق من الحریری ص ۵ بتغیر ما.

قال: ص ۳۹ یقال عثاره .

اقول: حریری کے ص ۵ سے مسروق ہے بتغیر ما.

قال: اقتعد منا غارب الفصاحة وا متطی مطایا الملاحة.

اقول: حریری کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ بالاعانة علی الابانة .

اقول: حریری کے ص ۳ کا سرقہ ہے۔

قال: ص ۴۳ ویعصمهم من الغوایة ویحفظهم فی الروایة والدرایة .

اقول: حریری ص ۳ کا سرقہ ہے بتغیرما .

قال: وای معجزة.

اقول: وآیة معجزة چاہیے۔

قال: کمجهول لایعرف ونکرة لاتعرف .

اقول: حریری ص ۵ سے مسروق ہے۔

قال: ص ۵۰ فکل رداء نرتدیه جمیل.

اقول: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السموأل بن عادیا.

اذا المرء لم یدنس من اللوم عرضه . فکل رداء یرتدیه جمیل. (حماسہ ج۱ ص۱۴)

قال: ص ۵۵ لاشیوخ ولاشاب.

اقول: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا بے وجہ ہے۔

قال: ص ۵۵ کنز المعارف ومدینتها وماء الحقائق وطینتها.

اقول: مقامات کی عبارت ہے۔

قال: ص ۵۸ کمایملأ الدلو الی عقد الکرب .

اقول: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرعہ ہے بازدیاد لفظ کما۔

قال: ص ۶۰ القیت بها جرانی .

اقول: مقامات حریری کے ص ۱۲۴ کا سرقہ ہے۔

قال: کادراک العهاد السنة جماد .

اقول: حریری کے ص ۱۲۴ کا سرقہ ہے بتغیرما

قال: ص ۶۴ فصاروا کمیت مقبور. وزیت سراج احترق ومابقی معه من

نور.

اقول: دوسرا سجع پہلے سے بہت بڑا ہے۔ یہ عند الفصحاء والبلغاء عیب ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں۔

قال: ص ۶۴ فما کانا ان یتحرکوا.

اقول: یہاں مصدر کا حمل ناجائز ہے۔ اس لئے (ان) نہ چاہئے تھا۔

قال: ص۷۷ ومثلها کمثل ناقة تحمل کلما تحتاج الیه توصل الی دیار الحب من رکب علیه.

اقول: ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

قال: ص ۸۱ وھذا الرجیم ھو الذی ورد فیه الوعید اعنی الدجال.

اقول: عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں جو شیطان ہے اس سے تو مراد ''ابلیس'' ہے۔ اور رجیم جو اس کی صفت ہے۔ اس سے مراد ''دجال'' ہے۔ جس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آج تک تو یہی سنتے رہے۔ کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں مرزا قادیانی نے کیا ثابت کر دیا کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا نحو دانی ہے۔

قال: ص ۸۳ لزم اللہ کافة اهل الملة.

اقول: کافہ کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قال: ان الاسم مشتق من الوسم .

اقول: ھذا خلاف ما صرح به الثقات .

قال: ص ۱۲۷ طرف اللہ ذاالجلال

اقول: ذاالجلال منصوب غلط ہے۔

قال: ص ۱۲۹ الامن اعطی له عینان.

اقول: خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطی کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے۔

قال: ص ۱۳۰ ومن اشرف العلمین واعجب المخلوقین وجود الانبیاء والمرسلین.

اقول: وجود کا لفظ نہ چاہیے عدم صحة العمل.

قال: ص ۱۴۰ وذلک وقت المسیح الموعود وھو زمان ھذا المسکین والیه اشار فی اية ''یوم الدین'' فی ''سورة الفاتحه''. ثم قال فی ص ۱۴۳ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین .

اقول: لعنة اللہ علی الکاذبین المحرفین .

قال: الاقلیل الذی ھو کالمعدوم .

اقول: دعویٰ تو فصاحت وبلاغت کا اور موصوف نکرہ اور صفت معرفہ لائے۔ واہ واہ۔

قال: ص ۱۶۳ ان یجعل اللہ احمد کل من تصدی لعباده.

اقول: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

قال: وان لا تؤذی اخیک.

اقول: اخاک چاہئے۔

قال: وانھم ثمرات الجنة فویل للذی ترکھم.

اقول: ترکھا چاہئے۔

قال: الظن ان یکون الغیر.

اقول: اے فصیح صاحب کلمہ غیر تو معروف باللام نہیں ہوتا۔

قال: ينفضفون تضنضنة الصل ويحملقون حملة البازى المطل.

اقول: ''مقامات حریری'' کے ص ۱۵۶ سے مسروق ہے بتغير ما.

قال: ص ۴۱ فقد الغدم علمه كثلج بالذوبان.

اقول: الغدم کا لفظ غیر مستعمل ہے۔ محاورہ فصحا میں عدم چاہیے۔ دیکھو قاموس نقل از حجۃ اللہ البالغہ. وفيه كفاية لذوى الدراية. ایسا ہی اس کی تصنیفات میں عربیت کے قاعدہ سے بکثرت غلطیاں ہیں۔

محمد غلام ربانی پنجابی شمس آبادی کیملپور

وماعلينا الا البلاغ المبين

فائدہ: جس شخص کے علم کا یہ حال ہے لوگ اس کو مہدی موعود کیونکر ماننے لگے اس نے اپنے ماننے والوں کے لئے قرآن وحدیث سے نہ کوئی فتاوی بتایا نہ کوئی ایسی کتاب کہ جس سے کل احکام نکالے جاتے۔ اس کے ماننے والے مثل سابق دستور کے اب بھی اسی صرف ونحو وفقہ واصول وتفسیر وغیرہ فنون پر کار بند ہیں، جو کہ غیر لوگوں کے بنے ہوئے ہیں۔ جس قدر سستی اسلام کی لوگوں میں تھی وہ ویسی ہی ہے۔ کوئی بدعت مروجہ دور نہ ہوئی۔ خالی نام کا مہدی بنا۔ کام مہدی کا ایک بھی نہ کیا اور فوت ہوگیا بلکہ مرزا کی ذات سے تو اور علماء صلحاء سابقہ وموجودہ جو کہ مدرسین وصاحب تصانیف مفیدہ وواعظ حقانی ہیں عامہ مخلوق کے حق میں اچھے ہیں کہ وہ بالکل بے ضرر ہیں اور مرزا نے ہدایت اسلام تو کسی کو نہ کی' الٹے اور فتنے وفساد برپا کر دیئے۔ اب اس کے خلیفے بھی پنبہ غفلت درگوش ہو کر راہ راست کو اختیار نہیں کرتے بلکہ دن رات لوگوں کی تباہی میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے۔ (محمد غلام ربانی ۱۲)

رسالہ
ردِّ قادیانی

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ قاضی غلام ربانی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در ثبوت ایں امر کہ عیسٰی علیہ السلام زندہ بآسمان رفتہ اند وتاحال بر آسمان اند۔ ایں آیت زیریں درحق عیسٰی علیہ السلام وارد شدہ۔ قولہ تعالیٰ ﴿وجیها فی الدنیا والاخرة ومن المقربین﴾ ای عند ربه بارتفاعه الی السماء وصحبة الملائکة فیها(روح البیان،جلداول) وهمدراں جلد تفسیر روح البیان،صفحه ۳۲۸ فرموده ولما رفع الی السماء وجد عنده البرة کان یرقع بها ثوبه. فاقتضت الحکمة الالیته نزوله فی السماء الرابعة الخ.﴿اذا قال الله یا عیسٰی انی متوفیک﴾ ای مستوفی اجلک. ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار وموخرک الی اجل کتبته لک وممیتک معتف انفک لاقتلا بایدیهم ﴿ورافعک﴾الآن ﴿الی﴾ ای الی محل کرامتی ومقر ملائکتی وجعل ذلک رفعا الیه للتعظیم.الخ ﴿ومطهرک﴾ ای مبعدک ومنحیک ﴿من الذین کفروا﴾ ای من سوء جوارهم وخبث صحبتهم ودنس معاشرتهم.

قیل ینزل عیسٰی علیہ السلام من السماء علی عهد الدجال حکما عدلا، یکسر الصلیب، ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة فیفیض المال حتی لایقبله احد ویهلک فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویقتل الدجال ویتزوج بعد قتله امرأة من العرب وتلد منه ثم یموت هو بعد مایعیش اربعین سنة من نزوله فیصلی علیه المسلمون لانه سأل ربه ان یجعله من هذه الامة فاستجاب الله دعائه الخ. (جلداول،صفحہ۳۳۱) قوله تعالیٰ ﴿وما قتلوه وما

صلبوه ولکن شبه لهم﴾ فاجتمعت کلمة الیهود علی قتل عیسیٰ علیه السلام فبعث الله تعالیٰ جبرائیل فاخبره بانه یرفعه الی السماء...... الخ (صفحہ۵۱۳،جلد اول)
قوله تعالیٰ ﴿بل رفعه الله الیه﴾ رد وانکار لقتله واثبات لرفعه. قال الحسن البصری ای الی السماء التی هی محل کرامة الله تعالیٰ۔ رفع الی السماء لما لم یکن وقوله الی الوجود الدنیوی من باب الشهوة وخروجه لم یکن من باب المنیة بل دخل من باب القدرة وخرج من باب العزة الخ. ﴿وکان الله عزیزا﴾ لایغالب فیما یریده فعزة الله تعالیٰ عبارة عن کمال قدرته فان رفع عیسیٰ علیه السلام الی السموات وان کان متعذرا بالنسبة الی قدرة البشر لکنه سهل بالنسبة الی قدرة الله تعالیٰ لایغلبه علیه احد ﴿حکیما﴾ فی جمیع افعاله واما رفع الله عیسیٰ علیه السلام کساه الریش والبسه النور وقطعه عن شهوات المعطم والمشرب وطار مع الملائکة فهو معهم حول العرش فکان انسیا ملکیا سماویا ارضیا.

قال وهب بن منبة بعث عیسیٰ علی راس ثلثین سنة ورفعه الله وهو ابن ثلث وثلاثین سنة وکانت نبوتة ثلاث سنین. فان قیل لم یرد الله تعالیٰ عیسیٰ الی الدنیا بعد رفعه الی السماء. قیل اخر رده لیکون علما للساعة وخاتما للولایة العامة لانه لیس بعده ولی یختم الله به الدورة المحمدیة تشریفا لها بختم نبی مرسل یکون علی شریعة محمدیة یؤمن بها الیهود والنصاری ویجدوالله به عهد النبوة علی الامة ویخدمه المهدی واصحاب الکهف ویتزوج ویولد له ویکون فی امة محمد ﷺ وخاتم اولیاء ووارثیه من جهة الولایة. واجمع السیوطی فی تفسیر الدرالمنثور

فی سورة الکهف عن ابن شاهین اربعة من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ وادریس علیهما السلام واثنان فی الارض الخضر والیاس علیهما السلام فاما الخضر فانه فی البحر واما صاحبه فانه فی البراه واعلم ان الارواح الممیمة التی من العقل الاول کلها صف واحد حصل من الله لیس بعضها بواسطة بعض وان کانت صفوف الباقیة من الارواح بواسطة العقل الاول کما اشار ﷺ انا ابو الارواح وانا من نور الله والمؤمنون فیض نوری فاقرب الارواح فی الصف الاول الی الروح الاول والعقل الاول روح عیسوی لهذا السر شارکه بالمعراج الجسمانی الی السماء وقرب عهده بعهده. فالروح العیسوی مظهر الاسم الاعظم وفائض من الحضرة الالیة فی مقام الجمع بلا واسطة اسم من الاسماء روح من الارواح فهو مظهر الاسم الجامع الآلهی وراثة اولیة ونبینا علیه السلام اصالة کذا فی شرح الفصوص الخ. (روح البیان جلد اول،صفحہ۵۱۴) ﴿وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته﴾ این هر دو ضمیر برائے عیسیٰ علیه السلام اند والمعنی ﴿وما من اهل الکتاب﴾ الموجودین عند نزول عیسیٰ علیه السلام من السماء احد الالیومنن به قبل موته۔ وفی الحدیث ان المسیح جایٔ فمن لقیه فلیقرئهٗ منی السلام الخ.(صفحہ۵۱۵) ﴿یکلم الناس فی المهد وکهلا﴾ مراد بتکلم درکهل اینست که کلام خواهد کرد در آخر زمان بعد نازل شدن اواز آسمان قبل زمانهٔ کهولت الخ.

در مذهب مالکیه احمدیه شافعیه وغیره جمیع مذاهب حقه مشهور بلکه متواتر ست که حضرت عیسیٰ علیه السلام بهمیں جسم عنصری

ای خاکی بر آسمان رفته اند و قبل از قیامت بهمین جسم از آسمان
فرود آیند وکارهائی که بایشان متعلق باشند خواهند کرد از مذهب
شافعیه نیز عبارت یك کتاب فقط برائے نمونه حاضر میکنم در نهایة
الامل لمن رغب فی صحة العقیدة والعمل. الشیخ محمد ابی حضیر
الدمیاطی،صفحه ۱۰۸ نوشته دجال یك شخص ست از بنی آدم کوتاه
قد. وهو رجل قصیر کهل براق الثنایا عریض الصدر مطموس العین.
واکنون موجود ست نام اوصاف بن صیاد وکنیت آں ابو یوسف ست
وگفة شد که نام اوعبد الله است وآں از قوم یهود ست یهودیاں
انتظار او میکنند چنانکه مسلمانان انتظار امام مهدی رحمة الله تعالیٰ علیه
میکنند خارج باشد در آخر زمانه بندگان را پروردگار مبتلا خواهد
کرد که زمین وآسمان وهمه چیز درادن وقدرت او کرده شود وطعام
وآب میوه وزروسیم وهر اسباب آرام درسست اوباشد(دران وقت
معاش اهل اسلام تسبیح وتهلیل وتقدیس پروردگار وقوت روحانی
باشد) ومردگاں بادجال کلام کنند وهر قسم فتنه وفساد در زمانه او
برپا شود کسی که سعادتمند ازلی ست ازو دور ماند وشقی ازلی تابع
اور باشد واو خارج خواهش شد از جانب مشرق از قریه سرابادین یا
از عوازن یا از اصبهان یا از مدینۂ خراسان وابوبکر صدیق رضی الله عنه
فرموده درمیان عراق وخراسان وآں اکنوں موجود ست ومحبوس
ست در دیر عظیم زیر زمین بهفتاد هزار زنجیر مقید ست وبر او
مروی زور آور عظیم قد مقرر ست دردست او از آهن گرفته است

وقتیکه دجال ارادۂ حرکت کند آں مرد عظیم البدن آنرا بآں گرز
آهنی میزند. پس قرارمی کند و پیش دجال یك اژدهائی عظیم ست
وقتیکه دجال نفس میگیرد اژدهائی عظیم ارادۂ خوردن او می کند
پس بوجه خوف آں مار عظیم دم زدن هم نتواند وقتیکه دجال
خواجه خضر علیه السلام را قتل کرده دو قطعه بکند ودرمیان هر دو قطعه
برخر خود سوار شده بگذرد باز زنده کند و پرسد که مرا خدا
میگوئی یا نه خواجه خضر علیه السلام انکار فرماید همچنیں سه بار قتل
کرده زنده گرداند(بعده بر قتل او قدرت نیابد) همه بلاد و امصار
در حکومت آرد مگر مکه معظمه ومدینه منوره وبیت المقدس وکوه
طور وقتیکه باری تعالیٰ ارادۂ هلاك آں دجال وهلاك تابعین دجال
وهلاك تابعین کند ناگاه فرود آید از آسمان حضرت عیسیٰ ابن مریم
علیهما السلام ازمناره مسجد دمشق بوقت عصر ونماز خواند همراه امام
مهدی رضی الله عنه ودر روایتی امام مهدی رضی الله عنه امام شود ودر دیگر روایت
آمده که عیسیٰ علیه السلام امام باشد بعد از ادائی نماز برائی قتل دجال
برود برخرخود سوار شده یا بر براق نبوی ﷺ که در معراج آمده
بود یا بر اسپ که بقد مثل استر(خچر) باشد و به نیزه دجال را
قتل کند وخون او مردمان رابنماید وهمه یهود از رسیدن باد نفس
عیسیٰ علیه السلام مثل گداختن قلعی گداخته شوند وبادوم عیسیٰ علیه السلام
تا بدو از ده کرده خواهد رفت هرکافر را که رسد آب خواهد شد.
روایت ست که هر کافر که درپس سنگ ودرخت پوشیده

دجال کفار اند ومراد از مهدی وعیسیٰ علیہ السلام مردیست که صفت
مهدویت وعیسویت درو باشد یا روح هر دو دران حلول کرده باشد
چنانچه قادیانی خود را مصداق این می ساخت وافعال واقوال
وعقائد قادیانی خود شاهد عدل اندبرا ینکه صادق امام مهدی بودن
برکنار باد امام مهدی رضی اللہ عنہ وعیسیٰ علیہ السلام نیز بر اونگذشته غرض که
همه اهل اسلام از شرقاًغربا برهمین ایمان آور ده اند که ضرور مهدی
رضی اللہ عنہ وعیسیٰ علیہ السلام پیدا باشند قبل از قیامت وکسی که همه امت
مرحومه محمدیه ودیگرامم سابقه رابر ضلال داند اوخود ضال
ومضل ست. ع

همه شیران جهاں بسته این سلسله اند
روبه از حیله چساں بگسلد این سلسله را

والله تعالیٰ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم
العبد المفتقر الی الفیض السبحانی غلام ربانی
الحنفی مذهباً والچشتی مشرباً
فالنضجابی ثم الجهاچهی ثم الشمس آبادی مسقطا ومسکنا
کان الله له ولوالدیه ولمشایخه ولاساتذه ولاقربائه ولاحبائه
ولجمیع المومنین الی یوم الدین
بجاه حبیبه الامن الامین وصحبه المکرمین
المیامین عند اهل السموات واهل الارضین آمین.

واعظ الاسلام مولانا حافظ
سید پیر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

○ حالاتِ زندگی
○ ردِّ قادیانیت

حالات زندگی :

مجمع جمال صوری ومعنوی، صاحب کمال ظاہری و باطنی حضرت مولانا پیر ظہور شاہ ابن مولانا پیر سید محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد کشمیر سے آ کر جلال پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک مولانا حافظ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جلال پور میں پڑھا اور کچھ درسی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ بعد ازاں کچھ عرصہ برادر مکرم مولانا سید اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جموں میں استفادہ کرتے رہے۔ پھر کچھ وقت پشاور میں رہے اور آخر میں بریلی شریف جا کر کسب فیض کیا اور فراغت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفاضہ کیا۔

حضرت پیر صاحب اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے۔ آپ جہاں وعظ فرماتے، ہزاروں کا اجتماع ذوق وشوق سے شریک مجلس ہوتا۔ آپ کا خصوصی وصف یہ تھا کہ عوام الناس کو عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی بھرپور تلقین کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرایا کرتے تھے جس کا حاضرین کے دل پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا اور بہت سے لوگ راہ راست پر آ جاتے۔ قدرت ایزدی نے آپ کو زور بیان، وجد آور خوش الحانی اور حسن سیرت وصورت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

آپ مسلک اہل سنت و جماعت کو بڑے مدلل طریقے سے بیان فرمایا کرتے تھے اور عقائد باطلہ خاص طور پر اہل تشیع کا رد بڑی خوبی سے فرمایا کرتے تھے۔ انسان تو انسان،

حیوان بھی آپ کے حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

ایک دفعہ موضع کندہ وال (ضلع جہلم) میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک اونٹ سوار آ کر محفل میں شریک ہوا۔ جب اس اونٹ کو باندھنا چاہا تو اس نے شور مچا دیا۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

''اسے چھوڑ دو! یہ بھی کالی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سننا چاہتا ہے۔''

چنانچہ وہ اونٹ خاموشی سے بیٹھ گیا اور جب تک تقریر جاری رہی خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔''

حضرت پیر صاحب شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے تھے۔ کوئی کام خلاف شریعت دیکھتے تو بروقت اس کی ممانعت کرتے۔ موضع بوچھال کلاں (ضلع جہلم) میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر سرراہ گزرتے ہوئے انبوہ کثیر دیکھ کر رک گیا اور جلسہ گاہ میں جا کر مجمع کی تصویر اتارنے لگا۔ آپ نے فوراً منع فرما دیا اور فرمایا: ''ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔''

آپ نے تقریباً چالیس برس تک وعظ و ارشاد کے ذریعے عوام الناس کے دلوں کو نور ایمان سے گرمائے رکھا اور دور دراز علاقوں میں جا کر دین کا پیغام لوگوں تک پہنچایا خاص طور پر جہلم، گجرات اور سرگودھا کے قصبوں اور دیہاتوں میں آپ کا دورہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ نے بڑی بڑی صعوبتوں کو برداشت کیا اور کسی بھی موقع پر آپ کے عزم میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل تشیع کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے

صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری (جن کی عمر اُس وقت چھ یا سات سال کی تھی) نے جب آپ کو ہتھکڑی پہنے ہوئے دیکھا تو رو دیئے اور پوچھا: آپ کو یہ زنجیر کس نے لگائی۔ آپ نے انہیں دلاسہ دیا اور فرمایا: بیٹا! یہ اسلام کی خاطر میرا زیور ہے۔ یہ کیس تین ماہ تک چلتا رہا۔ بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا اور فیصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی کو گالی دے یا خلاف شائستگی کوئی بات زبان پر لائے۔

حضرت پیر صاحب کامیاب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ آپ کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں بھی دودھ بلوتی اور آٹا پیستی ہوئی آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا کرتی تھیں۔

آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور نہایت مفید اور مقبول عام تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا جن میں اصلاح اعمال کے علاوہ عقائد باطلہ خاص طور پر مرزائیت اور تشیع کی مدلل تردید کی ہے۔ آپ کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

☆...... نور ہدایت

☆...... شمشیر پیر بر گردن شریر

☆...... وظائف حضوری

☆...... چرخہ ظہوری

☆...... خطبات ظہوری

☆...... سیف مرید بر فرقۂ یزید

☆...... صمصام حنفیہ

☆...... سیف الخادمین علی رؤوس الفاسقین

☆...... مرغوب الواعظین المعروف بہ محبوب العاشقین

☆...... ظہور کرامت وغیرہ۔

رد قادیانیت:

آپ نے فتنہ قادیانیت کے رد پر دو کتابیں لکھی ہیں:

ا۔ قہر یزدانی بر سر دجال قادیانی

یہ کتاب قادیانی عقائد، قادیانیوں کو مسلمان ماننے اور ان سے تعلقات قائم کرنے مثلاً نکاح وغیرہ سے متعلق تین اہم فتاویٰ اور ان پر کثیر علمائے کرام کی تصدیقات اور تاثرات پر مشتمل ہے۔

۲۔ ظہور صداقت در رد مرزائیت (یہ کتاب اب تک دستیاب نہیں ہوسکی۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو ادارے کو ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں)

آپ کے ہاں چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے سید قمر الزمان شاہ، سید فخر الزمان شاہ (فاضل حزب الاحناف لاہور، سجادہ نشین دربار شریف ظہوری، منارہ ضلع جہلم) سید محبوب الزمان شاہ اور سید عادل مسعود شاہ تولد ہوئے۔

حضرت پیر سید ظہور احمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۲۲ جمادی الاولیٰ، ۸ فروری ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۳ء اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو وصال فرمایا۔ مزار انور منارہ ضلع جہلم میں ہے۔ آپ کے خلف الرشید مولانا سید فخر الزمان شاہ قادری مدظلہ ہر سال آپ کا عرس باقاعدگی سے کرتے ہیں۔

قہرِ یزدانی
بر جانِ
دجّال قادیانی

(سنِ تصنیف: 1912ء)

تصنیفِ لطیف

واعظ الاسلام مولانا حافظ
سید پیر ظہور شاہ قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ لایھدی من ھو کاذب کفار

قہرِ یزدانی

برجانِ

دجالِ قادیانی

واعظ الاسلام حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری

جلال پور جٹاں، ضلع گجرات، پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَ وَضِعَ السَّیْفُ فِی اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْھُمَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْمَلَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِی الْاَوْثَانِ وَاَنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یُزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ثوبان ؓ سے کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت رکھی جاتی تلوار میری امت میں۔ نہیں اٹھائی جائے گی تلوار قتل اس سے قیامت تک۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ ملیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے ساتھ مشرکوں کے۔ اور نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ پوجیں گے کتنے ایک قبیلہ میری امت سے بتوں کو۔ اور تحقیق شان یہ ہے کہ ہوں گے میری امت میں سے جھوٹے وہ تیس (۳۰) ہوں گے۔ سب گمان کریں گے وہ نبی خدا کے ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں، نہیں کوئی نبی پیچھے میرے۔ اور ہمیشہ ایک جماعت امت میری سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔ نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی یہاں تک کہ آئے حکم خدا کا۔

(روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ والصلوٰۃ علی سیدنا محمد المصطفٰی وعلی آلہ المجتبیٰ واصحابہ المقتدیٰ۔

اما بعد! احقر العباد خادم العلماء فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری واعظ الاسلام جلال پور جٹاں ضلع گجرات پنجاب، برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ لاہوری مرزائی جماعت کی طرف سے ایک ''دوورقہ اشتہار'' شائع ہوا ہے جس میں بائیس (۲۲) اشخاص نے (جن کے نام آگے درج کیے جائیں گے) حلف اٹھا کر بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ نبی ورسول ہونے کا ہرگز نہ تھا۔ مسلمان ہماری قسمیہ شہادت پر اعتبار کریں اور مرزا صاحب کو مدعی رسالت نہ سمجھیں اور نہ ان کو بسبب دعویٔ نبوت ورسالت کافر وخارج از اسلام سمجھیں۔ جن اشخاص نے ان کو سمجھا ہے غلو کیا ہے اور علمائے اسلام نے الزام لگا کر ان کی تکفیر کی ہے، غلط ہے۔ حقیقت میں وہ نبوت ورسالت کے مدعی نہ تھے بلکہ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کی اطلاع کے لئے مرزا صاحب کی طرف سے دعوی نبوت ورسالت وتوہیناتِ انبیاء وعقائد الہامات وتحریرات پیش کی جاتی ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب رسالت ونبوت کے مدعی تھے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو خاتم نبوت نہ جانتے تھے اس لئے مسلمان نہ تھے۔ بلکہ جو ہم عقائد مرزا غلام احمد کے ہے کلھم کافر وخارج از دائرہ اسلام ہیں۔ اگر فقیر کے کہنے پر رنج پیدا ہو جائے تو علماء صاحبان سے بطور استفتاء تصفیہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مریدوں کی بابت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ میں مسیحِ موعود ہوں اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بڑھ کر ہوں۔ جو کوئی مجھ پر ایمان نہ لائے گا وہ کافر ہے۔ خدا میری نسبت کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد جس سے تو راضی اس سے میں راضی اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے خدا نے مجھے قادیان میں اپنا سچا رسول کر کے بھیجا ہے اور خدا نے مجھ کو کرشن بھی کہا ہے معجزہ کوئی شے نہیں محض مسمریزم اور شعبدہ بازی ہے۔ آیا اس قسم کے عقائد والے کو کافر کہا جائے یا نہ۔ اس کی امامت وبیعت اور دوستی وسلام علیک اس سے اور اس کے مریدوں سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ رب الجلیل۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اما بعد ...... پس مخفی نہ رہے کہ عقائد مذکورہ کے ماسوا ملحد قادیانی کے اور بہت سے عقائد کفریہ ہیں جن میں بعض کا بطور مشت نمونہ از خروارے کلمہ فضل رحمانی سے ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

(ازالہ اوہام صفحہ نمبر ۳۰۳)

حضرت یسوع مسیح کی نسبت لکھا ہے شریر مکار چور شیطان کے پیچھے چلنے والا جھوٹا وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳ تا ۷)

اور اس جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تین دادیاں نانیاں زنا کار تھیں۔ انبیاء علیہم

السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸ تا ۶۸۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی نبی کے پاس زمین پر نہیں آئے۔ (توضیح المرام صفحہ ۶۸ تا ۶۵)

قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۷ تا ۷۵۰)

دجال پادری ہے اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۵ تا ۴۹۶)

دجال کا گدھا ریل ہے اور کوئی گدھا نہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۵)

یاجوج ماجوج انگریز ہیں اور اسکے سوا کوئی اور نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۲ تا ۵۰۸)

دخان کچھ نہیں غلط خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

آفتاب مغرب سے کوئی نہیں نکلے گا۔ دابۃ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اسکے گدھے کو اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت معلوم نہ تھی۔

مرزا کی طرف سے دعوی نبوت

۱..... قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ. یعنی کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۹)

۲..... مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔

(سرورق ازالہ اوہام)

۳..... خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا اور مثل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا پھر مثیل موسیٰ کہا پھر مثیل ابراہیم پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔ (ازالہ صفحہ ۲۵۳)

۴..... پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جن کا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پاچکا ہے وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانیوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خداوند

تعالی کی مقدس پیشگوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔ (ازالہ ۴۱۳ تا ۴۱۴)

۵..... چونکہ مسیح میں مماثلت ہے اسلئے اس عاجز کا نام بھی آدم کہا اور مسیح بھی۔

(ازالہ صفحہ ۴۵۶)

۶..... خداتعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

(ازالہ صفحہ ۵۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی مولفہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔

۷..... احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی ایک طرف یہ اشارہ ہے۔

(ازالہ صفحہ ۶۷۳)

۸..... اور یہ آیت کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله درحقیقت اسی مسیح بن مریم کے زمانے سے متعلق ہے۔ (ازالہ صفحہ ۶۷۵)

۹..... وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے کیونکہ اول تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعوی دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔ (ازالہ ۶۹۵ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ)

۱۰..... حضرت اقدس امام انام مہدی و مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام۔

(رسالہ آریہ دہرم مولفہ مرزا صفحہ ۶۵)

۱۱..... ان کو کہو کہ تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرے پیچھے ہو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔

(انجام آتھم صفحہ ۵۲ تا ۵۶)

۱۲..... اے احمد تمہارا نام پورا ہو جائیگا قبل اسکے جو میرا نام پورا ہو۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۲)

۱۳..... تو ہمارے پانی میں سے ہے۔ (انجام آتھم صفحہ ۵۳)

۱۴..... پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔ (انجام آتھم ص ۵۳)

۱۵......نبیوں کا چاند مرزا صاحب آئیگا۔ (انجام ص ۵۸)

۱۶......ما ارسلنک الا رحمة للعلمین تمکو تمام جہاں کی راحت کے واسطے بھیجا۔

(انجام صفحہ ۷۸)

۱۷......انی مرسلک الی القوم المفسدین علی الصراط المستقیم۔

یعنی تجھ کو قوم مفسدین کیطرف رسول بنا کر بھیجا۔ (انجام صفحہ ۷۸)

۱۸......یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم۔

یعنی اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۷)

۱۹......قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد۔

یعنی اے نبی ان سے کہدے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں میری طرف وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۸۱)

۲۰......قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا یعنی ’’اے مرزا تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں‘‘۔ (اخبار الاخبار صفحہ ۳)

یہی فرمان الٰہی ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کامل رسول بنایا جب وہی الفاظ مرزا صاحب کو خدا نے فرمائے تو وہ کیوں کامل نبی و رسول نہیں۔ یا یوں کہو کہ مرزا صاحب نے خدا پر افتراء کیا ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلام احمد صاحب نے دعویٰ نبوت و رسالت نہیں کیا۔ کیا انہوں نے یہ کتابیں پُر خرافات اپنی آنکھ سے نہیں دیکھیں؟ یا جان بوجھ کر چشم پوشی کر کے مخلوق خدا کو چاہ ضلالت میں ڈبونا چاہتے ہیں اور فریب دہی کے واسطے چند ایک شعر مرزا صاحب کے، جو انہوں نے قبل از دعوے لکھے تھے، لکھ کر مسلمانوں کو مغالطہ دیتے

ہیں۔ خصوصاً لاہوری مرزائی جماعت نے بھی یہی شعر پیش کر کے حلف اٹھائی ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبی و رسول ہونے کا ہرگز نہ تھا: بیت

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام

مشتہرین کے نام یہ ہیں :

۱......محمد علی ......(ایم اے پریزیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

۲......ابو یوسف مبارک علی ......(سیالکوٹ)

۳......جمال الدین ......(بی اے انسپکٹر سکولز جموں)

۴......سید عبدالجبار شاہ ......(سابق بادشاہ سوات)

۵......شیخ نیاز احمد ......(میونسپل کمشنر وزیرآباد)

۶......شیخ نور احمد ......(بی اے پلیڈر ایبٹ آباد)

۷......محمد یحییٰ دیب گراں ......(ضلع ہزارہ)

۸......محمد یمین داتہ ......(ضلع ہزارہ)

۹......یعقوب بیگ ......(ایل ایم فزیشن اینڈ سرجن لاہور)

۱۰......سید محمد احسن امروہی

۱۱......کمال الدین ......(بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری)

۱۲......خان صاحب غلام ......(رسول ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس فیروزپور)

۱۳......محمد جان مرچنٹ ......(وزیرآباد)

۱۴...... شیر محمد ......(بی اے پرنسپل اسسٹنٹ ریونیو ممبر جموں)

۱۵...... شیخ مولا بخش ......(پروپرائیٹر فلور ملز لائل پور)

۱۶...... محمد عجب خان ......(تحصیلدار نوشہرہ)

۱۷...... بشارت احمد ......(ایل ایم ایس کرنال)

۱۸...... عبدالرحمٰن ......(ای اے سی گوجرانوالہ)

۱۹...... صاحب زادہ سیف الرحمٰن ......(پشاور)

۲۰...... عزیز بخش ......(سپرنٹنڈنٹ ضلع ڈیرہ غازی خان)

چونکہ یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے جو قسم کھا کر ان اصحاب نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ سچے مسلمان تھے اور ان تمام عقائد پر قائم تھے جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔

۱......آپ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کاذب و کافر یقین کرتے تھے۔

۲......آپ نے نبوت و رسالت کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔ محدثیت اور مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔

ناظرین آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے جو ان اصحاب نے قسم اٹھا کر لوگوں کو دیا ہے۔ نبوت و رسالت کے متعلق ان کی کتابوں سے بہت کچھ ثبوت دیا گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نبی و رسول تو ایک طرف، مسلمان بھی ہیں کہ نہیں۔

جواب: مرزا صاحب ہرگز مسلمان نہ تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔ ''پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ

میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ......الخ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۵)

اور سیالکوٹ والے لیکچر میں کہتے ہیں۔ ''کہ حقیقت روحانی کی رو سے میں کرشن ہوں جو ہندو مذہب کے بڑے اوتاروں میں سے ایک اوتار تھا۔'' الخ

جب مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ میں آریہ ہوں بلکہ آریوں کا بادشاہ ہوں تو پھر مسلمان ہرگز نہ رہے کیونکہ آریہ لوگ تناسخ کے قائل اور قیامت کے منکر ہیں اور کرشن جی مہاراج کا بھی یہی مذہب تھا۔ چنانچہ وہ گیتا میں لکھتا ہے بیت

بقید تناسخ کند داد رش بانواع قالب دروں آورش

بہ تنہائے معبود در میروند بجسم سگ و خوک در میروند

جس کا مطلب یہ کہ اعمال سزا و جزاء اسی دنیا میں بذریعہ آواگون (تناسخ) ملتی ہے، یوم الآخرت کوئی نہیں۔ (دیکھو گیتا مترجمہ فیضی صفحہ ۱۳۶)

پھر کرشن جی ارجن سے کہتے ہیں۔ ''ہم سب گزشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر اس قالب کو چھوڑ دیتا ہے''۔ (دیکھو گیتا شلوک ۱۲ و ۱۳ ادھیائے ۲ ترجمہ دوار کا پرشاد افق) پھر کرشن جی کہتا ہے۔ ''جس طرح انسان پوشاک بدلتا ہے اسی طرح آتما بھی ایک قالب سے دوسرے قالب کو قبول کرتی ہے''۔

(اشلوک ۲۲ ادھیائے ۲)

ناظرین یا تو مرزا صاحب کا کرشن ہونا غلط ہے یا مسلمان ہونا غلط ہے کیونکہ کوئی شخص مسلمان اور آریہ دونوں مذاہب کا متبع نہیں ہو سکتا۔ کیا کسی مجدد اور مسلمان اہل سنت والجماعت کے ایسے عقائد ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس طرح کفر و اسلام میں کچھ فرق نہ رہا۔ اگر مرزا صاحب

رسول خداﷺ کو سچے خاتم النّبیین جانتے تو مذکورہ بالا الہامات سے دست بردار ہوتے۔

سوال: مرزا صاحب پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں خدا ہوں مجھے کن فیکون کا اختیار دیا گیا ہے۔ میں خدا کا رسول ہوں صاحبِ شریعت بھی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ محض آپ پر افتراء ہے۔ الخ

جواب: یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات سے ان کا دعویٰ نبوت و رسالت ثابت ہے اگر ان کی تحریریں نہ دکھائیں تو ہم جھوٹے اور اگر آپ نے قسمیں کھا کر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے تو آپ سے خدا سمجھے۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ رسول نہ تھے حالانکہ وہ افضل الرسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ فرمایئے یہ ان کا شعر ہے کہ نہیں بیت

آنچہ دادست ہر نبی را جام　　　داد آں جام را مرا بہ تمام

یعنی جو نعمت نبوت و رسالت کا جام ہر ایک نبی کو دیا گیا ہے وہ تمام جام مجھ اکیلے کو دیا گیا ہے۔

حضرت آدم سے حضرت محمد رسول اللہﷺ تک جس قدر نبی ہوئے ان سب کی نعمت کا جام جب مرزا صاحب کو دیا گیا تو وہ سب سے افضل ہوئے یا نہیں؟ مرزا جی کا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو جس میں وہ آنحضرتﷺ پر خصوصیت سے اپنی فضیلت کا فخر کرتے ہیں بیت

خسف القمر المنیر وانّ لی　　　خسفا القمران المشرقان أتنکر

یعنی محمدﷺ کے واسطے تو صرف چاند کو گہن لگا تھا اور میرے واسطے چاند اور سورج کو گہن ہوا اب تو کیا انکار کرے گا۔

مرزا صاحب کا یہ شعر پڑھو اور نور عقل سے دیکھو کہ کس قدر دروغ گو ہے اور دھوکا

دہندہ وہ شخص ہے جو مسلمانوں کو فریب میں لانے کے لئے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ

ما مسلمانیم از لطف خدا　　　مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

کیا امام اور پیشوا کی یہی عزت ہوا کرتی ہے جو مرزا جی نے کی کہ محمد کے واسطے ایک نشان ظاہر ہوا تو میرے واسطے دو نشان ظاہر ہوئے۔ مگر مسلمانو! کچھ افسوس نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے۔ کہ ''میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی و شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔''

مرزائی صاحبان فرمایئے کہ جب مرزا صاحب خالق زمین و آسمان اور خالق انسان ہیں تو بے شک محمد رسول اللہﷺ سے بڑھ گئے کیونکہ محمد رسول اللہﷺ نے باوجود افضل الرسل اور خاتم النّبیین ہونے کے کہیں اپنا کشف نہیں لکھا اور نہ خالق زمین و آسمان بنے وہ تو توحید ہی بتلاتے رہے۔ اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ فرماتے رہے۔ مرزائی صاحبان آپ نے ناحق جھوٹی قسم کھائی ہے کہ مرزا صاحب پر کن فیکون کے اختیارات کا جھوٹا الزام ہے۔ دیکھو الہام مرزا صاحب ''انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون. اے مرزا اب تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے تو صرف

کہہ دے کہ ہو جا وہ چیز ہو جائے گی۔'' (اخبار بدر ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء)

مرزائی صاحبان فرمائیے کہ یہ مرزاجی کا الہام ہے یا نہیں؟ اگر الہام ہے تو آپ کا کہنا غلط ہے ورنہ مرزا صاحب کے احتلام پر عمل بے سود ہے۔ (دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

اسی طرح مرزا صاحب کی کتاب اربعین نمبر ۴ صفحہ ۹ میں بابو الٰہی بخش کی نسبت یہ الہام ہے۔ کہ ''یریدون ان یرد طمثک یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔'' الخ

مسلمانو! الہام کی یہ تشریح مرزاجی کی اپنی ہی لکھی ہوئی ہے اس سے یہ امورات ثابت ہوتے ہیں :

۱...... خدا تعالیٰ جل شانہ بچے جنتا ہے۔

۲...... مرزاجی کے حیض سے اطفال اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

۳...... مرزاجی خدا کی بیوی ہے جس کے حیض سے طفل اللہ پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہر ایک مسلمان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس مذہب میں ایسے ایسے لغو مسائل ہوں وہ مذہب ذریعہ نجات ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا لاہوری مرزائی جماعت کے اراکین نے جو لکھا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ جھوٹے الزام ہیں۔ اہل اسلام کو بتائے کہ یہ کتابیں مرزاجی کی تصنیف ہیں یا نہیں؟ اگر مرزاجی کی کتابوں میں یہ ذخیرہ خرافات ہے تو پھر مسلمان سچے۔ اور اگر مرزاجی کی کتابوں میں ایسا نہ ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ ہم پر نالش (مقدمہ) کر کے بذریعہ عدالت جھوٹ سچ ثابت کر لیں۔ اگر مرزاجی کو اپنے دعوے میں آپ سچا یقین کرتے ہیں اور آپ کا ایمان ہے کہ مرزاجی خدا کے فرمان کے مطابق الہام

پاتے تھے اور مرسل من اللہ تھے تو گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے وہ وہ باطل مسائل اسلام میں داخل کیے جن کی قرآن شریف اور حدیث نبوی تردید کرتی ہے مثلاً ابن اللہ کا مسئلہ عیسائیوں کا، مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا جو کفارہ عیسائیوں کی بنیاد ہے، الوہیت مسیح کا مسئلہ، آریوں اور ہندوؤں کے اوتار کا مسئلہ، حلول ذاتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ جیسا کہ کشف میں لکھا۔ کہ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا، تجسم خدا کا مسئلہ۔ الغرض ہمچو قسم کے باطل مسائل داخل اسلام کر کے خود کرشن جی کا روپ دھارا اور آریوں کے بادشاہ بنے باوجود اسلام میں ایسی خرابیاں ڈالنے کے مجددِ دین محمدی کا دعویٰ بیبیں

بریں عقل و دانش بباید گریست

ہاں اگر لاہوری جماعت کو معلوم ہو گیا ہے کہ مرزاجی نبوت و رسالت کے دعاوی میں سچے نہ تھے اور آیات قرآنی کو اپنے پر دوبارہ نازل شدہ سمجھنے میں حق پر نہ تھے تو اعلان کیجئے کہ ہم مرزاجی کے خلاف قرآن و حدیث کشوف الہامات کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے اور مسلمانوں کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتے ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی کا فتویٰ ہے ''من اعتقد وحیا من بعد محمد کان کافرا باجماع المسلمین'' یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ کرے کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں ''کہ سچا خدا ہے، جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء صفحہ ۱۱)

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ ''دعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالجماع'' یعنی ہمارے نبی (محمد ﷺ) کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر

ہے۔ نظیریں موجود ہیں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کے حالات دیکھ لو اور یہ کفر کا فتویٰ حضرت محمد ﷺ کے حکم سے باتفاق صحابہ کرام صادر ہوا تھا اور تیرہ سو برس تک اسی پر عمل چلا آیا ہے کہ جب کسی امتی محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا (چاہے اپنی نبوت کا نام ظلی، بروزی، اشتراکی، مختاری، متبع نبی، استعاری وغیرہ وغیرہ ہی رکھا ہو) کافر اور خارج از اسلام سمجھا گیا گو نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کلمہ گو بھی کہتا ہو۔ مرزاجی اور مرزائی لاہوری جماعت کی یہ دلیل بالکل غلط ہے کہ علماء اسلام نے جو مرزاجی پر کفر کے فتوے لگائے لہٰذا وہ خود کافر ہو گئے۔ اجی جناب جب نظیر موجود ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے تابعداروں کو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کبار نے کافر کہا تو پھر مسلمان مرزاجی اور ان کے متبعین کو کافر کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ اگر مسیلمہ کذاب بھی مرزاجی والی دلیل پیش کرتا کہ میں کلمہ گو ہوں لہٰذا جو مجھ کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے تو کیا یہ دلیل درست ہوتی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا اور مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان جیسے کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے، غلط ہے۔ کیونکہ کلمہ گو تب تک ہی کلمہ گو ہے جب تک خود مدعی نبوت نہ ہو جب خود مدعی نبوت ہوا تو بمعہ متبعین خارج از اسلام ہوا۔ آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں۔

۱...... مرزاجی آپ کے اعتقاد میں سچے صاحب وحی تھے؟ یعنی ان کی وحی توریت وانجیل وفرقان کی مانند تھی جن کا منکر جہنمی ہوا۔

۲...... جو جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے آپ انہیں خداتعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہیں؟

۳...... مرزا صاحب کے الہاموں کو وساوسِ شیطانی سے پاک یقین کرتے ہو؟

۴...... مرزا صاحب کے کشوف من جانب اللہ اور سچے تھے؟

۵...... شیطانی الہامات اور شیطانی کشوف کی کیا علامات ہیں؟

۶...... مرزا صاحب نے جو حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۱ پر لکھا ہے۔ کہ ''میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا قرآن شریف پر۔'' الخ کیا آپ کا بھی یہی ایمان ہے؟

۷...... اگر مرزا صاحب کے عقائد علماء اہل سنت والجماعت والے تھے اور آپ کے بھی ہیں تو پھر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نمازیں کیوں نہیں پڑھتے؟

جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیا جائے کیونکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔

توجہ طلب نہایت ضروری برادرانِ اسلام کو اطلاع ہو کہ وہ اس ٹھوکر سے بچیں اور لاہور کی مرزائی جماعت کی گندم نمائی وجوفروشی سے پرہیز کریں، اشاعتِ اسلام کا صرف بہانہ ہے۔ جب ان کو مرزاجی کا حکم ہے کہ ''جس ملک میں جاؤ پہلے میری تبلیغ کرو اگر وہ لوگ میری تصدیق کریں تو ان کے ساتھ نمازیں پڑھو ورنہ اپنی نماز الگ پڑھو۔''

(دیکھو فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۸۲)

سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ کا امام حضور (مرزاجی) کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟

مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق کرے، تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

جب مرزائیوں کو اپنے مرشد کا حکم ہے اور فرض ہے کہ وہ مرزائی عقائد کی تبلیغ کریں تو پھر مسلمانوں کی کس قدر حماقت ہوگی کہ وہ خود چندہ دے کر مرزائیت کی تبلیغ

کرائیں اور اسلام کی جڑ کھوکھلی کریں کیونکہ اگر عیسائی مرزائی ہوگا تو اس کو مرزا صاحب کے الہام انت منی بمنزلة ولدی پر ایمان لانا فرض ہوگا تو اس صورت میں وہ بجائے ایک ابن اللہ (مسیح) دو ابن اللہ (مسیح و مرزا) کا قائل ہوگا یعنی ایک ابن اللہ حضرت عیسیٰ اور دوسرا مرزا صاحب۔ پس کوئی مسلمان مرزائی کو تبلیغ اسلام کے لئے ہرگز چندہ نہ دے جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہولے کہ کس اسلام کی تبلیغ مرزائی کریں گے؟ کیا لاہوری مرزائی جماعت تحریری اقرار دیتی ہے کہ وہ مرزائیت کی تبلیغ نہ کرے گی۔ جب تک وہ تحریری اقرار اور ہمارے اس ٹریکٹ کا تشفی بخش جواب نہ دیں ہرگز مسلمان ان کو چندہ نہ دیں ورنہ غضب الٰہی کے مورد ہوں گے۔ والسلام

۱...... اصغر علی روحی ...... پروفیسر اسلامیہ کالج و پریزیڈنٹ انجمن تائید اسلام لاہور۔
۲...... سید احمد علی شاہ ...... پروفیسر اسلامیہ کالج و امام مسجد شاہی لاہور۔
۳...... محمد یار ...... امام مسجد سنہری لاہور۔
۴...... قاضی فضل میراں ...... بی اے بی ٹی اسلامیہ کالج لاہور۔
۵...... محمد الدین ...... بی اے فیلو، پنجاب یونیورسٹی۔
۶...... صدر الدین ...... ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
۷...... نور بخش ...... ایم اے ناظم التعلیم انجمن نعمانیہ لاہور۔
۸...... نجم الدین ...... پروفیسر عربی اورینٹل کالج لاہور۔
۹...... احمد علی ...... شیرانوالہ دروازہ لاہور۔
۱۰...... حاجی شمس الدین ...... لاہور۔
۱۱...... مفتی عبدالقادر ...... مدرس مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور۔

۱۲...... عبدالواحد ...... امام مسجد چینیانوالی لاہور۔
۱۳...... فضل الدین مصحح ...... مطبع دین محمد سٹیم پریس لاہور۔
۱۴...... ابو محمد احمد ...... امام مسجد صوفی لاہور۔
۱۵...... محمد حسین (شمس العلماء) ...... پروفیسر مشن کالج لاہور۔
۱۶...... محمد باقر ...... پروفیسر مشن کالج لاہور۔
۱۷...... حبیب اللہ منشی ...... فاضل کشمیری بازار لاہور۔
۱۸...... ایم اے ضیاء الدین ...... پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور۔
۱۹...... ایم اے فضل حق ...... پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔
۲۰...... مولوی کرم بخش ...... میونسپل کمشنر لاہور۔

یہ چند ایک سطور میں نے اخی المکرم حامیٔ دین قامع البدعت پیر بخش صاحب پینشنر پوسٹ ماسٹر آنریری انجمن تائید اسلام لاہور کے رسالہ سے نقل کی ہیں۔

توہیناتِ انبیاء

۱...... میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا ہرگز نہ مرے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ۲)

۲...... جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہ نکلیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ۷)

۳...... حضرت موسیٰ کی پیشین گوئیاں اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امیدیں باندھی تھیں، غایة مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ (بلفظ ازالہ صفحہ۸)

۴...... سیر معراج حضرت ﷺ اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ (ازالہ صفحہ۴۷)

۵...... یہ حضرت مسیح کا معجزہ (پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا تاریخ سے ثابت ہے۔ اُن دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیال جھکے ہوتے تھے جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے ہیں۔ دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۲) چڑیاں کا معجزہ حضرت مسیح کا اور ان کا بولنا اور ہلنا اور دم ہلانا یہ عقلی معجزہ اپنے دادا سلیمان کی طرح ہے۔ (ملخصاً ازالہ صفحہ ۳۰۴)

۶...... حضرت مسیح بن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتا ہے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کی فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ عجوبہ نمایوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۸)

۷...... یہ جو میں نے مسمریزم کی طریق کا نام علم الترب رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۱۲)

۸...... چار سو نبیوں کی غلط پیشین گوئی نکلی۔ (ازالہ صفحہ ۶۲۹)

۹...... جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۳)

۱۰...... حضرت رسول خدا کے الہام ووحی غلط نکلیں تھیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۸-۶۸۹)

۱۱...... اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ موجود نہ ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی...... الخ۔ (ازالہ صفحہ ۶۹۱)

۱۲...... سورہ بقرہ میں ایک قتل کا ذکر گائے کا علم مسمریزم تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۴۸)

۱۳...... حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔ (ازالہ صفحہ ۷۵۲)

۱۴...... مریم کا بیٹا کشلیا[1] کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (انجام آتھم صفحہ ۴۱)

[1] کشلیا راجہ رام چندر کی ماں کا نام تھا۔

عقائد مرزا صاحب

۱...... ہمارا خدا عاجی[1] ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶)

۲...... حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک...... الخ (ازالہ صفحہ ۳۰۳)

۳...... نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچے پس اس جسم کا کرہ ماہتاب وآفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۴...... سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ (ازالہ صفحہ ۴۷)

۵...... قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی ہے مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۵-۲۶)

۶...... قرآن شریف نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کی ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۲۷)

۷...... قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۷۴۸، ۷۵۰، ۷۵۲، ۷۵۳)

۸...... قرآن شریف میں انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ (ازالہ صفحہ ۷۶-۷۷)

۹...... اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی

[1] ہاتھی کا دانت۔

ہے میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (توضیح مرام[1] صفحہ ۱۸)

۱۰...... امام مہدی کا آنا بالکل غلط ہے۔ (ازالہ صفحہ ۴۵۷-۵۱۸)

۱۱...... پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے...... الخ (ازالہ صفحہ ۴۹۵-۴۹۶ وانجام آتھم وضمیمہ)

۱۲...... وہ گدھا دجال کا اپنا بنایا ہوا ہوگا پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (ازالہ صفحہ ۶۸۵)

۱۳...... یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۲، ۵۰۸)

۱۴...... دابۃ الارض وہ علماء اور واعظ ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۰)

۱۵...... دخان سے مراد قحط عظیم شدید ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۳)

۱۶...... مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کیے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵)

۱۷...... کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔ (ازالہ صفحہ ۱۵)

مولوی نوردین صاحب فرماتے ہیں یہ تو بالکل غلط ہے کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا کوئی فروعی اختلاف ہے۔ اور غیر احمدی مرزا صاحب کی رسالت کے منکر ہیں اس لئے فروعی اختلاف نہیں۔ (مرزا صاحب کی تقریر کا خلاصہ صفحہ ۲۳)

۱۸...... جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا اور باوجود صدہا نشان کے مفتری

[1] گویا مرزا کے نزدیک حضرت رسول اللہ خاتم النبیین نہیں ہیں۔

ٹھہراتا ہے وہ مؤمن کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ مرزا بشیر الدین نے اس مضمون کو اپنے باپ کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ سے نقل کیا ہے۔

۱۹...... ایک شخص مرزا کو جھوٹا بھی نہیں کہتا اور منکر بھی نہیں اور دل سے سچا بھی جانتا ہے اگر بیعت نہیں کرتا وہ بھی کافر ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۴)

الجواب: یہ عقائد ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر مرزا ملحد کی تکفیر کے لئے کافی ہے کیونکہ ان میں یا توہین انبیاء علیہم السلام ہے یا ادعائے نبوت یا رد نصوص، اور یہ سب کفر ہے۔ پس مرزا قادیانی کے ملحد مرتد کافر دجال ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ قادیانی کا کفر تو ایسا ہے کہ جس میں کسی بھی اہل اسلام عالم یا غیر عالم کو کوئی شک وشبہ وتردد نہیں ہے۔ مؤمن کا دل ایسے عقائد سے بھی اس کے کفر کی شہادت دے دیتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

(حررہ العاجز یوسف عفی عنہ از نگیلے والا)

الجواب: بلاشبہ مرزا قادیانی بوجوہ کثیرہ قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اس کے اقوال پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ جانے خود کافر مرتد ہے۔ از انجملہ

کفر اوّل: اپنے رسالہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھا ''میں احمد ہوں جو آیت ''مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' میں مراد ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح عیسیٰ ابن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تورات کی تصدیق اور اس رسول کی خوشخبری سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جن کا نام پاک احمد ہے۔''

''ازالہ کے قول مذکور ملعون میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ

افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے، معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم: دافع البلاء کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے۔

'' ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے''۔

کفر سوم: اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۳ پر صاف لکھ دیا ہے۔ کہ یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب دینے سے حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی رہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلیلیں قائم ہیں۔ یہاں عیسیٰ کے ساتھ قرآن عظیم پر ہی تہمت جڑ دی کہ وہ ایسی باطل بات بتلا رہا ہے جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔

کفر چہارم: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ سچا'' خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا سچا رسول بھیجا''

کفر پنجم: ازالہ صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱ پر۔ اور'' توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے''

لعنة اللہ علی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ علیهم وبارک وسلم۔

ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے چہ جائیکہ نبی مرسل کی تحقیر کہ مسمریزم کے سبب نور باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہے۔ لعنة اللہ علی الکاذبین الکافرین۔

اور اس قسم کے صدہا کفر اس کے رسائل میں بھرے ہیں بالجملہ مرزا قادیانی کافر و مرتد ہے اس کے اور اس کے متبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردود ہے جیسے کسی یہودی کی امامت۔ اور ان کے ساتھ مواکلت، مشاربت اور مجالست سب ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لاتواکلوهم ولاتشاربوهم ولا تجالسوهم. نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ ان کے پاس بیٹھو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار'' ظالموں کی طرف نہ جھکو ایسا نہ ہو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن البہاری عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ...... محمد عبدالمجید سنبلی عفی عنہ

جواب صحیح ہے۔ ......کریم بخش عفی عنہ سنبلی۔

صحیح جواب۔ ...... عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بریلوی۔

صحیح جواب۔ ......عبدہ المذنب ظفر الدین عفی عنہ بریلوی۔

جواب درست ہے۔ ......عبدالوحید مدرس اول نعمانیہ امرتسر۔

صحیح جواب۔ ...... بندہ فتح الدین از ہوشیار پور سنی حنفی قادری رضوی۔

عبدالمصطفیٰ ظفر الدین احمد بریلوی محمدی سنی حنفی بہاری۔

ابوالفیض غلام محمد سنی حنفی قادری بریلوی۔

نواب مرزا عبدالنبی۔ ...... جواب ٹھیک ہے۔

الجواب صحیح۔ ......خادم العلماء بندہ امام الدین کپورتھلوی۔

ھذا الجواب صحیح۔ ......: سید علی عفی عنہ القادری الجالندھری۔

وجدته صحیحاً ملیحاً۔ ...... مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر ۱۹ سیالکوٹی ثم گجراتی۔ مہر دارالافتاء مدرسہ اہل سنت و جماعت معروف بنام نامی منظر الاسلام بریلوی۔

قولنا به ھذا الحکم ثابت۔ ...... فقیر سعد اللہ شاہ ولائتی ساکن سوات نبیر ملک

ماتحت اخون صاحب سوات۔

الجواب صحیح۔ ......احقر الزمن محمد حسن مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

هذا الجواب صحیح۔ ......محمد اشرف مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جوابات مذکورہ بالا مطابق اہل سنت والجماعت ہیں۔ احقر الزمن خاکسار سید حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

الجواب صحیح لاشک فیه۔ ...... مسکین علم الدین لاہور۔

هذا الجواب صحیح لاشک فیه۔ ......محمد رشید الرحمٰن عفی عنه۔

لقد اصاب من اجاب حرره الفقیر المفتی۔ ......ولی محمد جالندھری۔

مرزا غلام احمد کے اعتقادات مذکورہ اور اعتقادات کفریہ نقل کر کے علماء ہندوستان پنجاب کی خدمت میں پیش کیے گئے سب نے بالاتفاق اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اس کے ساتھ اسلامی معاملات مثل ملاقات وسلام وکلام کرنے سے منع کر دیا ہے اور قریب قریب ان ہر سہ رسائل میں دوسو علماء کی مہریں ودستخط ثبت ہیں۔ ابو سعید محمد حسین بٹالوی حنفی اہل حدیث۔

جو شخص خدا کے متعلق اس قسم کے عقائد رکھے جو سوال میں درج ہیں یا مدعی رسالت ہو اگر وہ مجنون نہیں تو کافر ہے۔ حررہ ابو الفضل محمد حفیظ اللہ دار العلوم لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ......ابو العماد محمد شبلی جیراجپوری
مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ......سید علی زینبی عفی عنہ
مدرس مدرسۃ العلوم دار الندوۃ لکھنؤ۔

ان عقائد کا معتقد کافر ہے۔ ......حررہ محمد واحد نور رام پوری۔

مرزا قادیانی اصول اسلامی کا منکر ہے اور ملحد۔ اس کی امامت، بیعت اور محبت بالکل ناجائز ہے۔ رقیمہ احقر عباد اللہ الصمد مرید احمد میانوالی۔

بے شک مرزا قادیانی کے عقائد واقوال حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اس لئے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ ......محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

ایسا شخص بے شک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد عبد الغنی عفی عنہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......سید انظار حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد کرامت اللہ دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ ......ابو محمد عبد الحق دہلوی۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد امین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

قادیانی نص قطعی کا منکر ہے اور جو نصوص قطعیہ سے منکر ہوتا ہے وہ کافر ہے۔ پس قادیانی دعاوی مذکورہ کا مدعی ہے۔ تو بے شک وہ کافر ہے۔ حررہ امانت اللہ علی گڑھ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد لطف اللہ از علی گڑھ۔

مرزا قادیانی اور اس کے پیرو یہ سب کے سب کافر ہیں۔ نصیر الدین خان۔
غلام مصطفیٰ۔ ابراہیم۔ محمد سلطان احمد خان۔ محمد رضا خان۔

مرزا قادیانی اور اس کے معتقد اور مرید اور دوست مثل بوسلیم کے کافر ہیں۔
حررہ عین الہدیٰ شاہ عفی عنہ قادری از کلکتہ۔

قادیانی خنزیر مسیلمہ کذاب قادیان میں رہتا ہے مفتری زندیق مردود کافر نائب ابلیس لعنۃ اللہ علیہ۔ زندیق کی توبہ قبول نہیں شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔

جمال الدین از ریاست کشمیری ضلع شہر مظفر آباد۔

الجواب صحیح۔ ......احمد جی علاقہ چھچھ موضع پاٹڈنک۔

الجواب صحیح۔ ......سید حافظ محمد حسین واعظ ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

بے شک جو آدمی امور قطعیہ کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ قرآن شریف معجزہ کا ثبت ہے اس کا انکار کفر ہے اور ایسے آدمی کی بیعت بھی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔

حررہ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ۔

جواب درست ہے۔ ......عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ۔

جو شخص کسی پیغمبر کی نبوت کا انکار کرے یا حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ عبدالسلام پانی پتی۔

الجواب صحیح۔ ......فضل احمد ضلع پشاور علاقہ مردان تحصیل صوابی۔

مرزا قادیانی کے عقائد اس حد تک یقیناً پہنچ گئے ہیں کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا حکم عائد ہو جائے۔ دعویٰ نبوت اس کے اور اس کے مریدوں کی تصانیف میں بصراحۃ موجود ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہتک اور استخفاف سے ان کی کتابیں واشتہار ورسالے مملو ہیں۔ معجزات وخوارق عادت کی دوراز کارتاویلیں نصوص قطعیہ کی تحریف معنوی ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ لہٰذا اس کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ الراجی الی اللہ محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری۔

خاکسار مولوی محمد کفایت اللہ صاحب کے جواب سے اتفاق کرتا ہے۔ کتبہ مشتاق احمد مدرس گورنمنٹ سکول دہلی۔

مرزا غلام احمد دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ محمد اسحق لدھیانوی۔

بے شک الفاظ مذکورہ مسطورہ فتویٰ کفر کے ہیں اور قائل ان کا کافر ہے۔ اگر مرزا مذکور سے یہ الفاظ تقریراً یا تحریراً ثابت ہیں تو بس کافر ہے۔ راقم فقیر امانت علی ازنکودر۔

یہ شخص مدعی حال نبوت ورسالت کا ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کے دعویٰ کا ہر ایک کلمہ کئی کئی کفریات پر مشتمل ہے پس شریعت غرا میں قائل ان کلمات اور دعاوی کا مثل فرعون دجال مسیلمہ کذاب کے ہے۔ اس کے ساتھ بیعت وغیرہ سلام وکلام شرع میں کفر ہے۔

کتبہ محمد محی الدین صدیقی حنفی عفی عنہ مدرس نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر۔

ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے مرید اور معتقد جو ایسے مدعی مفتری کو اس کے اقاویل کا فریہ اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتے ہیں اور راضی ہیں وہ بھی کافر ہیں اس لئے کہ الرضا بالکفر کفر۔ حررہ محمد عبدالغفار خان رام پوری۔

ذالک الکتب لاریب فیه۔ ......محمد معز اللہ خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......احمد سعید رام پوری۔

قد صحیح الجواب۔ ......محمد امانت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ اور نیز باجماع امت ثابت ہے کہ انبیاء ورسل افضل الخلق ہیں لہٰذا جو شخص اپنے لئے رسالت کا مدعی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے آپ

کو افضل جانتا ہے وہ کتاب اللہ کا مکذب ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اور اس کے اتباع کی امامت اور بیعت ومحبت ناجائز اور حرام ہے ایسے شخص سے اور اس کے اذناب سے سلام کلام ترک کرنا چاہیے۔ ......حررہ خلیل احمد سہارنپوری۔

الجواب صحیح۔ ......ثابت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ......عبداللطیف عفی عنہ سہارن پوری۔

صحیح جواب۔ ......محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

المجیب مصیب۔ ......حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

الجواب صحیح۔ ......فضل احمد رائے پور گوجراں۔

الجواب صحیح و القول نجیح ......المذنب ابوالرجا غلام محمد ہوشیار پوری۔

اصاب من اجاب۔ ......محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

رأیته فوجدته صحیحاً۔ ......نبی بخش حکیم رسول نگری۔

الجواب صحیح۔ ......عنایت الٰہی سہارن پوری مہتمم مدرسہ عربیہ سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد بخش عفی عنہ سہرائے۔

الجواب صحیح۔ ......صدیق احمد انبوٹھوی۔

الجواب صحیح۔ ......احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

صحیح الجواب۔ ......غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔

اصاب المجیب۔ ......محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......قادر بخش عفی عنہ جامع مسجد سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ عبدالمجید۔

الجواب صحیح۔ ......علی اکبر۔

المجیب صادق۔ ......محمد یعقوب۔

المجیب مصیب۔ ......عبدالخالق۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان سائل ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور ہر ایک جواب کی تائید کے ادلۃ قطعیۃ مؤیدہ ہیں اور کتب شرعیہ مملوۃ۔

کتبہ احقر العباد اللہ الصمد ابوالرجا غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ ......نور اللہ خان۔

الجواب صحیح۔ ......محمد فتح علی شاہ۔

الجواب صحیح۔ ......فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......احمد علی شاہ اجمیری۔

ہذا ھو الحق۔ ......جمال الدین کوٹھالوی۔

المجیب مصیب۔ ......احمد علی عفی عنہ بٹالوی۔

جواب درست ہے۔ ......سلطان احمد گنجوی۔

جواب درست ہے۔ ......احمد علی عفی عنہ سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عظیم متوطن گنگوہ۔

جواب صحیح ہے۔ ......فقیر غلام اللہ قصوری۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد اشرف علی عفی عنہ بہوں ہندوستان۔

ماجاب به المجیب فهو فیه مصیب۔ ......غلام احمد امرتسری ایڈیٹر اہل فقہ۔

من قال سو اذالک قد قال محالا۔ ......حررہ ابوالہاشم محبوب عالم عفی عنہ توکلی سیدوی ضلع گجرات۔

جواب درست ہے۔ ......عبدالصمد مدرس مدرسہ دیوبند۔

ذالک کذالک۔ ......فقیر فتح محمد عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......شیر محمد عفی عنہ۔

لاریب فی ماکتب۔ ......رحیم بخش جالندھری۔

الجواب صحیح۔ ......ابوعبدالجبار محمد جمال امرتسری۔

جواب صحیح ہے۔ ......عبدالکریم مجددی ساکن تنڈہ محمد خان ضلع حیدرآباد سندھ۔

الجواب صحیح۔ ......فقیر محمد باقر نقشبندی مدرس مشن کالج لاہور۔

الجواب صحیح لاریب فیه۔ ......محمد رحیم اللہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی۔

ہذاہو الحق۔ ......خادم حسن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......عزیز احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

المجیب مصیب۔ ......محمد اکرم مدرس مدرسہ بارہ ہندوراؤ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ ضیاء الحق عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد پردل دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......ولی محمد کرنالوی۔

شخصیکه رسالت باشد منکر نص قطعی است" ولکن رسول الله وخاتم النبیین" ودرکفر قطعیات اختلاف نیست دره چنیں کسان بیعت ومحبت چه معنی دارد؟ الراقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

سبّ نبی کفر ہے اور دعویٰ نبوت کفر ہے۔ نبی سے اپنے آپ کو افضل سمجھنے والا کافر ہے۔ ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ بدایونی عفی عنہ۔

کچھ شک نہیں کہ مرزاقادیانی ایک دہریہ معلوم ہوتا ہے مفتری علی اللہ ہے اس کے الہامات سے معلوم ہوا کہ اسے خدا پر ایمان نہیں کیونکہ خدا پر ایمان رکھنے والا اس قسم کے افتراء نہیں کیا کرتا اس لئے میرا یقین ہے کہ مرزاقادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دنیا سازی کے لئے کرتا ہے پس اس کی امامت جائز نہیں۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔

چونکہ شخص مذکور اپنے کو سچا رسول کہتا ہے اور رسالت کا ختم ہو جانا آنحضرت ﷺ پر نصوص قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جو حدِ تواتر میں داخل ہے اس لئے وہ شخص بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے پس امامت یا بیعت و دوستی سلام کلام اس سے اور اس کے مریدوں سے جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم احقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد اسحٰق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الاجوبة صحیحة۔ ......مقبول حسن عفی عنہ مدرس سیوم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

لقد اجاب من اصاب۔ ......مشتاق احمد اول مدرس فیض عام کانپور۔

جو کلمات سوالات میں مذکور ہیں ہر ایک کلمہ کا مرتکب اشد کافر ہے۔ العاجز عبدالمنان وزیرآبادی۔

مرزاغلام احمد کے خیالات اور عقائد اکثر ایسے ہیں جن سے فتویٰ کفر عائد ہوتا ہے۔ یوسف علی عفاعنہ میرٹھی خیرنگری۔

جواب صحیح ہے۔ ......محمد عبداللہ ناظم دینیات مدرستہ العلوم علی گڑھ۔

تمام علماء نے اس کے کافر ہونے پر اتفاق کرلیا ہے کوئی گنجائش تاویل کی نہیں لہٰذا اس کی بیعت اور اس کے پیروسے مجالست ومواکلت قطعی حرام ناجائز ہے۔ ابوالمعظم سید محمد اعظم شاہ جہاں پوری۔

میری نظر سے مرزا کی کتابیں گزریں ان میں صراحۃً عقائد کفریہ مرقوم ہیں لہٰذا میں باعتبار ان کتابوں کے مرزا صاحب کو کافر سمجھتا ہوں۔ غلام محی الدین امام جامع مسجد شاہ جہاں پوری۔

مرزا صاحب کی کتابوں میں بہت سے کفریات موجود ہیں جونصوص قاطعہ کے خلاف ہیں لہٰذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عبدالکریم عفی عنہ از ہندوستان۔

محمد حسین عفی عنہ۔

جوشخص توہین کسی نبی کی انبیاء علیہم السلام سے کرے وہ مردود اور کافر ہے یعنی ایسا کافر ہے کہ اس کی توبہ میں اختلاف ہے تو اس کا کفر اور کفار کے کفر سے زائد ہے۔ العیاذ باللہ فقط محمد عثمان عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم فقط محمد عبدالخالق عفی عنہ مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

بے شک یہ شخص اسی طرح کا کافر ہے جیسا کہ مولوی محمد عثمان صاحب دام ظلہم نے تحریر فرمایا ہے۔ فقط ابوالرفعت محمد سخاوت اللہ خان مدرس سیوم مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

مرزا غلام احمد قادیانی یقیناً کافر ہے اس کی تکفیر میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ احقر کو اس کی کتب تمامیہ دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے اس سے اور اس کی متبعین سے اسلامی طریقہ

سے ملنا جلنا ناجائز ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب محمد اعزاز علی بریلوی۔

مرزا قادیانی جو عیسیٰ مسیح ہونے کا مدعی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کلماتِ شنیعہ کہنے والا وغیرہ سراسر کاذب اور مفتری انتہا درجہ کا بے دین، مرتد، ملحد، خبیث النفس اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اتباع کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلوی کشن گنج۔

مرزا قادیانی ان عقائد باطلہ کے رو سے بلاریب کافر ظاہر ہے۔ قرآنی اور اجماعی امر ہے کہ دنیا میں پہلا کافر ابلیس لعین ہے اور اس کا کفر نص کی بنا پر ہے اور وجوہ بھی تکفیر مرزا میں آیات واحادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ مرزائیوں سے ارتباط اسلامی نصوص آیات و احادیث سے ممنوع ہے جملہ تکالیف شرعیہ وارشادات اسلامیہ ان سے کیا معنی رکھتے ہیں؟ بلکہ جوشخص ان کی تکفیر میں تامل کرے اس پر بھی مخافت کفر ہے اور یہ پہلا زینہ دخول فی المرزائیت ہے۔ ......حررہ محمد عبدالحق الملتانی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمود عفی عنہ ملتانی۔

بلاریب وشک مرزائی لوگ مرتد اور کافرین ہیں ایسے ظالموں سے احتراز کرنا قرآن شریف اور حدیث نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد خوش بنیاد جناب باری تعالیٰ کا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ حررہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری قریشی الہاشمی جلال پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد فیض اللہ عفی عنہ ملتانی۔

فتویٰ نمبر۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس شخص کی نسبت جو مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید نہ ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جانتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید تو نہیں ہوں اور نہ اس کے اعتقادیہ مسائل میں شامل ہوں لیکن اس کو مسلمان جانتا ہوں۔ کیا ایسے شخص کی بیعت اور امامت درست ہے؟ اور شرعاً اس کو کیا کہنا چاہیے؟ بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ الرب الجلیل

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ کے معلوم ہونے کے باوجود اس کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے شخص اکثر وہی دیکھے گئے ہیں جو منافق اور کافر ہیں یعنی دراصل مرزائی ہوتے ہیں لیکن ظاہرداری کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم مرزا کو مسلمان جانتے ہیں یا اس پر ہم کفر کا فتویٰ نہیں دیتے یا ہم اس کو اچھا تو نہیں جانتے لیکن کافر بھی نہیں کہتے۔ دراصل یہ سب کارروائی منافقانہ ہے کوئی مصلحت مدنظر رکھ کر ظاہر نہیں ہوتے فی الحقیقت پکے مرزائی ہوتے ہیں۔ یاد رکھو مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ ایسے کافر کی تکفیر میں توقف یا تردد کرے۔ الحاصل مرزا اور اس کے سب مرید اور باوجود مرزا کی کفریات کے معلوم ہونے کے اس کے کفر میں توقف کرنے والے سب کے سب کافر ہیں۔ توہین انبیاء علیہم السلام ادعائے نبوت ردنصوص ایسا کفر ہے جس میں اہل سنت میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں اس واسطے دلائل لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم حررہ العاجز یوسف

علی عفی عنہ منگھیلے والہ۔

الجواب: جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے مرتد ہے، بلکہ جو شخص اس کے کافر ہونے میں شک وتردد کرے وہ بھی کافر مستحق عذاب عظیم ہے۔ شفا شریف میں ہے ''یکفر من لم یکفر من وان بغیر ملۃ المسلمین من الملل اووقف فیھم او شک'' یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے اس کی تکفیر میں توقف یا شک وتردد رکھے۔ وغرر ومجمع الانہر ودرمختار وفتاویٰ خیریہ وبزازیہ وغیرہ میں ہے ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' یعنی جو شخص اس کے کفر وعذاب میں شک کرے یقیناً خود کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبدالرحمٰن البہاری عفی عنہ۔

صحیح جواب۔ ......احمد رضا عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالمجید سنبلی عفی عنہ۔

صحیح جواب۔ ......عبدہ ظفرالدین بریلوی حنفی قادری رضوی۔

عبدالمصطفیٰ ظفرالدین احمد بریلوی مہردار الافتاء مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلوی منظر الاسلام۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ ......احقر زمن محمد حسن مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

جواب صحیح ہے۔ ......سید حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جواب صحیح ہے۔ ......کریم بخش سنبلی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالوحید مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

الجواب صحیح ھذا۔ ......محمد اشرف مدرس نعمانیہ لاہور۔

قولنا بہ ھذا المحکم ثابت۔ ......فقیر سعداللہ شاہ ساکن سوات۔

رأیتہ وجدتہ صحیحا ملیحا۔ ......مسکین عبداللہ شاہ مولوی پلٹن نمبر۱۹ سیالکوٹی ثم گجراتی۔

جواب صحیح ہے۔ ......بندہ امام الدین کپورتھلوی۔

ہذا الجواب صحیح۔ ......سید علی جالندھری۔

لقد اصاب من اجاب. ......حررہ الفقیر المفتی ولی محمد جالندھری۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ فتح الدین ہوشیارپوری۔

ہذاالجواب صحیح لاشک فیہ۔ ......محمد رشید الرحمن۔

الجواب صحیح لاشک فیہ۔ ......علم الدین لاہوری۔

جو ایسے شخص کو مسلمان سمجھتا ہے وہ یا جاہل یا بدعقائد۔ بیعت اور امامت ایسے شخص کی درست نہیں۔ کتبہ ابوالفضل محمد حفیظ اللہ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح۔ ......سید علی زینبی مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ ......ابوالعماد محمد شبلی عفی عنہ جی راجپوری مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ایسا شخص جاہل ہے اس کو سمجھانا چاہیے اور اگر وہ اپنی غلطی پر مصر ہو اور ہٹ دھرمی کرے تو اس کی امامت سے بچنا چاہیے اور بیعت ایسے شخص سے نہ کی جائے یہ شخص بدعتی ہے۔ حررہ واحد نور رام پوری۔

بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ حررہ محمد امانت اللہ علی گڑھ۔

ہذہ الاجوبۃ صحیحۃ۔ ......محمد لطف اللہ علی گڑھ۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانے گو اس کے طریقے پر نہ ہو یا مرید نہ ہو مگر وہ ایسا ہے جیسا کہ شمر اور ابن زیاد اور یزید اور ابن ملجم کو مسلمان جانتا ہے۔ اور جاننے والا ہے منافق اور خارجی ہے۔ حررہ عین الہدیٰ شاہ قادری از کلکتہ۔

ایسا شخص جاہل ہے کفر اور اسلام میں تمیز نہیں رکھتا اس کی امامت اور بیعت قبول نہیں ہے یا واقف متعصب ہے اس کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ یہ تعصب بے محل مخل امامت وارشاد ہوگا۔

حررہ ابوالحامد محمد عبدالحمید عفی عنہ حنفی القادری الانصاری النظامی لکھنوی۔

ہذہ الاجوبۃ صحیحۃ۔ ......ابوسعید محمد عبدالخالق لکھنوی۔

اصاب من اجاب۔ ......محمد عبدالعزیز لکھنوی۔

صحیح جواب۔ ......عبدالخالق لکھنوی۔

الجواب صحیح۔ ......ولی محمد کرنالوی۔

جواب صحیح۔ ......محمد قاسم عبدالقیوم الانصاری لکھنوی۔

اصاب من اجاب۔ ......محمد برکت اللہ لکھنوی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالہادی الانصاری لکھنوی۔

صحیح الجواب۔ ......محمد عبیداللہ لکھنوی۔

ایسا شخص فاسق ہے۔ ......محمد عبدالغنی مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ محمد قاسم مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد کرامت اللہ دہلوی۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......بندہ محمد آمین مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالحق دہلوی۔

جو شخص مرزا کے عقائد معلوم کر کے اس کو کافر وخارج دائرہ اسلام نہ جانے وہ بھی اسی کا پیرو ہے۔ ابومحمد سعید محمد حسین بٹالوی۔

اگر غلام احمد کے عقائد کو یہ عقائد کفریہ جانتا ہے اور پھر ان سے راضی وخوش ہے تو یہ بھی کافر

ہے لان الرضا بالکفر کفر۔محمد کفایت اللہ شاہ جہاں پوری مدرس مدرسہ آئینہ دہلی۔

مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعت اسلام سے جدا ہے ایسے شخص سے بیعت کرنا حرام اور اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔مشتاق احمد حنفی مدرس گورنمنٹ اسکول دہلی۔

کسے که قائل جواز اقتداء خلف مرزا واتباع او باشد مخطی وناواقف از اصول دین است زیرانکه صحت نماز بدوں ایمان صورت نمی بندد وبطلانِ نمازِ امام موجب بطلانِ نمازِ مقتدی است کمالایخفی علی من له مسکه بالدین وبیعت چنین ناواقف برین قیاس باید کرد۔ غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ذاکر بگوی عفی عنہ لاہوری۔

من اصاب فقد اجاب۔ ......غلام رسول ملتانی۔

الجواب صحیح۔ ......ابو محمد احمد عفی عنہ چکوال لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......نور احمد امرتسری۔

اصاب من اجاب۔ ......سید حسین مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو باوجود، دعاوی کے اہل اسلام جانے یا اپنے دعوے میں صادق سمجھے وہ اسلام اور دین محمدی سے خارج ہے۔الراقم عبد الجبار امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......عبد العزیز ساکن قلعہ صبھا سنگھ۔

ایسا شخص منافق ہے ایسے شخص کے خلف اقتداء درست نہیں سلام دین امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......حکیم ابوتراب محمد عبد الحق امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......سید شاہ حیدر آبادی۔

جو شخص اس کو حق جانتا ہے وہ بھی صراط مستقیم دین قویم سے منحرف ہے مرید احمد قادیانی۔

ایسا شخص کافر اور مرتد ہے ابو یوسف امرتسری۔

ایسا شخص ساتر حق ہے اور باطن میں معتقد قادیانی کا ہے ایسے امام کی بیعت وغیرہ سے کنارہ کشی واجب ہے۔ الراقم محمد محی الدین الصدیقی الحنفی امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد اسحق لدھیانوی۔

اس کے عقیدے میں فرق ہے اس کی امامت اور بیعت جائز نہیں۔الراقم عبد السلام پانی پتی۔

شخصِ مذکور اگر مرزا کے کفریہ متقدمات پر اطلاع حاصل کرنے کے بعد اس کی تکفیر کرے تو فبہا ورنہ وہ بھی قادیانی کے ساتھ کفر میں ''ہم رشتہ'' ہے اس کی بیعت اور امامت جائز نہ ہوگی۔حررہ خلیل احمد۔

الجواب صحیح۔ ......عبد اللطیف سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ......ثابت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد کفایت اللہ سہارن پوری۔

الجواب صحیح والقول تصحیح۔ ......غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ ......حافظ محمد شہاب الدین لدھیانوی۔

بمقتضائے کوائف مندرجہ بیان سائل ہر ایک جواب مطابق سوال صحیح و درست ہے اور ہر ایک جواب کی تائید کے ادلۂ قطعیہ مؤید ہیں اور کتب شرعیہ ان سے مملو۔ کتبہ احقر عبد اللہ الصمد۔ ......ابوالوفا غلام محمد ہوشیار پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور۔

رأیته فوجدته صحیحاً۔ ......نبی بخش حکیم رسول نگری۔

اصاب من اجاب۔ ......فضل احمد رائے پور گجراں۔

الجواب صحیح۔ ......محمد رکن الدین نقشبندی ساکن الور۔

ما اجاب به المجیب فهو مصیب۔ ......غلام احمد امرتسری۔

جواب صحیح ہے۔ ......خادم شریعت ابوالہاشم محبوب عالم سنیدے ضلع گجرات۔

الجواب صحیح۔ ......فتح محمد۔

صحیح جواب۔ ......شیر محمد۔

الجواب صحیح۔ ......فقیر غلام رسول مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ ......فقیر غلام اللہ قصوری۔

الجواب صحیح۔ ......فتح محمد۔

الجواب صحیح۔ ......احمد علی شاہ اجمیری۔

هذا هو الحق۔ ......جمال الدین کٹیالوی۔

الجواب صحیح۔ ......سلطان احمد گنجوی ضلع گجرات۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عظیم متوطن گکھڑ۔

المجیب مصیب۔ ......احمد علی بٹالوی۔

الجواب صحیح۔ ......صدیق احمد مونوی۔

جواب درست ہے۔ ......احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

الجواب صحیح ۔ ......عنایت علی سہارن پوری۔

الجواب صحیح ۔ ......محمد بخش سہرائی۔

الجواب صحیح۔ ......گل محمد خان مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......سید محمد مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......غلام اسعد حنفی مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......عزیز الرحمٰن مفتی عفی عنہ مدرسہ عالیہ دیوبند۔

اصاب المجیب۔ ......محمد حسن مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ محمود مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......قادر بخش مہتمم جامع مسجد سہارن پور۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ عبدالمجید عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......علی اکبر عفی عنہ۔

المجیب صادق۔ ......عبدالخالق۔

الجواب صحیح۔ ......ابوعبدالجبار محمد جلال الدین امرتسری۔

الجواب صحیح۔ ......رحیم بخش جالندھری۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالصمد عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......عبدالکریم ساکن ٹنڈہ محمد خان ضلع حیدرآباد سندھ۔

الجواب صحیح ۔ ......محمد یعقوب دیوبند۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔......حبیب المرسلین مدرس اول مدرسہ حسین بخش دہلوی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔

هذا هو الحق۔ ......خادم حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ناظر حسن صدر مدرس عربیہ فتح پوری دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عزیز احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

المجیب مصیب۔ ......محمد احکم عفی عنہ مدرس مدرسہ بارہ ہندورائے دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ ضیاء الحق عفی عنہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......حبیب احمد مدرس مدرسہ فتح پوری۔

الجواب صحیح۔ ......ولی محمد کرنالوی۔

ایسے آدمی کی بیعت ہی کفر ہے اور مسلمان جاننا درست نہیں۔ احمد علی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......عبداللہ خان مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

جو ایسے مدعی کو اس کے اقاویل کاذبہ اور دعاوی باطلہ میں سچا جانتا ہے اور راضی ہے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ الرضاء بالکفر کفر۔ محمد عبدالغفار خان رام پور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد سلامت الہدیٰ رام پوری۔

جواب صحیح ہے۔ ......احمد سعید رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ضیاء اللہ خان رام پوری۔

ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ ......محمد معزاللہ خاں رام پوری۔

ایسے صریح منکر کو مسلمان سمجھنا تو گویا خود مسلمانی سے خارج ہونا ہے۔ ابوالمعظم سید محمد اعظم مفتی حنفی شاہ جہاں پوری۔

جو شخص مرزا غلام احمد کے عقائد مخالف کو اچھا جانے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور نہ اس سے کسی کو بیعت کرنا جائز ہے۔ ابو یوسف علی میرٹھی جواب صحیح ہے۔ محمد عبداللہ علی گڑھ۔

مرزا اور اس کے اتباع کی مثل میرے نزدیک اسلامی فریق میں ایسا کافر کوئی نہیں۔ العاجز عبدالمنان وزیر آبادی۔

جو ایسے اعتقاد والے کو مسلمان جانے وہ شخص بھی کافر ہے۔ جمال الدین ریاست کشمیر۔

الجواب صحیح۔ ......احمد جی علاقہ چھچھ۔

الجواب صحیح۔ ......سید محمد حسین واعظ ساڈھورہ۔

جو شخص مرزا کے عقائد سے ناواقف ہو کر مسلمان لکھتا ہے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہے ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ عبدالجبار عمر پوری دہلی کشن گنج۔

جو شخص مرزا قادیانی کے حق میں باوجود الہامات کے معلومات کے کہ وہ اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر تفضیل دیتا ہے اور دعویٰ رسالت کرتا ہے، حسن ظن رکھتا ہو اور اس کو مسلمان کہتا ہو تو وہ شخص خود دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کی امامت اور بیعت شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے اور اہل اسلام کو اس سے اجتناب لازم ہے۔

حررہ محمد خدا بخش عفی عنہ پشاوری۔

مرزا کو یہ شخص اگر بنابر جہالت کے مسلمان سمجھتا ہے تو معذور سمجھا جائے گا اگر باوجود اس کے ایسے دعاوی کفریہ اور عقائد باطلہ کے اس کو محض کلمہ گوئی کے مسلمان جانتا ہے تو خود اس کے اسلام پر خطرہ ہے۔ اس کو پہلے تعلیم کافی دی جائے اگر نہ سمجھے پھر اس کی امامت اور بیعت کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ حررہ عبدالحق الملتانی۔

الجواب صحیح۔ ......محمود عفی عنہ ملتانی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد فیض اللہ ملتانی عفی عنہ۔

من سبّ الشیخین او طعن فیہما فقد کفر لاتقبل توبتہ بل یقتل (درمختار) چہ جائیکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر طعن کرنے والے۔ اور دعوائے نبوت کرنے والا اشد کافر ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم اپنی وحدانیت میں لاشریک ہے ویسا ہی محمد رسول اللہ ﷺ اس کے بندوں میں یکتا اور بے نظیر ہیں۔ تراب اقدام اہل اللہ۔ فقیر

ابو میر محمد امیر اللہ قریشی الہاشمی جلال پور جٹاں بقلم خود۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مرزائی لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے سب عقائد کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی رسالت کے قائل ہیں، اس کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس واسطے علمائے عرب وعجم نے مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنی دختر کا نکاح کسی مرزائی سے کردے بعد میں اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص مرزائی ہے۔ آیا یہ نکاح عندالشرع جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور یہ شخص اپنی لڑکی کا نکاح ثانی بلائے طلاق مرزائی زوج کے کسی مسلمان سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل جزاء کم اللہ الرب الجلیل۔

الجواب: مرزائی مرد سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلا طلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کرسکتا ہے بلکہ فرض ہے کہ اس لڑکی کو اس مرزائی سے فوراً جدائی کرے کہ اس کی صحبت اس کے ساتھ خاص زنا ہے۔ بالکل وہی حکم ہے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کو حرام کی ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا اس سے فوراً علیحدہ کرلینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ ردالمختار میں ہے قولہ ’’حرم نکاح الوثنیت وفی شرح الوجیز وکل مذہب یکفر وبہ معتقدہ‘‘ درمختار میں ہے ’’ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملة وھی خمس النکاح والذبیحۃ‘‘ الخ یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعاً یہ صورت جائز ہے اور ازدواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جو امر جرم ہے شرعاً اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

قانون کا حال وکلاء جانتے ہیں اگر از روئے قانون بھی یہی صورت داخل جرم نہ ہو یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کرکے اس کا جرح نہ ہونا قبول کرلے تو حرج نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے۔ ہاں دختر کو جس جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کرنا سخت فرض اہم ہے اگرچہ دوسری جگہ نکاح نہ ہوسکے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ سنی حنفی بریلوی۔

صحیح جواب۔ ...... واللہ اعلم فقیر احمد رضا خاں عفی عنہ بریلوی

الجواب ھو ملھم الصدق والصواب بے شک بلا تردد کرسکتا ہے کہ مرزائی سے نکاح باطل محض زنائے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے نہ کہ زنا میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ’’ولایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ‘‘ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ فقط حررہ الفقیر القادری وصی احمد حنفی فی مدرسة الداریة فی پیلی بھیت

الجواب صحیح بلا قیل وقال والمجیب مصیب بعون اللہ المتعال الفقیر محمد ضیاء الدین جو کچھ کہ حضرت قبلہ محدث ارشد فقیہ اوحد صاحب تصانیف کثیرہ جناب مولانا مولوی وصی احمد قبلہ مشہور محدث سورتی دام فیضہ القوی وعم مدظلہ الی یوم الابدی نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور حضرت مجیب مدظلہ الاقدس اپنے جواب میں نجیح ہیں۔

فقط حررہ عبدالاحد مدرس مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت۔

الجواب: مرزا کے پیرو جو کہ اس کی نبوت کے قائل ہیں اور اس کے عقائد کے معتقد، وہ بے شک کافر ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمہ عورت کا نکاح مرزائی سے منعقد نہیں ہوتا بعد علم اس امر کے کہ زوج مرزائی ہے زوجہ کا والد اپنی دختر کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ

کرسکتا ہے چونکہ پہلا نکاح کوئی چیز نہ تھا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلاَ تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (البقرة:۲۲۱)

فتح القدیر میں ہے: "ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم وفی شرح الوجیز وکل مذهب یکفربه معتقده لان اسم المشرک یتناولهم جمیعاً"

مرزائی بقول صریح حکم فقہ مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح باطل ہوتا ہے بعد گزرنے عدت کے وہ عورت جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے کماهو مصرح فی کتب الفقه۔

رقیمه العبد محمد ابراہیم الحنفی القادری عفی عنہ المدرس بالدرستہ الشمسیۃ بجامع بلدہ بدایوں۔

الجواب صحیح والرائی نجیح۔ ......حررہ محمد عبدالمقتدر القادری البدایونی عفی عنہ خادم المدرستہ القادریہ۔

صحیح الجواب والمجیب مصیب۔......محمد عبدالماجد عفی عنہ مہتمم مدرسہ شمسیہ بدایوں۔

الجواب صحیح والقول قوی۔ ......حررہ المسکین احقر العباد فدوی علی بخش گنہ پنڈا احقر العباد سید شہاب الدین جالندھری بقلم خود۔

الجواب صحیح۔ ......محمد شرافت اللہ رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد شجاعت علی۔

اصاب من اجاب۔ ......رقمہ محمد علی رضا عفی عنہ رام پوری۔

الحکم کذالک۔ ......محمد معزاللہ خاں مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔

من اجاب اصاب۔ ......محمد گلاب خان رام پوری۔

الجواب صحیح۔ ......خواجہ امام الدین صدیقی مدرسہ پشاوری عفی عنہ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......پیر حافظ سید ظہور شاہ قریشی الہاشمی جلال پوری عفی عنہ مولاہ۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔ محمد یونس عفی عنہ پشاوری۔

وللہ در المجیب اصاب فیما اجاب الراجی الی غفران الحق۔ نورالحق عفی عنہ پشاور مانسہری مولداً۔

هذاالجواب هو الصواب وموافق کما فی الکتاب۔ محمد عبدالحکیم سورتی پشاوری عفی عنہ سند یافتہ مدرسہ عالیہ ریاست رام پور۔

الجواب صحیح۔ ......نورالحسن مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

الجواب صحیح وحقیق بالقبول۔ ......محمد میر عالم پشاوری ہزاروی اول مدرس عربی انجمن حمایت اسلام۔

الجواب صواب ومثاب۔ ......عبدالوہاب عفی عنہ پشاوری۔

المجیب مصیب۔ ......حررہ الاثیم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید المفتی عبدالحمید المرقوم غفرله القیوم الساکن فی بلدہ پشاور۔

جواب درست۔ ......احمد علی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ اندرکوٹ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد قمرالدین عفی عنہ رام پوری۔

ذالک کذالک۔ ......سردار احمد مجددی رام پوری۔

المجیب مصیب۔ ......حررہ احمد علی عفی عنہ لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب صحیح۔ ......خان زمان عفی عنہ مدرس سیوم جامع العلوم کان پور۔

المجیب ہو المصیب۔ ......محمد یار لاہوری۔

المجیب ہو المصیب۔......ابوالحسن حقانی خلف الرشید مولانا واَولینا مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی۔

اصاب من اجاب۔ ......احقر دوست محمد جالندھری بقلم خود۔

ہذا الجواب مطابق للحق۔......غلام محمد عفی عنہ مدح پوری نمبردار چک نمبر ۲۵۵ ضلع لاہور۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب ویؤیدہ ماحققہ الفاضل البریلوی فی رسالتہ المسماۃ بازالۃ العار فی حجر الکریم عن کلاب النار وکذا ما فی رد الرفضۃ ونزہۃ الارواح فی احکام النکاح فی بحث الکفووفی زاد المعاد فی ہدی خیر العباد وللعلامۃ ابن القیم فی بحث الکفو لان نکاح المسلمۃ بالکافر والکافرۃ بالمسلم لا ینعقد اصلا والمسلمۃ بالمبتدع موقوفا وللاولیاء حق الاعتراض فان ترکہا فبہا والافالفتح للقاضی اوالحکم کما فی بہجۃ المشتاق فی احکام الطلاق فی بحث الفتح واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔حررہ فقیر محمد یونس عفی عنہ قادری حنفی کشمیری مولدابشاوری نزیلا بقلمہ۔ترجمہ: جواب صحیح اوردرست ہے جیسا کہ تائید کرتا ہے اس کی وہ جو تحقیق کیا ہے فاضل بریلوی نے رسالہ مسمّٰی ازالۃ العار فی حجر الکریم عنہ کلاب النار میں اور جیسے کہ ردالرفضۃ اورنزہۃ الارواح میں ہے کہ نکاح کے حکموں میں بحث کفو میں اور زاد المعاد فی

ہدی خیر العباد لابن قیم میں ہے بحث کفو میں کیونکہ نکاح مسلمان عورت کا کافر مرد کے ساتھ اور کافر عورت کا مسلمان مرد کے ساتھ ہرگز منعقد نہیں ہوتا مسلمان عورت کا نکاح بدعتی مرد کے ساتھ موقوف ہوتا ہے اگر وہ بدعت سے توبہ نہ کرے تو عورت کے ولیوں کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے پس اگر وہ بدعتی خاوند ولیوں کے اعتراض پر اس کو چھوڑ دے تو بہتر ورنہ قاضی کے حکم سے ٹوٹ جائے گا جیسے کہ بہجۃ المشتاق احکام بحث فتح میں ہے۔واللہ اعلم الخ

الجواب صحیح علمائے کرام نے بے شک مرزا پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کافر ہونے کی حالت میں جو امور جواب میں تحریر فرمائے ہیں صحیح اور درست ہیں۔واللہ اعلم احمد علی مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب: چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا کافر ہے بتقدیر صحت دعویٰ نبوت مرزا کے ان کے ساتھ معاملہ کفار رکھنا چاہیے۔لہٰذا نکاح عورت مسلمان کا کافر اور مرزائی سے حرام ہوگا۔فقط راقم محمد عبدالعزیز عفی عنہ مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

اگر مذکورہ بالا مرزائی مرزا کو رسول مانتا ہو تو یقیناً کافر ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔راقم فیض الحسن نعمانیہ لاہور۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ مرزا کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں پس اس کا پیرو جس کے عقائد مثل مرزا کے کفریہ ہیں اور تاویل ممکن نہیں مسلمہ سنیہ عورت کو اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اور اگر کیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔اللہ تعالیٰ اعلم ہے۔کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ۔

الجواب صحیح۔ ......احقر الزمان گل محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

اصاب المجیب۔ ......العلام بندہ اصغر حسین عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......محمد سہول عفی عنہ مدرس دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......بشیر احمد عفی عنہ دیوبند۔

الجواب صحیح۔ ......خاکسار سردار احمد عفی عنہ دیوبند۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم چونکہ مرزائی فرقہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو خاتم النبیین نہیں مانتا بلکہ ان کا ایمان ہے کہ مرزا قادیانی ہی آخر الزمان نبی ہے اور ایسا ہی اس کو مسیح موعود اور کرشن وغیرہ مانتے ہیں اور نیز جمہور کے خلاف انہوں نے قرآن مجید کے معنی کیے ہیں۔ اس واسطے یہ لوگ مسلمان نہیں تصور کئے جاتے چونکہ وہ خود ہمیں کافر جانتے ہیں اس واسطے ایسے اشخاص سے مسلمان لڑکی کا نکاح ناجائز ہے۔ نیاز مند نبی بخش حکیم رسول نگری۔

جو لوگ مرزا کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ بے شک نص صریح قرآنی اور حدیث رسالت پناہی کے منکر ہیں قال اللہ تعالیٰ وتبارک فی القرآن المجید ﴿ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین﴾ وقال ﷺ لانبی بعدی (رواہ الترمذی) محمد منور علی عفی عنہ رام پوری۔

بے شک مرزائی حکم مرتد میں ہیں اور ان سے مسلمہ عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ فقط رشید الرحمٰن رام پوری حال وارد جالندھر۔

الجواب صحیح۔ ......محمد ریحان حسین عفی عنہ۔

بسملۃ وحمدلۃ وصلاۃ وسلاماً الامر کذالک۔ خادم الشعراء والاطباء والعلماء محمد ہادی رضا خان رئیس لکھنوی خلف حکیم مولوی محمد حسن رضا خان صاحب مرحوم۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عبدالسلام ٹوہانوی۔

حصار ذالک کذالک۔ ......فقیر سید عبدالرسول عفی عنہ جالندھری۔

بے شک مرزائی سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا اگر کوئی کردے تو بلا طلاق مرزائی زوج کے نکاح ثانی مسلمان سے کرسکتا ہے۔ کیونکہ پہلا نکاح نکاح ہی نہ تھا۔ حکیم مولوی عبدالرزاق راہوں بقلم خود محمد اسحٰق راہوں۔

صحیح جواب ہے۔ ......حبیب الرحمٰن منجن آبادی۔

اے عزیز باتمیز آگاہ ہو اور ہوشیار ہو جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ دعویٰ ہمسری کا کرے وہ بے شک مرتد اور کافر ہے اس کے ساتھ کھانا اور پینا اور سلام علیک کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ خیال کرنے کی جا ہے۔ طریقۃ المسلمین میں ہے فجعلہ عبدا کاملا بحیث لاشریک لہ فی العبودیت وکمالھا کمانہ لا شریک للرب فی الربوبیۃ وخواصھا خلاصہ کلام اور مطلب مرام یہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شریک الوہیت اور ربوبیت میں نہیں ہے اسی طرح جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نظیر اور سہیم عبودیت میں نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کیا خوش لہجہ میں کہا ہے بیت

محمد سا اگر کوئی بشر ہوئے تو میں جانوں

جہاں میں گر نظیر ان کا دگر ہووے تو میں جانوں

بقلم خود:

خاکپائے اہل اللہ فقیر میر محمد امیر اللہ عفی عنہ مولاہ قریشی الہاشمی جلال پور جٹاں۔

فتویٰ نمبر۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسے شخص کے حق میں ایک مسجد کا امام ہو اور مدعی علم ہو۔ ایک مرزائی مرگیا پہلے اس کا جنازہ مرزائیوں نے کیا اور دوبارہ امام مذکور جو اہل سنت والجماعت ہے، اس نے جنازہ کیا۔ تکفیر مرزا اور اس کے پیروان کا وہ عالم ہے کہ کل علمائے عرب وعجم تکفیر مرزا پر مواہیر ثبت کر چکے ہیں۔ امام مصلی جنازہ اس فتویٰ کو دیکھ چکا ہے دیدہ ودانستہ جو ایسا کام کرے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مرزا غلام احمد قادیانی اعلانیہ نزول وحی، نبوت اور رسالت کے مدعی ہیں اور ان کے مرید اور مقلدان کے ان سب دعاوی کو تسلیم کرتے ہیں اس لحاظ سے ان کا اور ان کے مریدوں کا خارج از دائرہ اسلام ہونا مسلّم الثبوت مسئلہ ہے۔ امام ابوالفضل قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ میں فرماتے ہیں۔ وکذلک من ادعی نبوۃ احد مع نبینا ﷺ کاصحاب مسیلمۃ والاسود العنسی وبعدہ کالعیسویۃ من الیہود القائلین بتخصیص رسالتہ الی العرب وکالجزمیۃ القائلین بتواتر الرسل وکاکثر الروافضۃ القائلین بمشارکۃ علی فی الرسالۃ للنبی ﷺ وبعدہ کذالک کل امام عند ہؤلاء یقوم مقامہ فی النبوۃ والحجۃ وکالبزیغیۃ والبیانیۃ منہم القائلین بنبوۃ بزیغ وبیان اومن ادعی النبوۃ لنفسہ او جوّز اکتسابہا البلوغ بصفاء القلب الی مرتبتہا کالفلاسفۃ وغلاۃ المتصوفۃ وکذالک من ادعی منہم انہ یوحی الیہ وان لم یدع

النبوۃ وانہ یصعد الی السماء ویدخل الجنۃ ویاکل من ثمرتہا ویعانق الحور العین فہؤلاء کلہم کفار مکذبون للنبی ﷺ لانہ اخبر انہ خاتم النبیین لانبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل الی کافۃ الناس واجمعت الامۃ علی حمل ہذاالکلام علی ظاہرہ وان مفہوم المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ہؤلاء الطوائف کلہا قطعا اجماعا وسمعا (جلد۲صفحہ۵۱۹) ترجمہ: اور ایسا ہی جو شخص کہ دعویٰ کرے کسی ایک کی نبوت کا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یعنی ان کی موجودگی میں جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے پیرو اور اسود عنسی کے تھے اور ایسے ہی جو دعویٰ کرے پیچھے ان کے مانند عیسویہ کے یہودیوں سے جو کہ محمد ﷺ کی نبوت کو عرب کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور مانند جزمیہ کے جو تواتر رسل کے قائل ہیں (وہ کہتے ہیں کہ رسول ہمیشہ آتے رہیں گے) اور مانند بعضوں کے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم محمد ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور ان کے پیچھے بھی نبی تھے اور ایسے ہی ان کا ہر امام ان کے نزدیک نبوت اور حجت میں محمد ﷺ کا قائم مقام ہے اور مانند بزیغیہ اور بیانیہ کے جوان سے بزیغ اور بیان کی نبوت کے قائل ہیں یا وہ شخص جو اپنی ذات کے واسطے نبوت کا دعویٰ کرے یا نبوت کے حاصل کرنے اور صفائی قلب کے ساتھ نبوت کے مرتبہ پر پہنچنے کو جائز کہتا ہو مانند فلسفیوں اور گمراہ صوفیوں کی اور ایسا ہی وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے اور اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور جنت کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے بغل گیر ہوتا ہے، پس یہ سب کافر ہیں۔ نبی ﷺ کے جھٹلانے والے۔ اس لئے کہ انہوں نے خبر دی ہے کہ وہ نبیوں کے سلسلہ کے ختم کرنے والے ہیں ان کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور خبر دی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ نبیوں کے ختم

کرنے والے ہیں اور تحقیق وہ تمام خلقت کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اجماع کیا امت نے اس بات پر کہ اس کلام کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے۔ پس ان ایسے مدعیوں کے کفر میں قطعاً اور اجماع اور سمع کے طور پر کوئی شک نہیں ہے۔

ان حالات میں مرزا غلام احمد کے مریدوں کو پیش امام بنانا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ترجمہ: اور نہ نماز پڑھ کسی ایک پر ان میں سے جو مرے کبھی بھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کے دعا کرے۔ (تحقیق) انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے۔

پس جس شخص نے دیدہ و دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس شخص کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے اور مناسب ہے کہ وہ اپنے تجدید نکاح کرے اور حسبِ طاقت آدمیوں کو کھانا کھلائے اور اگر وہ شخص اعلانیہ توبہ نہ کرے تو اہل سنت والجماعت کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے ایسے منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔ ھذا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالمذنب محمد عبداللہ ٹونکی از لاہور عفی عنہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو نصوص قطعیہ کے منکر ہیں پس جو شخص نص قطعی کا انکار کرے وہ کافر ہے کافر کے واسطے بخشش مانگنا گناہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ترجمہ: (اے پیغمبر) تم ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرو

(ان کے لئے یکساں ہے) اگر تم ستر دفعہ بھی مغفرت کی دعا کرو گے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ (ایسے) سرکش لوگوں کو (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

حررہ فقیر حافظ سید پیر ظہور شاہ قادری جلال پوری۔

سوال: مرزائی کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: کفر ہے کافر کو مثل مسلمان کہنا جیسا کہ مسلمان کو کافر کہنا۔ جنازہ کی دعا میں یہ لفظ آتے ہیں: اللّٰھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان

یعنی ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا ہے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارنا ہے اس کو ایمان پر مار۔

اس نے میت کو اپنے زمرہ اسلام میں شمار کیا اور آپ میت کے ساتھ شامل ہوا یہ اقرار عدم امتیاز کا ہے درمیان کافر اور مسلمان کے اور جو کافر اور مسلمان کو برابر سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ حدیث کا فتویٰ ہے کہ جو کسی قوم سے مل کر جائے اور مل بیٹھے اور اس کا دل ویسا ہی ہو جاتا ہے اور وہ ملعون ہو جاتا ہے۔ عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فنھتھم علماء ھم فلم ینتھو فجالسوا فی مجالسھم واکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ولعنھم علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم۔ یعنی جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑی تو ان کے علماء نے ان کو منع کیا باز نہ آئے۔ وہی علماء ان کے ساتھ مل بیٹھے اور مل کے کھایا پیا تو اللہ تعالیٰ نے سب کے دل یکساں سیاہ کر دیئے اور داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ان کو ملعون بنایا۔ فقیر غلام قادر بھیروی از لاہور۔

قدصح الجواب المجیب المصیب۔......احقر محمد باقر عفی عنہ نقشبندی مجددی لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ عبدالسلام عفی عنہ ٹوٹانوی مولد ادیوبندی۔

ھذاالجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......محمد یار عفی عنہ لاہور امام مسجد سنہری۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ......محمد حسن عفی عنہ مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

المجیب مصیب۔ ......محمد عمر خان عفی عنہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد عالم دوم مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

ذالک کذالک۔ ......محمد حسین عفی عنہ لاہوری۔

الجواب صحیح۔ ......غلام رسول مدرس مدرسہ حمیدیہ لاہور۔

الجواب صحیح۔ ......ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔

الجواب صحیح۔ ......محمد یونس عفی عنہ کشمیری مولد اُفشاوری۔

الجواب صحیح۔ ......حررہ الراجی بارگاہ حق نورالحق مانسہرہ۔

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔......نورالحق مانسہرہ مولدا۔

لیس المثاب الاھذا الجواب واللہ اعلم بالصواب۔......عبدالوہاب پشاوری۔

الجواب صحیح۔ ......محمد میر عالم عفی عنہ ہزاروی حال انجمن حمایت اسلام پشاور۔

ھذاالجواب الصحیح والحق الصریح۔......عبدالحکیم صواتی مولداً پشاوری سند یافتہ مدرسہ عالیہ رام پور ریاست۔

الجواب صحیح۔ ......نورالحسن عفی عنہ نائب مہتمم مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب صحیح۔ ......محمد نورالحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور۔

الجواب صحیح۔ ......خان زمان مدرس سوم جامع العلوم کان پور۔

ھذاالجواب صحیح مطابق للحق۔ ......غلام محمد عفی عنہ مدح پوری۔

الجواب صحیح۔ ......ابوالحسن حقانی ابن مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی۔

الجواب: چونکہ نمازِ جنازہ میں دعائے مغفرت للمیت ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ دعائے مغفرت للکافر ہے۔علمائے کرام فتویٰ کفر مرزا اور اس کے متبعین پر دے چکے ہیں بنابریں مصلی صلوۃ جنازۃ للمرزائی بغیر توبہ جدید مسلمان نہ ہوگا۔عبدالرؤف مدرس مدرسہ اسلامیہ عین العلم شاہ جہاں پوری عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ ......بندہ سلطان حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور۔

صح الجواب۔ ......عاجز عبدی سر عفی عنہ۔

المجیب مصیب۔ ......محمد سخاوت اللہ مدرس مدرسہ عین العلوم۔

الجواب: امام کو مناسب نہ تھا اس کی نماز پڑھنا اگر امام توبہ نہ کرے تو اس کو عہدۂ امامت سے معزول کرنا چاہیے۔ابومحمد عبدالحق دہلوی۔

قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ابومحمود محمد رمضان عفی عنہ لدھیانوی۔

صورت مذکورہ میں امام مذکور سخت مداہنت اور جرم عظیم کا مرتکب ہے اور اس لئے فاسق ہے۔توبہ کرنا لازم ہے۔اگر توبہ نہ کرے تو زجراً مسلمان اس سے اسلامی تعلقات ترک کردیں۔محمد کفایت اللہ عفی عنہ مولاہ مدرس امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح۔ ......مشتاق احمد مدرس دہلی۔

الجواب مصاب۔ ......امام مذکور اگر معتقد کفر غلام احمد قادیانی کا نہیں تو بسبب ادا کرنے صلوٰۃ جنازہ پیروان اس کے کافر ہوگیا اس لئے کہ غلام احمد مذکور قطعاً کافر ہے اس نے کلام اللہ کو محرف کردیا ہے اور تحریف کتاب اللہ کا کفر ہے اور ایضاً اللہ جل شانہ

قرآن میں فرماتا ہے ﴿وَلاَ تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلاَ تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾۔ العبد الاثیم مفتی عبدالرحیم خلف الوحید مفتی عبدالحمید پشاوری۔

ھو الموفق صحت نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک شرط اسلامِ میت بھی ہے کما صرح به الفقھاء الکرام اگر کوئی شخص قطعاً اسلام سے خارج ہوجائے وہ جس گروہ کا ہو دیدہ ودانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھانا ناجائز اور ایسی ناجائز کہ نماز پڑھنے والا گناہگار ورنہ نہ۔ واللہ اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب۔ حررہ محمد عبدالحمید۔

الجواب: جب کہ اس امام نے بعد علم اس بات کے کہ وہ میت ہم عقیدہ وہم مذہب مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے اس میت کے عقائد حد کفر قطعی تک پہنچے ہوئے تھے اور میت کا تائب ہونا اس کو نہ معلوم ہوا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھادی تو اس کے متعلق دعائے مغفرت پر کافر کا حکم عائد ہوگا۔ بعض علماء نے دعائے مغفرت کافر پر حکم کفر دیا ہے اور بعض نے احتیاط کی ہے۔ بہر حال یہ فعل اجماعاً حرام ہے۔ اگر اس کو حلال سمجھے گا تو سب کے نزدیک حکم کفر عائد ہوگا۔ درمختار میں ہے ”والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للکافر“ ردالمختار میں ہے ”رد علی الامام الوافی ومن تبعه حیث قال ان الدعاء بالمغفرة للکافر کفر“

علماء محققین فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں علماء آپس میں کفر اور عدم کفر میں مختلف ہوں تو احتیاط عدم تکفیر میں ہے۔ ہاں ایسے شخص کو توبہ اور تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا گیا ہے اور وہ جب تک توبہ نہ کرے مسلمانوں کو اس سے اجتناب اور اس کی اقتداء سے پرہیز کرنا چاہیے۔ فقیر حافظ محمد بخش عفی عنہ قادری مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں۔